GOVERNMENT OF INDIA
ARCHÆOLOGICAL SURVEY OF INDIA
CENTRAL
ARCHÆOLOGICAL
LIBRARY

ACCESSION NO. 14843
CALL No. 928.91431/Gha.

D.G.A. 79

تصنیفات جناب شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد خانصاحب ایل ایل ڈی وظیفہ خوار سرکار عالی نظام

[illegible]

اعلان

رقعات مرزا نوشہ اسد اللہ خانصاحب غالب
دہلوی الموسوم بہ اردوئے معلی حسب اجازت افسر الاطبا
اشرف الحکما افلاطون زماں جناب مولوی حکیم غلام رضا
خانصاحب رئیس اعظم دہلی مطبع فاروقی دہلی میں چھپے اسلیے
التماس ہے کہ بلا اجازت حکیم صاحب موصوف الصدر کوئی صاحب
قصد طبع کا نکریں البتہ مستفید جلدیں مطلوب ہوں تو راقم سے طلب فرمائیں
راقم سید عبد السلام ابن مولوی سید محمد معظم صاحب
مالک مطبع فاروقی - دہلی بازار بلیماران

مولوی سید محمد معظم سید عبد السلام مالک مطبع فاروقی دہلی بازار بلیماران سے طلب کرنے پر دستیاب ہوتی ہیں

D 3478
D 3475
80
D 3478
14843
(117)

بنعم صناع مکین و مکان و بفضل خلاق زمین و زمان

معلّٰی
اردوے

یعنی

کارنامۂ فصاحت سرمایۂ بلاغت رقعات اردو نجم الدولہ دبیر الملک مرزا نوشہ

اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ متخلص بہ غالب

جو بلحاظ زبان دانی تعلیم اطفال کے لیے ایک دستور العمل ہے

928.91431
Gha

احقر الانام سید عبد السلام کے اہتمام سے

مطبع فاروقی واقع دہلی میں سنہ ۱۳۲۶ھ طبع ہو کر بہ سنہ ۱۹۰۸ء مطبوع طبائع ہوا

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قیمت فی جلد عہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ من تصنیف شاعر شیرین مقال ناثر عدیم المثال جناب میر مہدی صاحب المتخلص بہ مجروح شاگرد رشید جناب مرزا اسد اللہ خان غالب مدظلہم

ستایش داورِ جہاں آفرین آسان نہیں کیونکر بیان ہو اور نعت حضرت سید المرسلین مشکل ہے زبان کیا مرد میدان ہو وہ دریاے ذخار ہے یہ محیطِ ناپیدا کنار وہاں ذہن نارسا اور فہم نے سرد پایہاں عقل معترف بعجز و قصور و خرد ناچار و مجبور پھر اس صورت میں قلم مقطوع اللسان کیا نگارش کرے سواے اس کے اصل مطلب گزارش کرے اور وہ یہ ہے کہ سخنورانِ خرد پیشہ اور خردمندانِ درست اندیشہ خوب جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے کلامِ عرب کی شیرینی اور زبانِ عجم کی نمکینی گوشزدِ خاص و عام ہے اور ہر عقیل و فہیم اسی بات کا متفق الکلام ہے - مگر یہ جو زبانِ اُردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور حسن کی اسلوبی میں اُنہی زبانوں کے ہم پایہ ہے - اگر فصحاے عرب و عجم کما حقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائیں تو اپنی زبان سے زیادہ اس کی تحسین فرمائیں ہر چند ابتداے رواج سے ہر عہد میں کاملانِ عصر اس معشوقۂ خرد فریب کی آراستگی و پیراستگی میں سعیِ فراواں اور کوشش بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بفضلہٖ اس زمانہ میں اس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب بدر انور بدرجہ کمال ہے

CE[illegible]
Acc. No. 14843
Date 19.8.61
Call No. 928.91431/Gha

بیان ہو جس کی صفائی استعارات کی خجلت سے دُرِ شاہوار پانی پانی جس کی رنگینی فقرات سے جگر خونِ لعلِ رمانی نہیں نہیں یہ ستایش کچھ سرمایۂ نازش نہیں۔ کیا موتی کیا لعل اِن کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب و تاب اِنکی تحریر میں نایاب ہے۔ اور یہ قیامت تک یکساں۔ تہیدستانِ سرمایۂ سخن کو فیضِ بیان عبارتِ متین کی کیفیت دیکھ کر جامی تو کیا فلاطونِ خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُس کے ادراکِ غوامض میں اپنی عقل و خرد کھوتے ہیں جہاں ایسے ایسے سرخوشانِ خمستانِ معنی جرعہ خوارِ بادۂ گلگونِ گفتار دلفریبِ حُسنِ بیان سے سرشار ہوں پھر ہم سے نارسیدہ اُس نکتے کی مطالب کیا پائیں کہاں سے ایسی قوتِ متخیلہ لائیں سوا اُس کے کہ یہ راہِ باریک دیکھ کر قدم لڑکھڑائیں اور اپنی نافہمی پر عرقِ انفعال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ اِس جنسِ گران ارز کا کوئی خریدار نہ ہوا اور اس یوسفِ مصرِ سخندانی کا کوئی طالبِ دیدار نہ ہوا۔ حضرت کا ظہور حضرت اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہ عباس دارائے ایران کے عصر میں ہوتا نظیری اپنا نظیر دیکھ لیتا۔ ظہوری کو فنِ شعر میں اپنا حریفِ غالب نظر آجاتا۔ خیر اب ہم یوں دل خوش کرتے ہیں کہ اگر حضرت اُس وقت میں زینت بخشِ جہان ہوتے تو ہم کہاں ہوتے یہ ہمارے طالع کی خوبی یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخبِ روزگار کے جمالِ باکمال سے مقتبس الانوار فیض ہوئے اور شرفِ قدمبوسی سے بہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب سخندانِ پیشینہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا کلام سُن لیا سب کا کلام سُن لیا۔ مبیّن میرے قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ ممتنع النظیر ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے رُوح کو اہتزاز ہے جو کہ بعد تکمیل ہوجانے کلیاتِ نظم و نثر فارسی کہ وہ ہر ایک آویزۂ گوشِ فصاحت و پیرایۂ گلوئے بلاغت ہے اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج کے وِردِ زبان ہے مُدّت سے حضرت کو اِس طرزِ نو ایجادِ اُردو سے لگاؤ ہے اور خط کتابت میں اِسی کا برتاؤ ہے۔ جب شائقینِ ہنر دوست نے اس نمکِ ہندی کا مزہ چکھا ہر ایک سرمایۂ لذتِ مائدۂ سخن سمجھ کر طلبگار و خواستگار ہوا اس واسطے منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

آگے ہیم زوال ہے خصوصاً زبانِ اہلِ دہلی کہ اُردوے معلّیٰ بولنا اُن کا حصہ ہے ہر چند بعض حضرات کو اسبات کا غصہ ہے مگر جو صاحب کہ فہمِ سلیم و ذہنِ مستقیم و طبعِ رسا و فراخ انصاف آشنا رکھتے ہیں وہ اس امر کو مان جانتے ہیں معوج الذہن و کج رائے یُوں ہی باتیں بناتے ہیں بھلا دہلی کا اس قدر کیونکر نہ مرتبہ ہو جب اس عدیم النظیر کا یہ شہر مینو بہر مسکن ہوا ہو جس کی طبعِ وقاد نے عقدہاے معانی کو وا کیا ہے جسکے ذہنِ نقاد نے پُشتۂ بلند شاہ راہِ سخن کو ہموار و مُصفّا کیا ہے فصاحت اگر لعلِ ناب ہے تو وہ اُس کی آب و تاب ہے اور بلاغت اگر گوہرِ بے بہا ہے تو وہ اُس کی آبروے جوہر فزا ہے معنی اگر گل ہے تو وہ اُس کی شمیم رُوح فزا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اُس کی صیقلِ جلوہ نما ہے۔ اُس کا سینۂ بے کینہ نکاتِ حکمیہ کا گنجینہ اُس کا قلبِ باصفا اسرارِ علمیہ کا دفینہ شعر و شاعری کی اُس کی ذات نے رونق بڑھائی ہے اُردو نے اُس کی زبان پر گزر کر عزت پائی ہے جس قدر تعریف کیجیے بجا ہے یہ جناب

نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خاں صاحب غالب تخلص

کی ذاتِ بابرکات کی خوبیوں کا ایک ادنیٰ شمہ ہے ؎ میرا اُستاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر + ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر + حضرت کا جو سخن ہے وہ دُرِّ عدن۔ جو بات ہے از رہِ معنی کرامت ہے۔ یہ نثر کی رنگینی۔ یہ نظم کی شیرینی۔ یہ غزل کی فصاحت۔ یہ قصیدہ کی متانت یہ لفظوں کی محبوبی۔ یہ ترکیب کی خوش اسلوبی۔ یہ جدتِ معانی۔ یہ طلاقتِ لسانی۔ یہ سلاستِ عبارت۔ یہ روانیِ مطالب یعنی کیسی سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی ڈلیاں ہیں نثر نثرہ نثار پر نظم انجم قربان۔ حسنِ تقریر پر تحریرِ شجاع سے نثار کرنے کو آفتاب زر بداماں۔ گفتارِ شکر بار کو جادو کہوں سحر کہوں حیران ہوں کیا کہوں لاحول ولا قوۃ کیا سودائیوں کی باتیں کرتا ہوں کیا جادو ہے کیا سحر کا اثر ہے۔ گفتارِ اعجاز طراز کے رشک سے ہندوستان میں جادو ہے نہ سحر ہے ہاں بابل کے کسی کونے میں چھپا ہو تو کیا خبر ہے بھلا اُس عبارتِ فصاحت نشان کا کیا وصف

اور وہ لکھنے لگے۔ حسنِ اتفاق ہے کہ کل آپ کا خط آیا۔ آج ہی ایک دوست میرا آگیا کہ یہ سطریں لکھوا دیں اور یہ آپ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے مجھے قطعِ محبت ہو گیا ہے۔ منشی صاحب کی محبت اور ان کے توسط سے آپ کی محبت دل و جان میں اس قدر سما گئی ہے۔ جیسا اہلِ اسلام میں ملکہ ایمان کا۔ بس ایسی محبت کا موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں۔ امراضِ جسمانی کا بیان اور اخلاصِ ہمدگر کی شرح کے بعد ہجومِ غمہائے نہانی ذکر کیا کروں جیسا ابرِ سیاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے۔ بس اللہ ہی اللہ ہے۔ سیف الحق منشی میاں داد خاں کو سلام کہیئے گا اور یہ خط پڑھا دیجئے گا۔ فقط۔ نجات کا طالب غالب

روز چہار شنبہ ۷؍ اپریل ۱۸۶۶ء ۔

ایضاً بخدمت نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحب بہادر دام مجدہم

عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لفافے ایک دن پہنچے سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں۔ مبارک ہو اور مبارک ہو نظارۂ بزمِ جمشیدی سے محروم رہوں گا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہے گا۔ خاطر جمع رہے۔ کیوں حضرت

۱۱۰ ۱۲ ۵ ۸۳

صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آگیا یا نہیں۔ نام تاریخی اور پھر تجنیس بھی اور خان بھی۔ پسند نہایت علیجاہ عجب ہے اگر پسند نہ آئے اور بہت عجب ہے کہ اس امر کی نہ آپ کے خط میں توضیح نہ میاں داد خاں کے خط میں خیر نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی یہی نام رکھیئے پسند آنے نہ آنے کی تو فقیر کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب

۱۸۶۶ء

ایضاً ستودہ بہر زباں و نامور بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر مرتضوی دیار نواب میر غلام بابا خان بہادر کو مسرت بعد مسرت و جشن مبارک و ہمایوں ہو۔ رقعۂ گلگوں نے بہار کی سیر دکھلائی۔ سواری ریل روانہ ہو گئی لہر دل میں آئی۔ پاؤں سے اپاہج۔ کانوں سے بہرا۔ ضعفِ بصارت۔ ضعفِ دماغ۔ ضعفِ دل۔ ضعفِ معدہ۔ ان سب ضعفوں پر ضعفِ طالع کیونکر قصدِ سفر کروں۔ تین چار شبانہ روز قفس میں کس طرح بسر کروں۔ گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناگاہ

کہ یہ دہر آشوب غم ہے۔ مجموعِ اہلِ ہند ماتم دار و سوگوار ہوں تو بھی کم ہے۔ اگرچہ میں کیا اور میری دعا کیا
مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں قطعہ سالِ رحلت نواب غفران مآب جب دل خار خار
غم سے خون ہوا ہے یوں موزوں ہوا ہے

گردید نہاں مہرِ جہانتاب دریغ	شد تیرہ جہاں بچشم احباب دریغ
این واقعہ را ز روئے زاری غالب	تاریخ رقم کرد کہ نواب دریغ

از روئے زاری زاء ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو ۱۲۸۱ء پیدا ہوتے ہیں فہذا المطلوب ۔ یک غم
منشی میاں داد خاں صاحب کو سلام ۔ یکشنبہ بست و یکم ربیع الاول ۱۲۸۱ ہجری مطابق ششم ستمبر ۱۸۶۴ء

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصان زاد مجدہٗ ۔ شکر یاد آوری و نوازش
پروری بجا لاتا ہوں۔ پہلے اس سے آپکا مودت نامہ پہنچا ہے۔ وہ میرے خط کے جواب میں تھا
اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خوانِ دعوت تھا میں نے
کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ ناچ بھی دیکھا گانا بھی سُنا۔ خدا تمکو سلامت رکھے کہ اس
نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو صاحب ریاست و امارت میں ایسے جھگڑے
بہت رہتے ہیں میں بسبب فرطِ محبت اخبار میں تمہاری افزائش عز و جاہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور
تمکو تہنیت دی۔ ظفر نامۂ ابد۔ بہت مبارک لفظ ہے۔ انشاء اللہ العظیم ہمیشہ مظفر و منصور ہوگے
کارت بجہان جملہ چناں باد کہ خواہی نجات کا طالب غالب شنبہ ۳ اپریل ۱۸۶۷ء

ایضاً۔ جناب سید صاحب قبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپ کا پہنچا آپ جو فرماتے
ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر۔ آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ بیٹھے بیٹھے کچھ لکھتا تھا
اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی۔ ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی ضعیف ہو گئی۔ متصدی نوکر رکھنے
کا مقدور نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحب آگئے تو میں مطلب کہتا گیا

ایضاً جناب نواب صاحب میں آپکے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یاد آوری کا ممنون اور آپکے دوام دولت کا دعا گو ہوں اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں متعرّ آپ تک پہنچتا۔ اور آپکے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپکو ہمیشہ سلامت با کرامت رکھے۔ خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف و نقاہت ہے اگر میری اوقات شبا روزی اور میرے حالات آپ دیکھیں تو تعجب کریں گے کہ یہ شخص جیتا کیونکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہنا۔ اور پھر دم بدم پیشاب کو اُٹھنا۔ اِن مجموع مصائب میں سے ایک ادنیٰ مصیبت یہ ہے کہ ١٢٨٢ھ شروع ہوئے ١٢١٢ھ کی ولادت ہے۔ اَب کے رجب کے مہینے سے اکہتّرواں سال شروع ہوگا۔ ستّر ابہتر ابوڑھا اپاہج آدمی ہوں۔ جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمھاری خوبی ہے۔ میں کسی لائق نہیں نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ١٣ مئی ١٨٦٥ع۔

ایضاً بجناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون الاسلام و دُعاے دوامِ دولت و اقبال کہ ہمیشہ وردِ زبان ہے گھڑی کے عطیہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجالاتا ہوں۔ پہلے تو آپ کے دست اور پھر امیر۔ اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارمغاں کو میں نے بہت عزیز سمجھا اور اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا خداے عالم آراے آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپکا ممد و مددگار رہے ظاہراً بوقتِ روانگی کنجی کا رکھنا سہو ہوگیا خیر یہاں بنجائے گی۔ والسّلام بالوف الاحترام۔ خوشنودی احباب کا طالب۔ سہ شنبہ سوم دسمبر ١٨٦٣ع۔

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان امیدگاہ درویشان زاد افضالکم۔ آپکا بندۂ منت پذیر غالبِ خاکین صفیر یُوں تو اسیخ ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عزِّ ورود لایا۔ اور مژدۂ قبول نے میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں ارشاد ہوا ہے اگر اُس کو قدردانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ لوں۔ البتہ آپنے ازراہِ حق پسندی سخن کی قدردانی اور میری قدر افزائی

قولنج کے دَورے کی شدت ہوتی ہے۔ طاقتِ جسم میں، حالت جان میں نہیں۔ آنا میرا سُورت تک کسی
صورت حیزِ امکان میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سیدانی
صاحبہ کی بسم اللہ کی بھی تاریخ لکھا چاہیئے۔ ماہِ خجستہ بہار۔ ذہن میں آیا۔ ساڑھے عدد کم پائے۔ خجستہ بہار
پر ادب کے اعداد بڑھائے۔ شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ بجز و
کی فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرف جوشِ محبت سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ گر قبول افتد زہے
شرف۔ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۱۴ر نومبر ۱۸۶۶ء۔ سیف الحق صاحب کو سلام۔ ایک میرے
دوست مصورِ خاکسار کا خاکہ اُتار کر دربار کا نقشہ اُتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں وہ آجائیں
تو شغلِ تصویر تمام ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے۔ خط از راہِ احتیاط بیرنگ بھیجا ہے۔ **قطعہ**

خجستہ جشنِ دبستاں نشینی بیگم	بفیضِ ہمت نواب یمن اقبالش
جو از پئے ادب آموزیست خوش ہنگامش	اگر خجستہ بہار ادب بود سالش

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عالی شان والا دودمان زاد مجدکم۔ سلام مسنون الاسلام
و دعائے دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان ایام میمنت فرجام میں جو اردو اخبار
بمبئی آپ کی افزائشِ عز و جاہ کے حالات معلوم ہوئے۔ متواتر شکر الٰہی بجا لایا۔ اور اس ترقی کو اپنی
دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا۔ خصوصاً عدالت العالیہ میں فتح پانا۔ اور حق حقیقی کا ظہور
میں آنا کیا کہوں کیا مسرت و شادمانی کا موجب اور کس طرح کی نشاط اور انبساط کا سبب ہوا ہے
حق تعالیٰ یہ فتح مبارک و ہمایوں کرے۔ **قطعہ**

فتح سید غلام بابا خاں	خود نشانِ دوامِ اقبال است
ہم ازیں رو بود کہ غالب گفت	کہ ظفر نامۂ ابد سال است

بہار باغ جاہ و جلال جاوداں باد۔ اسد اللہ خاں غالب۔ فقط

اُن کے ساتھ اُسکو بھی دیکھ لوں گا بلکہ احتیاط مقتضی اسکا ہے کہ اُن غزلوں کے ساتھ اس غزل کو بھی لکھ بھیجنا۔ ناتوانی زور پر ہے۔ بڑھاپے نے نکما کر دیا ہے۔ ضعف سُستی۔ کاہلی۔ گرانجانی گرانی رکاب میں پاؤں ہے۔ باگ پر ہاتھ ہے۔ بڑا سفر دُور و دراز درپیش ہے۔ زادِ راہ موجود نہیں خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر ناپُرسیدہ بخش دیا تو خیر۔ اگر بازپُرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ زاویہ ہے۔ دوزخِ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے۔

اَب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے
مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۶۲ع

ایضاً۔ صاحب سر پیٹنے کی جگہ ہے کہ تمھارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوتا اور میرا کوئی خط تمکو نہیں پہنچتا۔ سنو چھوٹے صاحب کا خط آیا۔ اُس میں قطعہ کا شکر اور اجزاے کتاب کے بھیجنے کی تاکید تھی۔ اُس نے اُس کے جواب میں لکھا کہ اُس کتاب کا چھاپا یہاں ہی شروع ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ بعد انطباع ایک مجلّد آپ کے واسطے اور ایک مجلّد منشی میاں داد خاں کے واسطے بسبیل ڈاک پارسل بھیجوں گا۔ اَب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو۔ اور یہ اپنے نام کا خط اُنکو پڑھا دو اور ایک بات تمکو دیتا ہوں۔ نواب صاحب کا جو خط طلب کتاب کے باب میں آیا تھا اُس میں مندرج تھا کہ اَب میں سُورت کو جاتا ہوں تم اجزاے کتاب کا پارسل اس پتہ سے سُورت کو بھیجنا۔ بھائی مَیں نے اُسی پتہ سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ بیرنگ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے نظر اس بات پر یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع نہ ہونے کا احتمال قوی رہے۔ فقط صبح دوشنبہ ۴ ربیع الثانی مطابق ۱۰ ستمبر سالِ حال۔ غالبؔ۔

ایضاً۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سلّمکم اللہ تعالیٰ۔ فقیر کی طرف سے سلام و دُعا قبول کریں۔ چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خان

کی ہے جو اغلاط فارسی دانانِ ہند کے ذہن میں راسخ ہو گئے تھے۔ اُن کو دفع کیا ہی تو کیا برائی کی ہے بات یہ ہے کہ اوچھی پونجی والے گمنام لوگ اپنی شہرت کیلئے مجھ سے لڑتے ہیں واہ واہ اپنے نامور بنانے کو ناحق احمق بگڑتے ہیں۔ عطیہ حضرت توسط جناب سیف الحق پہنچا اور میں نے اُسکو نے تحفۂ عطیۂ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا آپ کا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور تصحیح کو میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کیواسطے برسات کا موسم اچھا ہے بس اب اسکے چھپ جانے میں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ۔ ۱۰ دسمبر ۱۸۶۶ء

بنام منشی میاں داد خاں المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بہ سیاح

سعادت و اقبال نشان منشی میاں داد خاں سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ اُن کے خطوط کا جواب نہیں لکھا غزلوں کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے پاسخ نگار نہ ہوا اب یہ سطریں جو لکھتا ہوں اُس خط کے جواب میں ہیں جو بنارس سے آیا ہے۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہی ایک مثنوی میں نے اُس کی تعریف میں لکھی ہے اور چراغ دیر اُس کا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان میں موجود ہے اُس کو دیکھنا۔ اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زمانہ سے بہت پہلے اُن کا خط اور کچھ اُن کا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُن کو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جس طرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسی طرح آئندہ بھی لکھتے رہو گے۔ میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں ؎ اگر بداغ خلد ہر چہ از نظر گزرد ٭ زہے روانیِ عمرے کہ در سفر گزرد ٭ خیر اگر سیر و سیاحت میسر نہیں نہ سہی ذکر العیش نصف العیش پر قناعت کی۔ میاں داد خاں سیاح کی سرگزشت سیر و سفر ہی سہی۔ غزل تمھاری بنے دیتا ہوں۔ اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تمنے وعدہ کیا ہے جب لکھنؤ پہنچو گے

نواب یوسف علیخاں خاں والی رامپور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتے تھے اُس مغفور کی اندازہ دانی دیکھئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی - اپنے خط میں ہنڈوی بھیجا کرتے - میں خط کا جواب لکھ بھیجتا - اس ماہانہ کے علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجے ہیں فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود - انگریزی پنشن مسدود - یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلوں کی زیست ہوئی - رئیس حال کو خداوند دولت و اقبال ابداً مؤبداً سلامت رکھے وجہ مقرری کی ہنڈوی ہر مہینے بجب دستور قدیم اپنے خط میں بھیجا جاتا ہے فتوح کی رسم دیکھئے جاری رہے یا نہیں - میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ چھپواؤں پہلے بھی نواب مغفور نے دو سو روپیہ بھیجدیے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا - اب بھی عندیہ کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرری کے ساتھ دو سو پہنچیں گے وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء حال میں مر گئے - اپریل کا روپیہ رئیس حال سے میں نے پایا مصرف کتاب کا روپیہ آیا - یاد دلاؤں گا - مگر اُس مرحوم کا وعدہ سررشتہ دفتر سے نتھا جو از روے دفتر اُس کی تصدیق ہو - بہر حال فکر میں ہوں - اگر اسباب مساعدت کی فہو المراد ورنہ ع انچہ ما در کار داریم اکثرے در کار نیست ٭ منشی صاحب اس خط کو ضروری جان کر بیرنگ بھیجتا ہوں - نجات کا طالب غالب - ۲۰ جولائی ۱۸۶۵ء - ٭

ایضاً منشی صاحب شفیق بدل مہربان عزیز از جان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر غالب علیشاہ کی دعا پہنچے - پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمہارا خط آیا - صاحب ٹوپیوں کی حقیقت یہ ہے کہ تم نے لطائف غیبی کی ۱۵ جلدیں سات روپے آٹھ آنے دام بھیجکر منگوائیں پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیجکر ٹوپیاں منگوائیں - میں نے تمہارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خرید کر تم کو بھیجدیں - چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کر دو یہ جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے - تم میرے ہاتھ ہو تم میرے بازو ہو میرے نطق کی تلوار تمہارے ہاتھ سے چلتی رہے گی

سے کہا گیا تھا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدینا سو اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہی حال تصویر کا یہ کہ میں نے لے سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا گویا چھوٹے صاحب کو دیکھا۔ لیکن یہ کا سبب معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ہم سے بات نہ کی۔ خیر دیدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہے گا تو سُن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب آئینہ تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اس کا معتقد نہیں اب دیکھو حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک ہاتھ کی تصویر ہے آگے پہنچا اور پنجے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ ایک طرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی۔ اس وقت جُداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام اور اشتیاق کہنا بلکہ یہ خط اُن کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کا نیازمند اور علی کا غلام ہوں۔ ع بندۂ شاہِ شمائیم و ثناخوانِ شما ۔ نجات کا طالب غالب ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۰ ہجری

ایضاً برخوردار کامگار سعادت نشان منشی میاں داد خاں سیاح طال عمرہٗ۔ درویش گوشہ نشین غالب حزین بھی دعائے درویشانہ سے کامیاب بہرہ مند ہوں۔ لکھنؤ کی ویرانی پر دل جلتا ہے مگر تم کو یاد رہے کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک دن ہوگا یعنی راہیں وسیع ہو جائیں گی بازار اچھے نکل آئیں گے جو دیکھے گا وہ داد دیگا اور دلّی کو فساد کے بعد کون نہیں جانتا یہاں فساد در فساد چلا جائیگا شہر کی صورت بگڑ رہی ہے بازار گئے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوری دروازہ تک ہے سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص نا آشنا موسوم بہ عظیم الدین جس نے مجھ سے دیوان منگا بھیجا آدمی نہیں ہے بھوت ہے پلید ہے۔ غول ہے قصہ مختصر سخت نامعقول مجکو اُس کے طور پر انطباع دیوان نامطبوع ہے اب میں اُس سے دیوان مانگتا ہوں اور وہ نہیں دیتا خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دُعا مانگو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دو شنبہ ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۰ء۔ غالب

ایضاً صاحب تمھارا مہربانی نامہ کہ گویا الفاظ اُس کے سراسر نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی زبانی تھے پہنچا۔ جواب لکھتا ہوں۔ اور پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں ایک قرن بارہ برس سے فردوس مکان

اپنی قسمت کو روتا۔ وقت گزر جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خاں صاحب آپ جو کلکتہ پہنچے ہو اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اُس نے رہائی کیوں نہ پائی۔ وہاں جزیرہ میں اس کا کیا حال ہے گذارا کس طرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ ۴ اکتوبر ۱۸۶۰ء

ایضاً۔ آئیے بیٹھے مولانا سیاح۔ سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو۔ بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے۔ لیکن تم کو چین کہاں۔ خدا جانے کئی ہفتہ یا کئی مہینے ٹھیرو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے۔ جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں۔ حیدر آباد اورنگ آباد۔ دونوں شہر اچھے ہیں۔ اُنکو دیکھیں۔ میرزا معین الدین حسین خان اور میرزا محمد حسین خاں یہ دونوں بیٹے ہیں نواب قدرت اللہ بیگ خاں کے اور قدرت اللہ بیگ خاں ابن عم تھے نواب احمد بخش خاں کے اور معین الدین حسن خاں کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدین خاں سے۔ یہاں کوئی امر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات و اطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو۔ مسجد جامع کے باب میں کچھ پرسشیں لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگذار کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو مل جائے۔ ہنوز بدستور پہرا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا۔ والسلام مع الاکرام۔ صبح شنبہ ۲ ذیقعدہ و مئی معاً۔ غالب

ایضاً۔ نور چشم اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ دونوں تمہارے خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا اب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ میں رعشہ۔ آنکھوں میں ضعفِ بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آ جاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں تو اب کوئی دن کا مہماں ہوں اخبار والے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے اور اس میں میں نے عذر چاہا خطوں کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے۔ اُس پر کسی نے عمل نہ کیا۔ اب تک ہر طرف سے خطوں کے

لطائف غیبی نے اعدا کی دھجیاں اڑادیں۔ ایک نئی بات سنو۔ محمد مرزا خاں میرے بھتیجے بھائی کا نواسہ
اُس نے ایک اخبار نکالا ہے مسمّی بہ اشرف الاخبار۔ اُس کا ایک لفافہ تمکو بھیجتا ہوں۔ اسکو پڑھ کر معلوم کرو
کہ تمہارا ایک اعتراض قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اس ارسال و اعلام سے صرف اطلاع منظور ہے
ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گزر جائے۔ اور اُس سرکار میں یہ اخبار خرید
کیا جائے اور تم اُن کی طرف سے حکم خریداری ابتداء جنوری ۱۸۶۶ء سے بنام محمد مرزا خاں لکھو۔
اور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو انکے اخبار آخر میں لکھا ہے۔ حیران ہوں کہ چھوٹے صاحب کے
خط کا کیا جواب لکھوں۔ اُنھوں نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو سب مسلمانوں
کے بزرگ ہوتے ہیں میں تو مسلمانوں میں بھی ایک ذلیل۔ علیل۔ فقیر۔ حقیر آدمی ہوں۔ یہ انکی
بزرگی۔ اُن کی خوبی۔ اُن کی مہربانی ہے۔ حق تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے۔ اور ان مقدمات میں
من کل الوجوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب برادر
بجاں برابر میرزا معین الدین حسین خاں بہادر کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت
چاہتا ہے۔ پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل پر
کرتے چلے آؤ۔ دیدار کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۶ شوال ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً ۔ صاحب کل آپکا خط آیا۔ میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو
کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمہارا جس کا حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا۔ ورنہ کیا
امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا۔ جناب منشی میر امیر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن اُن کے
محامد و مکارم سنتا ہوں۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی
ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نواز پایا۔ اغنیا کے واسطے اچھے ہیں۔ ہائے
مولوی محمد حسن اور مولوی عبد الکریم اس عہد میں اگر اُن بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں

کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خاں صاحب کو مُہر کھدوانی نہ ہوتی اور وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجھ کو خط نہ لکھتے۔ یہ تمھارا خط گویا میر غلام بابا خاں کے حسب الحکم تھا۔ جی میں آیا تھا کہ اُنھیں کو اس کا جواب لکھوں۔ اور اُن کے نام کا خط۔ بھیجوں مگر پھر سوچا کہ تم آزردہ ہو جاؤ گے تمھیں کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں گاہ گاہ خط لکھا کرو۔ والسلام

نجات کا طالب غالب سہ شنبہ یکم مارچ سنہ ۱۸۶۴ع۔

ایضاً منشی صاحب کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ع کس زبان را نمی فہمد بعزیزاں چہ التماس کنم ٭۔ یاد کرو اصل مقدمہ یہ تھا کہ میں قاطع برہان کو دوبارہ چھپوایا چاہتا ہوں نواب صاحب مدد دیں یعنی سو دو سو جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی بھلا یہ میرے کس کام کی۔ چار دن سوچا کیا کہ پھیر دوں پھر سوچا کہ بُرا مانیں گے۔ آخر کو گھڑی رکھ لی۔ اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطباع کے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیجدونگا۔ اسی خط کے ساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی کی رسید کا پہنچتا ہی اور یہ بھی تمکو معلوم رہے کہ گھڑی کی کنجی نہیں آئی۔ ظاہراً سہو سے وہیں رہ گئی ہوگی۔ ہاں صاحب تیس جلدیں لطائف غیبی کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں جسکی قیمت دس روپے مجھ کو پہنچے فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب۔ ۳ دسمبر سنہ ۱۸۶۵ع ٭

ایضاً۔ سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ خط میں آپ نے بہت سے مطالب لکھے مگر تیس کتابوں کی دو پارسلوں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل جو بعد دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہے اس میں بھی لطائف غیبی ہے جسکو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھ کر صحیح کیا ہے اس کے بھیجنے سے یہ مدعا ہے کہ تم اُن تیس رسالوں کو اس کے مطابق صحیح کرلو اگر چھوٹے صاحب نے رکھ لیا ہے تو اُن سے مستعار لیکر اپنی سب کتابیں صحیح کرلو اور وہ نسخہ اُن کی نذر کر دو۔ صاحب میں نے اپنے صرفِ زر سے لطائف غیبی کی جلدیں نہیں چھپوائیں مالک مطبع نے اپنی بکری کو چھاپیں میں نے تیس مول لیں

جو آپکا تقاضا اور اشعار واسطے اصلاحوں کے چلے آتے ہیں۔ اور مَیں شرمندہ ہوتا ہُوں۔ بوڑھا
اپاہج۔ پُورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہُوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔
طشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو طشت چوکی پر تیسرے چوتھے دن اتفاق جانیکا ہوتا ہے
اور حاجتی کی حاجت بسبب سُرعت بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے والا
جو ہندوستانی ایک دوست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے مجھ میں اتنا دم کہاں کہ
کوٹھے پر سے اُتروں پالکی میں بیٹھوں اور اُس کے گھر جاؤں اور گھنٹہ دو گھنٹہ کرسی پر بیٹھوں
اور تصویر کھچوا کر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤں۔ اب تم ازراہِ مہربانی میر ابراہیم علی خاں بہادر اور حکیم سید
احمد حسن صاحب کو اور جب بمبئی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خان کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمہارے
ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور اُسکا مر جانا معلوم ہو کر مجھ کو بڑا غم ہوا۔ بھائی۔ اس داغ کی حقیقت مجھ سے
پُوچھو۔ کہ ۷۴ برس کی عمر میں سات بچے پیدا ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور کسی کی
عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو حق تعالی تمھیں صبر اور نعم البدل دے۔
والسّلام۔ ۵ ۲ اگست ۱۸۶۶ء۔ غالب۔

ایضاً۔ خانصاحب سعادت و اقبال نشان میاں داد خاں سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام
پہنچے۔ تمہارا کوئی خط سوائے اس خط کے جسکا مَیں جواب لکھتا ہُوں ہرگز نہیں پہنچا بہت دن سے
مجکو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجھکو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ تمھارا خط پہنچا۔
آج اُسکا جواب لکھتا ہُوں۔ مُہر مَیں تو کھود نے کا نہیں جو اس قدر عذر چاہتے ہو کھُدوا دینے
میں کیا تکلیف اور کیا زحمت مَیں احبابکا خادم ہُوں۔ میر غلام بابا خاں صاحب سے میرا سلام کہئے
اور وہ نگین مع نقشہ بے تکلّف بھیجدیجئے آپکے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہو جائے گی
خاطرِ عاطر جمع رہے۔ زیادہ کیا لکھوں اجی سیاح صاحب ہمارا دھیان تم میں لگا رہتا ہے۔

دو دن پہلے میر فخر الدین نے ارسال کر دیا۔ ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیئے۔ حضرت بہتان لگانے کی خو کس سے سیکھے ہو۔ میرے پاس کوئی غزل تمہاری نہیں ہے۔ نواب صاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا کہ ٹوپیوں کو میرا ارمغان سمجھنا۔ سیف الحق کی نذر تصور نہ کرنا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۲۵ر جنوری سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً۔ اقبال نشان سیف الحق کو دعا پہنچے۔ پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور تین اشتہار کتاب کی خریداری کے آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کروایئے اور اطراف و جوانب و نزدیک بھیجئے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہوں وہ دونوں کی خریداری کی اطلاع کا خط میر فخر الدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیج دیں۔ جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اس کے خریدنے کی اطلاع کا خط۔ جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہوں وہ اسکی اطلاع کا خط لکھیں۔
غالب۔ ۱۲ر مارچ سنہ ۱۸۶۶ء۔

ایضاً۔ مولانا سیف الحق اب تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو فرمایئے کہ یہ ڈھائی روپے کس بابت کے اور کس جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلے پانچ روپے پر میں بے مزا ہوا تھا یہ ڈھائی اور طرہ ہوئے۔ بہرحال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کے ہیں اس رقعہ کا جواب جلد لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائیں گی۔ عنایت کا طالب غالب۔ ۲۴ر اپریل سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔ کل شنبہ ۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں ارسال کئے کل ہی شام کے وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر اب اور بھیجوں گا۔ صاحب یہ تم نے پانچ روپے کی ٹکٹ کیوں بھیجے۔ میں نہ کتاب فروش نہ دلال۔ یہ حرکت مجھے پسند نہ آئی اور تم نے بہت برا کیا حضرت ۲ جلدیں لطائف غیبی کی بھیجکر اُسکے پانچ سات دن کے بعد بیس نامۂ غالب کا پارسل ارسال کیا ہے لطائف کی رسید تم نے بھیجدی یقین ہے کہ نامۂ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا۔ گھبراؤ نہیں لو اچھا صاحب کچھ نہیں

ہیں تمکو دلوادیں۔ بیس بھائی ضیاء الدین نے لیں بیس مصطفیٰ خاں صاحب نے لیں باقی کا حال مجھے معلوم نہیں دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہے

اگر دنیا نباشد دردمندم ۔ وگر باشد بمہرش پائے بندم
بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست ۔ کہ رنج خاطر است ار ہست ور نیست

جہاں دولت نہیں وہاں مصیبت ہے۔ جہاں دولت ہے وہاں خصومت ہے۔ میں تو میر غلام بابا خاں کا دوست ہوں ان کی فتح کی دعا مانگتا ہوں آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہوا کریں وہ مجھکو لکھا کریں غربیلہ کی ہندی نخرہ ہے فارسی میں غربیلہ بولتے ہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ پنجم شعبان ۱۲۸۱ہجری

ایضاً۔ بھائی سیف الحق تمہارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڑودہ کو معاف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پر ان کے عتاب کی پاتا تو اُن سے عذر کرتا اور اپنا گناہ معاف کرواتا۔ جب سبب ملال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں تم برا نہ مانو کس واسطے کہ اگر میں برا ہوں تو اُنہے سچ کہا اور اگر میں اچھا ہوں اور اُنہوں نے برا کہا تو اُس کو خدا کے حوالے کرو

غالب برا نہ مان جو دشمن برا کہیں ۔ ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

صاحب اس بڑھاپے میں تصویر کے پردے میں کہاں کھچا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اُتار نیوالے کو کہاں ڈھونڈوں دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہے اگر ہاتھ آجائیگی تو وہ ورق بھیجدونگا ابھی وہ تو میں نے نواب صاحب کو ہنسی سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ اختلاط تھا کہ بھئی میں بہرا ہوں گانا کیا سنوں گا۔ بوڑھا ہوں ناچ کیا دیکھوں۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤں۔ بمبئی۔ سورت۔ میں انگریزی شرابیں ہوتی ہیں اگر وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب ۵ ستمبر ۱۸۶۶ع۔

ایضاً صاحب تمہارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی ٹوپیاں اگرچہ تمہارے سر پر ٹھیک آئیں لیکن ضائع نہ گئیں میر شفیق اور تمہارے عزیزی کے صرف میں آئیں۔ تم کو اور ٹوپیاں بھیجوں گا۔ معذور سخت عاجز ہوں وعدہ ہی وعدہ ہے وفا کا نام نہیں۔ کلیات میر تقی کا انتخاب تمہارے خط کے پہنچنے سے

کاپی آج شروع ہو گئی۔ جس دن نوٹ پہنچا اُسکے دوسرے دن روپیہ مل گیا۔ تیسرے دن میں نے تمکو تمھارے دوسرے
خط کا جواب لکھ بھیجا۔ یقین ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہوگا اور تم نے بموجب میری خواہش کے نواب صاحب کو دکھا دیا
ہوگا۔ کل حضرت کا بھی خط آیا ہے اُس کا جواب آج تمھارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہے بندہ پرور یہ جو کہتے ہو
رحیم بیگ کا وطن اصلی سرہنہ اور فی الحال میرٹھ میں مقیم اور معلمی اُس کا پیشہ ہے اور آٹھ دس برس سے اندھا۔ نظم و نثر
میں مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہے راقم غالب علیشاہ یکشنبہ ۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ عیسوی

ایضاً۔ صاحب آج تمھارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں
جس زمانہ میں وہ دلی آئے تھے میری اُنکی ملاقاتیں ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں شاگرد نہیں اور ہرگز قصیدہ
اُنھوں نے نہیں لکھا۔ آغا عبدالرزاق شیرازی نے گویا میری خستگی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہرحال میں
تمھارا احسان مند ہوں۔ اگر تم وہاں نہ ہوتے تو میری اور میر منشی کی صفائی نہ ہوتی ان دنوں ضعف دماغ
و دوران سر میں ایسا مبتلا ہوں کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یوں ہی دھرا ہوا ہے دیکھنے کی بھی نوبت
نہیں آئی تمھاری بھیجی ہوئی غزلیں سب محفوظ دھری ہوئی ہیں خاطر جمع رکھو جب نواب صاحب کی غزلیں
دیکھوں گا تو یہ بھی دیکھی جائینگی جب حال یہ ہو کہ اصلاح نہ دے سکوں تو فکر تاریخ کیا کروں۔ اگر میرا حال درست
ہوتا تو جناب مولوی عبدالغفور خاں صاحب نساخ کے دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمتگزاری کو اپنی سعادت
سمجھتا آپ جناب مولوی صاحب سے میرا سلام کہیں اور یہ میرا رقعہ اُنکو دکھا دیں۔ نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۷ء

ایضاً جناب منشی صاحب آپ کا خط مُہری نواب لفٹنٹ گورنر آگرہ کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اُسکے بھیجنے کی کچھ
ضرورت نہ تھی۔ جب گورنمنٹ عالی نے مجھکو خط لکھنا موقوف کیا تو لفٹنٹ گورنروں کے اگلے زمانہ کے خطوط کے
کیا داخ تنج گا۔ ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس موجود ہیں مجھکو تو تمھارے آنے کے میووں کا افسوس ہے
جو تم نے بابت محصول دیئے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۱۰ فروری سنہ ۱۸۶۳ عیسوی۔

ایضاً صاحب میرا سلام تمھارا خط پہنچا دونوں غزلیں دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شیوہ خوشامد نہیں اور

میرا سلام اور اشتیاق ملاقات عرض کرنا۔ نجات کا طالب غالب ۱۲ فروری ۱۸۶۶ع ۔

ایضاً ۔ منشی صاحب وہی جہان وہی زمین وہی آسمان وہی سورت وہی بمبئی وہی دلّی وہی نواب میر غلام بابا خان وہی سیف الحق سیاح وہی غالب نیم جان ۔ انگریزی ڈاک جاری ۔ ہرکاروں کو ریل کی سواری ۔ ربیع الاول میں تمہارا خط آیا ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہے صبح کے وقت یہ خط لکھ رہا ہوں ۱۲ بج گئے ہیں اس وقت تک نہ کوئی تمہارا خط آیا نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ واسطے خدا کے میرے اس خط کا جواب جلد لکھو ۔ اور اس خط میں ترک نامہ و پیام کا سبب لکھو ۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپیوں کا ارسال کرتا ہوں ۔ خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تمہارے پسند آئیں ۔ نواب صاحب کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا اور عتاب کی وجہ دریافت کرکے لکھنا ۔ نجات کا طالب غالب ۲ جنوری ۱۸۶۶ع خط بیرنگ ہے اور پارسل بھی

ایضاً ۔ برخوردار تمہارا خط پہنچا ۔ لکھنؤ کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بغداد تھا اللہ اللہ وہ سرکار امیر گر جو بے سروپا وہاں پہنچا امیر بن گیا ۔ اس باغ کی یہ فصل خزاں ہے ۔ میں بہت خوشی سے تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ اردو کا دیوان تمام انطباع سے ہاتھ آگیا اور میں نے نور چشم منشی شیو نراین کو بھیجا یقین کلی ہے کہ وہ چھاپیں گے جہاں تم ہوگے ایک نسخہ تم کو پہنچ جائیگا ۔ طریقہ سعادتمندی یہ ہے کہ ہم کو اپنی خیر و عافیت کا طالب جان کر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہم پر ظاہر کرتے رہو ۔ ہم تم سے راضی ہیں اور چونکہ تمہاری خدمت اچھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں ۔ راقم اسد اللہ خاں ۔ مرقومہ شنبہ روز عید بقر ۳ جون سنہ ۶۲ع

ایضاً ۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں تم سلامت رہو ۔ تمہارے خط کے صفحہ سادہ پر یہ سطریں رقم کرتا ہوں تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ ۔ ناشر غالب صاحب نے کلیات اپنی بکری کے واسطے نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھیجوں اور تم سے اس کی قیمت مانگوں ۔ میں نے آپ تین جلد چھپوائی ۔ دوستوں کو دور و نزدیک بانٹ دی ۔ آج یکشنبہ ہے پارسل روانہ نہ ہوگا جتنے یہ نسخے اب میرے پاس باقی ہیں کل تمہیں بھیجوں گا ۔ ہاں صاحب سو روپے کا نوٹ پہنچا ۔ اور روپیہ وصول ہوا

جواب طلب تھا۔ اشعار کی اصلاح سے مَیں نے ہاتھ اُٹھایا۔ کیا کروں ایک برس سے عوارضِ فسادِ خون میں مبتلا ہُوں بدن پھوڑوں کی کثرت سے سَرو چراغاں ہوگیا۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہُوں۔ کھانا کھانے وقت پلنگ پر سے اُتر بیٹھتا ہُوں۔ کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہُوں۔ حاجتی پلنگ کے پاس رہتی ہے۔ اُتر کر پیشاب کیا جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی بھی مگر کئی قدم جانا پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی۔ اَب نجات چاہتا ہُوں۔ بہت جیا۔ کہاں تک جیوں گا (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب نواب سیّد غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور ولادتِ فرزند کی مبارکباد دینا اور یہ قطعہ تاریخ نذر کرنا

قطعہ

میر بابا یافت فرزندے کہ ماہِ چاردہ
بر فرازِ لوحِ گردوں گردہ تمثالِ اوست

فرخی بینی و یابی بہرہ از ناز و طرب
از سرِ ناز و طرب فرزندِ فرخ سالِ اوست

[illegible] کے نون کے پچاس اور طرب کی طو سے کے نو فرزندِ فرخ فال پر بڑھانے ہو گئے

غالب۔ روز پنجشنبہ ۔ ۱۰ ۔ اگست سنہ ۱۸۶۳ع ۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی میاں داد خاں سیاح سیف الحق سلّمکم اللہ تعالیٰ۔

دُعا اور سلام اور شکر اور سپاس۔ تمھارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پرسوں بروز جمعہ ۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ء کو پہنچا کل سویں ستمبر ماہِ حال کو سَو روپے مندرجہ اُس کے ایک صرّاف سے وصول ہو گئے چھوٹے صاحب نے بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی۔ اس صرف میں میرا کام ہوا اور اُنکا نام ہوا۔ اللہ اللہ اَب بھی ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں کہ میں نے اُنکو دیکھا اور نہ اُنھوں نے مجھ کو دیکھا نہ میرا کوئی حق اُن پر ثابت نہ اُنکو کوئی خدمت مجھ سے لینی منظور۔ خیر فقیر ہُوں جب تک جیونگا دُعا دُونگا۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہونگا تمھارا بھی احسان مانونگا اَب دو ایک دن میں کاغذ آجائے تو اُس کا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نواب صاحب کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آج تک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا

فن شعر میں اگر اس شیوہ کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہ جاتا ہے۔ یاد کرو کبھی کوئی غزل تمہاری اس طرح کی نہیں ہوئی کہ جس میں اصلاح نہ ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اردو میں دونوں غزلیں لفظاً اور معنیً بے عیب ہیں کہیں اصلاح کی حاجت نہیں۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ میر غلام بابا خاں صاحب آدمی ایسے ہی ہیں جیسا تم لکھتے ہو سیاحت میں دس ہزار آدمی تمہاری نظر سے گزرا ہوگا اس گروہِ کثیر میں جو تم ایک شخص کے مداح ہو تو بیشک وہ شخص ہزاروں میں ایک ہے لاریب فیہ کیا فرمایش کروں اور کیا تم سے منگاؤں وہاں کون سی چیز ہے کہ یہاں نہیں۔ آم مجکو بہت مرغوب ہیں انگور سے کم عزیز نہیں لیکن بمبئی اور سورت سے یہاں پہنچنے کی کیا صورت مالدہ کا آم یہاں پیوندی اور ولایتی کرکے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے گمان یہ کہ وہاں بہت اچھا ہوگا سورت سے آم بھیجنے محض تکلف ہے۔ دو روپیہ کے آم اور چار روپیہ محصول ڈاک اور پھر سو میں سے شاید دس پہنچیں ہرگز کسی قسم کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا یہاں دیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبو فراواں ہیں۔ پیوندی آم بھی بہت ہیں۔ رامپور سے نواب صاحب اپنے باغ کے آموں میں سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہیں۔ اب کے تو آج بریلی سے ایک بہنگی ایک دوست کی بھیجی ہوئی آئی۔ دو ٹوکرے۔ ہر ٹوکرے میں سو سو آم کلو داروغہ نے میرے سامنے وہ ٹوکرے کھولے۔ دو سو میں سے تراسی آم اچھے نکلے اور ایک سو سترہ آم بالکل سڑے ہوئے۔ اوائل جون کا حال میں ایک ہفتہ مینہ برس کر پھر اب وہی آگ برس رہی ہے اور لو چل رہی ہے۔ شنبہ ۱۷ جون

ایضاً صاحب میں تم سے شرمندہ۔ پہلا خط تمہارا مع قصیدہ پہنچا میں قصیدہ کسی کتاب میں رکھکر بھول گیا اب دوسرا خط دیکھکر قصیدہ یاد آیا ہر چند ڈھونڈا نہ پایا بڑی بات یہ ہے کہ اسقدر مجکو یاد ہے کہ اسی وقت میں نے ان اشعار کو سراسر دیکھ لیا تھا اشعار سب ہموار تھے تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذر گزرانو اور مع الخیر وطن کو جاؤ لیکن بھائی وطن پہنچکر ضرور مجکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ میں اس نشان سے تم کو خط بھیجوں۔ نواب میر غلام بابا خاں صاحب کو فقیر کی طرف سے سلام کہنا فقط صبح سہ شنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۶۶ء۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان۔ شکوہ تمہارا میرے سر اور آنکھوں پر۔ مگر کوئی خط تمہارا

خرفت ہوں۔ پوچ ہوں۔ عاصی ہوں۔ فاسق ہوں۔ رُوسیاہ ہوں۔ یہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے

مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم
القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

آج اس وقت کچھ افاقت تھی۔ ایک فرد خط ضروری لکھتا تھا۔ بکس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا۔ مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہیں گئے۔ ناچار اب کتابت جداگانہ میں لکھتا ہوں تاکہ خلعت کا حال اور میرے حالات تمکو معلوم ہو جائیں کہ میں قوم کا ترک سلجوقی ہوں۔ دادا میرا ماوراء النہر سے شاہ عالم کے وقت میں ہندوستان میں آیا۔ سلطنت ضعیف ہو گئی تھی۔ صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقال اُس کے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبداللہ بیگ خان بہادر لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چند روز حیدرآباد جا کر نواب نظام علیخاں کا نوکر ہوا۔ تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا۔ کئی برس وہاں رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے میں جاتی رہی۔ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا۔ راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا۔ وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا۔ نصر اللہ بیگ خاں میرا چچا حقیقی مرہٹوں کی طرف سے اکبرآباد کا صوبہ دار تھا۔ اُس نے مجھے پالا۔ ۱۸۰۶ء میں جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کمشنری ہو گئی۔ اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سواروں کی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سوار کا برگیڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر مرزبانی کی تھی کہ بمرگ ناگاہ مر گیا۔ رسالہ برطرف ہو گیا۔ ملک کی عوض نقدی مقرر ہو گئی وہ اب تک پاتا ہوں۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ ۱۸۳۰ء میں کلکتے گیا۔ نواب گورنر جنرل سے ملنے کی درخواست کی۔ دفتر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی۔ سات پارچے اور جیغہ سرپیچ۔ مالائے مروارید۔ یہ تین رقم کا خلعت ملا۔ زاں بعد جب دلّی میں دربار ہوا مجکو بھی خلعت ملتا رہا۔

لیجا کر پلنگ پر صحن میں ڈالدیتے ہیں۔ تمہاری غزلیں۔ میر ابراہیم علیخاں بہادر کی غزلیں۔ میر عالم علیخاں کی غزلیں
حکیم میر احمد حسن صاحب کی غزلیں اور کیا کہوں کس کس کی غزلیں۔ یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں اگر کوئی دن
زندگی اور ہے اور یہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غزلوں کو دیکھوں گا تصویر کا حال یہ ہے کہ ایک مصور صاحب میرے
دوست میرے چہرہ کی تصویر اُتار کر لیگئے اس کو تین تین مہینے ہوئے آج تک بدن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں
آئے۔ میں نے گوارا کیا آئینہ پر نقشہ اُتروانا بھی ایک دوست اس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے
میں نے اُن سے کہا کہ بھائی میری شبیہ کھینچ دو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل نہیں پرسوں اسباب کھینچنے کا لیکر آؤنگا
شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرّم یہ پانچواں مہینہ ہے آج تک نہیں آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب کا
قطعہ پہنچا۔ اُس میں کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھے۔ اب اصلاح دے کون۔ میں تو اپنی مصیبت میں
گرفتار۔ بارے ایک میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُس کو موقع
محل بتا دیا۔ جو میں کہتا گیا اُس طرح وہ بناتا گیا وہ قطعہ کا کاغذ بعد اصلاح کے اکمل المطابع میں بھجوا دیا ہفتہ
آئندہ میں تم بھی دیکھ لوگے۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ ۱۱ جون ۱۸۶۶ء۔

بنام مولوی منشی حبیب اللہ خاں المتخلص بہ ذکا

صبح جمعہ ۹ شوال ۱۲۸۳ھ۔ ۱۵ فروری ۱۸۶۷ء۔ بھائی میں نہیں جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی ارادت اور
مجھ کو تم سے اتنی محبت کیوں ہے۔ ظاہرا معاملہ عالم ارواح ہے اسباب ظاہری کو اس میں دخل نہیں تمہارے خط
کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے وقت پر پہنچے گا۔ ستر ابہترا۔ اردو میں ترجمہ پیر خرف ہے
میری بہتر برس کی عمر ہے پس میں خرف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ سامعہ باطل بہت دن سے تھا
رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہیں رسمی
پرسش مزاج سے بڑھکر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں غذا مفقود ہے صبحکو قند اور شیرۂ بادام مقشر
دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سر شام تلی ہوئی چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اور اسی قدر گلاب

اور دو محمد نجیب خاں صاحب کو دے بھیجئے۔ دوشنبہ۔ ۲۸ نومبر ۱۸۶۴ء ؁ غالب۔

ایضاً اے میرے شفیق میرے شفیق مجھ سے پیچ و پوچ کے ماننے والے مجھ سے بُرے کو اچھا جاننے والے۔ میرے محب۔ میرے محبوب تم کو میری خبر بھی ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیم جاں ہوں آگے بہرا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہوں۔ رامپور کے سفر کا رہ آورد ہے رعشہ و ضعف بصر جہاں چار سطریں لکھیں انگلیاں ٹیڑھی ہو گئیں حرف سوجھنے سے رہ گئے۔ اکہتر برس جیا بہت جیا اب زندگی برسوں کی نہیں مہینوں اور دنوں کی ہے۔ پہلا خط تمھارا پہنچا اس سے تمھارا مریض ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دوسرا خط مع غزل آیا۔ غزل کو دیکھا سب شعر اچھے اور لطیف۔ حافظہ کا یہ حال ہے کہ غزل کی زمین یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدلا گیا تھا۔ غرض کہ وہ غزل بعد مشاہدہ تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو۔ کل ایک خط رجسٹری دار آیا گویا ستارۂ دنبالہ دار آیا۔ حیران کہ ماجرا کیا ہے بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ ہائے بیجا سے لبریز۔ صاحب میرے نام کا خط جہاں سے روانہ ہو وہیں رہ جائے تو رہ جائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں پہنچکر کیا مجال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے۔ وہاں کے ڈاک کے کارپردازوں کو اختیار ہے مکتوب الیہ کو دیں یا نہ دیں۔ آپ مرزا صابر کا تذکرہ مانگتے ہیں اُس کا یہ حال ہے کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر میں تاراج ہو گیا اب ایک مجلّد اُس کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھو۔ جواب کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۲۵۔ ذیحجہ ۱۲۸۳ھ - ۱۲ مئی ۱۸۶۶ع

ایضاً۔ مولانا ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا۔ اُس کے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر ایک اور مہربانی نامہ آیا اُس میں میں نے اپنے خط کا جواب نہ پایا ناچار اس خط کے جواب کی نگارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور ہمت آزادانہ نے فطرت کیا دادہ اس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر افروز اور طبیعت اُس کے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی

بعد غدر بجرم مصاحبتِ بہادر شاہ دربار و خلعت دونوں بند ہوگئے۔ میری بریت کی درخواست گزری۔ تحقیقات ہوتی رہی۔ تین برس بعد پنڈ چھٹا۔ اب خلعت معمولی ملا۔ غرضکہ یہ ریاست کا ہی عوض خدمت نہیں انعامی نہیں۔ متوحش الذہن نہیں ہوں۔ غلط فہم ہوں۔ بدگمان نہیں ہوں۔ جو جسکو سمجھ لیا اُسمیں فرق نہیں آتا۔ دوست سے راز نہیں چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدر آباد سے گمنام خط ڈاک میں بھیجا بیرنگ۔ بُری طرح کیا تھا کھولتے میں سطر کٹ گئی۔ بارے مطلب ہاتھ سے نہیں جاتا۔ بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ مجکو تم سے رنج و ملال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی۔ اور میں نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو وہ خط بجنسہ تمھارے پاس اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں زنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا مدعا اس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمھاری ترقی منصب اور افزونی شان جو اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔ ؎

ایضاً بندہ پرور تمھارے دونوں خط پہنچے۔ غالب خستہ دم۔ کوتہ قلم۔ نہ لکھے تو اور بات ہے دونوں خط آپ کے اور ایک پارسل محمد نجیب خاں کا بہ تقدیم و تاخیر دو سہ روز موصول ہوئے آپکا پارسل بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائیگا۔ خانصاحب کے پارسل میں ایک کتاب ارمغان اور اوراق اصلاح بھیجے جائیں گے۔ ہاہاہا محرق قاطع کا تمھارے پاس پہنچنا ے کا مے کہ خواستم زخدا شد میسرم ؎ میں اُس خرافات کا جواب کیا لکھتا۔ مگر ہاں سخن فہم دوستوں کو غصہ آگیا ایک صاحب نے فارسی عبارت میں اُس کے عیوب ظاہر کیے دو طالبعلموں نے اُردو زبان میں دو رسالے جُدا جُدا لکھے۔ دانا ہو اور منصف ہو محرق کو دیکھکر جانوگے کہ مؤلف اس کا احمق ہے اور جب وہ احمق دافع ہذیان و سوالات عبدالکریم اور لطائف غیبی کو پڑھکر متنبہ نہ ہوا۔ اور محرق کو دھونڈ ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ بیحیا بھی ہے۔ دافع ہذیان سوالات۔ لطائفِ غیبی۔ تینوں نسخے ایک پارسل میں اس خط کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں انھیں دیکھئے اور بہ تقدیم و تاخیر یک دو روز نظرِ انور سے گزریں۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بفور ورود لکھیے گا جب آپکا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے تو اسکی رسید رقم کیجائیگی۔ چار نسخے پارسل میں ہیں وہ آپ لیجیئے۔

ایضاً۔ جانِ غالب۔ تم نے بہت دن سے مجھکو یاد نہیں کیا۔ ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور آمد و رفت ڈاک کی مدت گزر گئی۔ اُس کا جواب تو سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا۔ مؤید برہان میرے پاس بھی آگئی ہے اور میں اُس کی خرافات کا حال بقیدِ شمارِ صفحہ و سطر لکھ رہا ہوں۔ تمہارے پاس بھیجوں گا شرطِ مودّت بشرط آنکہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اس کا جواب میرے بھیجے ہوئے اقوال جہاں جہاں مناسب جانو درج کردو۔ میں اب قریبِ مرگ ہوں۔ غذا بالکل مفقود اور مرض مستولی۔ بہتّر برس کی عمر انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ میاں محمد میرلی کو دعا۔ طالبِ جواب غالب ۹ اپریل ۱۸۶۸ع

ایضاً بندہ پرور آج تمہارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی میں نے اُس کا جواب ڈاک میں بھجوایا۔ اور اس خط کے ساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا۔ دسویں بارھویں دن خط اور مہینا بیس دن میں پارسل پہنچیگا خط کا جواب ضروری الارسال نہیں لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھیئے گا۔ آپ کے خط کی عبارت تو میں سمجھا لیکن مُدّعا مجھ پر نہ کھُلا۔ میں نے پارسل کب آپکے پاس بھیجا اور کب آپکو لکھا کہ آپ پارسل مؤید الدین خاں کو دیدیجیگا پارسل کا لفافہ سو لفافہ آپکے نام کا اور آپکو اُس کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی مؤید الدین خاں صاحب سے ملیے اور میرا خط جو آپکے نام کا ہے اُنہیں دکھلایئے اور اُن سے پارسل کا حال دریافت فرمایئے آپ ولایتی بھی نہیں جو میں یہ تصور کروں کہ اُردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی نہ کر سکے بہرحال اب مدعا سمجھ لیجیے۔ اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمایئے اور پارسل کا حال معلوم کر کے لکھیے داد کا طالب غالب ۔ ۱۹ جمادی الاول و ۱۹ اکتوبر روز دوشنبہ

ایضاً بندہ پرور کل آپکا تفقد نامہ پہنچا آج میں پاسخ طراز ہوا۔ جس کاغذ پر میں یہ نقوش کھینچ رہا ہوں آپکے خط کا دوسرا ورق ہے۔ پہچان لیجیے اور معلوم کیجیے کہ آپکا مجموعۂ کلام معجز نظام اور اُس کے بعد ہیم دو خط پہنچے۔ میں صحیفۂ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہوں۔ بلکہ اُسی خط میں محمد نجیب خاں کو سلام اور ارمغان کا شکر اور اوراق اشعار اصلاح طلب کی رسید میں نے لکھدی ہے۔ پارسل کے سرنامہ سے میرا نام مٹا نہیں۔ پارسل تلف ہوا نہیں۔ آٹھ دس روز ہے ہونگی کہ وہ مجلد اُسی پارسل میں کر اُسکو دوگردان

اب درنگ و درزی کی تقصیر معاف کیجیے اور اپنے دو نگارشوں کا جواب لیجیے۔ صاحب تاریخ انطباع کلیات خوب لکھی ہے۔ مگر ہزار حیف کہ بعد از اتمام انطباع پہنچی۔ اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی۔ بشنو تم چراغ دودمان مہر و وفا اور منجملہ اخوان الصفا ہو۔ مجھ سے تمھیں محبت روحانی ہے گویا یہ جلد تمھاری زبانی ہے۔ دوست کی بھلائی کے طالب ہو۔ اس شیوہ میں شریک غالب ہو ایک خواہش میری قبول کرو تاکہ مجھ کو حسرت حصول ہو۔ بہادری کا ذکر نہیں کرتا ہوں واقعہ حال معروض کرتا ہوں جناب مولوی مؤید الدین خاں صاحب کے بزرگوں میں اور فقیر کے بزرگوں میں باہم وہ خلت و معرفت مرعی تھی کہ وہ مقتضی اس کی ہوئی کہ ہم میں اور ان میں برادرانہ ارتباط اور اختلاط باہم ہے اور ہمیشہ یوں ہی بلکہ روز افزوں رہیگا۔ خط میں خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے۔ تو میں ان کے نام کا خط تمھارے خط میں ملفوف کرکے بھیجتا۔ ناچار اب آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ مولوی صاحب سے ملیں اور ان کو یہ خط اپنے نام کا دکھائیں اور میری طرف سے بعد سلام میرے کلیات کی پارسل کا ان کے پاس اور ان کے ذریعۂ عنایت سے اس مجلد کا حضرت فلک رفعت نواب مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اس کے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کرکے مجھ کو مطلع فرمائیں۔ جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۸۶۳ء۔ غالب

ایضاً منشی صاحب الطاف نشان سعادت و اقبال توامان منشی حبیب اللہ خاں کو غالب خستہ جگر کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط پہنچا پڑھ کر دل خوش ہوا۔ تم میری بات پوچھتے ہو مگر میں کیا لکھوں۔ ہاتھ میں رعشہ انگشتان لکھنے میں نہیں۔ ایک آنکھ کی بینائی زائل۔ جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہوں۔ مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے مرنے کی روح کو اس کی بو پہنچتی ہے۔ ایسے ہی میں سونگھ لیتا ہوں غذا کو۔ پہلے مقدار غذا کی تولوں پر منحصر تھی اب ماشوں پر ہے۔ زندگی کی توقع آگے مہینوں پر تھی اب دنوں پر ہے بھائی نہیں کچھ مبالغہ نہیں ہے بالکل میرا یہی حال ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۲۸۲ھ ہجری ۔

شروع ہوا۔ غذا صبحکو سات بادام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گاڑھا پانی۔ قریب شام کبھی کبھی تین تلے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پانچ روپیہ بھر شراب خانہ ساز اور اسقدر عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اُٹھ نہیں سکتا۔ اور اگر دونوں ہاتھ ٹیک کے چارپایہ بنکر اُٹھتا ہوں تو پنڈلیاں لرزتی ہیں۔ معہذا دن بھر میں تین بار اور اُسی قدر رات بھر میں پیشاب کی حاجت ہوتی ہے حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اٹھا اور پیشاب کیا اور پڑ رہا۔ اسباب حیات میں سے یہ بات ہے کہ شبکو بدخواب نہیں ہوتا بعد اراقۂ بول بے توقف نیند آجاتی ہے۔ ماہیانہ ۱۶۲ کی آمد۔ ۲۰۰ مصارف کا خرچ ہر مہینے میں ۳۸ کا گھاٹا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں۔ عمر دن نا کہ بدیہی ہے۔ مرنا کیونکر گوارا ہوگا۔ جواب خط کا طالب غالب۔ شنبہ ازروے جنتری ۲۶۔ اور ازروے رؤیت ۲۵۔ رجب سنہ ۱۲۸۳ ہجری اور ۴ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ء بھائی یہ خط ازراہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔

ایضاً جانان بلکہ جان مولوی منشی حبیب اللہ خاں کو غالب خستہ دل کا سلام اور نور دیدہ و سرور سینہ منشی محمد میراں کو دعا اور مجھکو فرزند ارجمند کے ظہور کی نوید جو نگارش صاحبزادہ کی طرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمہاری تھی اب تم بتاؤ کہ رقعہ کسی کی طرف سے تمنے لکھا ہے یا خود اُسنے تحریر کیا ہے لڑکا تمہارا تمہارے ساتھ حیدرآباد نہیں آیا۔ ظاہر اب تم نے وطن سے بلایا ہے مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ثمر یہی ہے یا اُس کے کوئی بھائی بہن اور بھی ہے۔ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اس کے ساتھ تم نے بلایا ہے۔ ہاں صاحب محمد میراں ایسم مقتضی اس کا ہے کہ آپ قوم کے سید ہوں منشاء افراط پرسش دفور محبت ہے نہ فضولی۔ یوسف علیخاں شریف اعالی خاندان ہیں بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس روپے مہینہ پاتے تھے جہاں سلطنت گئی وہاں وہ تنخواہ بھی گئی شاعر ہیں۔ ریختہ کہتے ہیں۔ نجوم شیدا ہیں مضطر ہیں ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں علم اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا باپ میرا دوست تھا۔ میں انکو بجاے فرزند سمجھتا ہوں بقدر اپنی دستگاہ کے کچھ جینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت عیال وہ انکو کفتی نہیں تم انکی درخواست

کرلیا ہے بعد اوسکے محصول آپکا نام لکھکر روانہ کردیا ہے یقین ہے کہ بعد آپکے خط کی روانگی کے آپکے پاس پہنچ گیا ہوگا - ہاں صاحب خط دیروزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا مع اس حکم کے کہ میں اُس کو مولوی صاحب پاس پہنچاؤں میں نے پایا - حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات نہیں صرف اتحاد معنوی کے اقتضا سے اُنہوں نے دافع ہذیان لکھکر فن سخن میں مجھ کو مدد دی ہے - منشی گوبند سنگھ دہلوی ایک اُنکے شاگرد اور میرے آشنا ہیں - اُنکو وہ خط بجنسہٖ بھیجدیا - یقین ہے کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بھجوادیں گے - انہیں کے اظہار سے دریافت ہوا ہے کہ مولوی صاحب مرشد آباد بنگالہ میں ہیں نواب ناظم نے نوکر رکھ لیا ہے ہر شخص نے بقدر حال ایک ایک قدردان پایا - غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی ؏ کسم بخود نہ پذیرفت و دہر بازم برد ۔ چو نامۂ کہ بود نانوشتہ عنوانش ۔ یہ شعر میرا ہے ولیعہد خسرو دہلی میرزا فتح الملک بہادر مغفور کے قصیدہ کا اور دیکھو ایک رباعی میری ؏

دستم بہ کلید گنج نے می بایست		ور بود ہمی بدامنے می بایست	
با ہیچکم بکس نیفتادے کار		یا خود بزمانہ چوں منے می بایست	

انا للہ وانا الیہ راجعون ۵

ایضاً دوست روحانی و برادر ایمانی مولوی حبیب اللہ خاں میر منشی کو فقیر غالب کا سلام تم نے یوسف علی خاں کو کہاں سے ڈھونڈھ نکالا اور اُنکا تخلص اور اُن کا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلّہ کے اُن کو خط کیونکر بھیجا - اور وہ خط اُن کو کیونکر پہنچا ؏ حیرت اندر حیرت است اے یار من ۔ پہلے یہ تو کہو کہ درفش کاویانی اور وہ قطعہ جسکی پہلی بیت یہ ہے تمکو پہنچا یا نہیں اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیوں نہیں لکھی

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ		درخصوص گفتگوی پارس انشا کردہ است	

اگر یہ پارسل پہنچگیا ہے تو رسید لکھو اور دیباچہ ثانی جدید کی داد دو - اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع دو تاکہ ایک نسخہ اور بھیجوں - زیستن دشوار - اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے تہترواں برس

جاؤں گا اور آج پانچویں ہے بس وہ تو کل روانہ ہو گئے اب میں وہ خط کس کے پاس بھیجوں ناچار تم کو لکھتا ہوں
کہ میں خط اُن کے اپنے پاس رہنے دونگا۔ جب وہ آکر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دیں گے تب وہ خط اُن کو بھیجونگا تم کو
تردد نہ ہو کہ کیا خط ہے خط نہیں ہنڈسولال کاتھ غمّاز کی عرضی تھی بنام مہاراجہ بیکنٹھ باشی سعادت نشان بابو
صاحب پر مشتمل کہ اُس نے لکھا تھا کہ ہردیو سنگھ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان مہاراجہ جیو
کے پاس لایا ہے اور جانی کی دوستی روزگار سے پور کی سرکار میں کر رہا ہے اور اُسکے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے
اُن کے لکھنے سے مجھکو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہے میں نے اُن کو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم
اب ہردیو سنگھ کو بلوالو۔ میں امر جزوی کے واسطے امر کلی کا بگاڑ نہیں چاہتا اُس کے جواب میں انہوں نے
وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ مرنے والا ایسا نہ تھا کہ ان باتوں پر نگاہ کرتا۔ اُس نے یہ عرضی گزرتے
ہی میرے پاس بھیجدی فقط ہمارے خط کے جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہو گئی مگر اپنی فکر پڑی
یعنی بابو صاحب ناخوش ہوں گے۔ اگر ہردیو سنگھ پھر کر آئیگا تو وہ بغیر اُن کے ملے اور اُن کے کہے مجھ تک
کاہے کو آئیگا۔ خیر وہ بھی کہتا ہے کہ راول کہیں کو گیا ہوا ہے اُس کے آنے پر رخصت ہو گی دیکھیے وہ کب
آوے اور کیا فرض ہے کہ اُس کے آتے ہی رخصت ہو بھی جائے۔ تمہاری غزل پہنچی۔ یہ البتہ کچھ دیر سے
پہنچے گی تمہارے پاس۔ گھبرانا نہیں والدعا ماز اسداللہ نگاشتہ سہ شنبہ روز ورود نامہ
و در سلہ چہار شنبہ ششم اپریل ۱۸۵۳ع۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی کا ہاتھرس سے آنا معلوم ہوا
آویں تو میرا سلام کہدینا۔ یہ تمہارا دعاگو اگرچہ اور اُمور میں پایۂ عالی نہیں رکھتا۔ مگر احتیاج میں اسکا
پایہ بہت عالی ہے یعنی بہت محتاج ہوں سو دو سو میں میری پیاس نہیں بجھتی۔ تمہاری ہمت بلند
سو ہزار آفریں جے پور سے مجھکو دو ہزار روپیہ ہاتھ آ جائے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار برس
کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اور بڑھ جاتا۔ یہ بات سنو تو بھائی تمہاری جان کی قسم متفرقات میں جاکر

کے جواب سے قطع نظر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ صاحب میں بعین عنایت الٰہی کثیر الاحباب ہوں ایک دوست نے
کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے نام اُسکا مؤید برہان ہے
اُس رسالہ میں رفع کئے ہیں تیرے وہ اعتراض جو تو نے دکنی پر کئے ہیں اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات
وارد کئے ہیں اور اہل مدرسہ اور شعرائے کلکتہ نے تقریظیں و تاریخیں بڑی دھوم کی لکھی ہیں بجائے بخشش کی
میں نے تیغ علم پر ایک قطعہ لکھکر چھپوایا اور کئی ورق اُس دوست کو اور دو چار جلدیں درفش کاویانی
علاوہ اوراق مذکور کو بھیجدیئے۔ اسی زمانے میں تین چار ورق خوب یاد ہے کہ درفش کی جلد میں رکھکر تم کو
بھیجے ہیں یا تو مجھے غلط یاد ہے یا تم نے درفش کو کھول کر دیکھا نہیں وہ اوراق مع درفش زینت طاق
نسیاں ہیں دو ورق اس لفافہ میں اپنے مکرر بھیجتا ہوں تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھے اور یہ جانے کہ
فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔ ہاں صاحب اودھ اخبار میں ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا
مکان تنگ ست جہاں تنگ ست مع مختار الملک میں متضمن استدعائے مسکن وسیع پھر مہینہ بھر بعد
اسی اودھ اخبار میں یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو بدلا مگر تین روپیہ بڑھا دیا۔ اسی اخبار میں پھر دیکھا گیا کہ
ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہے اور اُن کے شاگرد وضیع تخلص نے اُس کا
جواب لکھا ہے آپ سے اس روداد کی تفصیل اور جواب اعتراض و معترض کے نام کا طالب ہوں بسبیل
استعجال۔ دوشنبہ ۱۶۔ شعبان سنہ ۱۲۸۳ ہجری۔

بنام منشی ہرگوپال صاحب المخاطب بمیرزا تفتہ

آج منگل کے دن ۵ اپریل کو تین گھڑی دن رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط
تمہارا۔ اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالب معلوم ہو گئے مگر ایک امر میں
حیران ہوں کہ کیا کروں یعنی اُنہوں نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ
لکھا ہے کہ اسکو اُلٹا میرے پاس بھیجدینا۔ حالانکہ خود لکھتے ہیں کہ میں اپریل کی چوتھی کو سیاٹو یا آبو

مولوی قمر الدین خاں کو بھی سلام کہنا۔ تم اپنے کلام کے سمجھنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو۔ چار جزو
میں تو بیس جزو ہیں تو بے تکلف بھیجدو۔ میں شاعر سخن سنج اب نہیں رہا۔ صرف سخن فہم رہ گیا ہوں۔ بوڑھے
پہلوان کی طرح پیچ بتلانے کی گوں ہوں۔ بناوٹ نہ سمجھنا۔ شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا۔ اپنا اگلا
کلام دیکھکر حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ میں نے کیونکر کہا تھا۔ قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیجدو۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۲ اپریل سنہ ۱۸۵۸ء

ایضاً۔ میرزا تفتہ تمہارے اوراق مثنوی کا پمفلٹ۔ بکٹ پرسوں ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا
حاتم علی صاحب کی نثر شاید آغاز اگست میں روانہ کر چکا ہوں اُس نثر کی رسید نہیں پائی اور نہیں معلوم ہوا کہ
میری خدمت مخدوم کی مقبولِ طبع ہوئی یا نہیں۔ نہیں معلوم بھائی نبی بخش صاحب کہاں ہیں اور
کس طرح میں اور کس خیال میں ہیں۔ نہیں معلوم مولوی قمر الدین خاں الٰہ آباد سے آگئے یا نہیں۔
اگر نہیں آئے تو وہ وہاں کیوں متوقف ہیں۔ میر منشی قدیم وہاں پہنچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا
کر رہے ہیں۔ آپ کو تاکید لکھتا ہوں کہ ان تینوں باتوں کا جواب الگ الگ لکھیئے اور جلد بھیجئے
اس خط کے پہنچنے تک اغلب ہے کہ پارسل پہنچ جائے اُس کے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا۔ اب
اک امر سنو۔ میں نے آغاز یازدہم مئی ۱۸۵۷ء سے یکم جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد شہر اور اپنی
سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر میں لکھا ہے اور التزام اس کا کیا ہے کہ دساتیر کی عبارت
یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے۔ جو نظم اس نثر میں درج ہے وہ بھی بے
آمیزش لفظ عربی ہے۔ ہاں اشخاص کے نام نہیں بدلے جاتے۔ وہ عربی۔ انگریزی۔ ہندی
جو ہیں وہ لکھ دیئے ہیں۔ مثلاً تمہارا نام۔ منشی ہر گوپال۔ منشی لفظ عربی ہے نہیں لکھا گیا اسکی جگہ
شیوا زبان لکھ دیا ہے۔ یہی میرا خط جیسا اس رقعہ کا ہے یعنی نہ چھدرا نہ گنجان۔ اوراق بے مسطر
پر اس طرح کہ کسی صفحہ میں ۲۰ سطر کسی میں ۲۲ سطر بلکہ کسی میں ۱۹ سطر بھی آئے چالیس صفحہ یعنی ۲۰ ورق
ہیں اگر ۱۲ سطر کے مسطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزو میں آجائے یہاں کوئی مطبع نہیں ہے

سو ڈیڑھ سو بچ رہیں گے سو میرے صرف میں آ دیں گے۔ مہاجنوں کا سودی جو قرض ہے وہ بقدر پندرہ سولہ سَے کے باقی رہیگا اور وہ جو بابو صاحب سے منگوائے گئے تھے وہ صرف انگریزی سوداگر کے دینے تھے۔ قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب میں حرام اور تمھارے مشرب میں حلال ہے سو وہ دیئے گئے یقین کہ آج کل میں بابو صاحب کا خط مع ہنڈوی آجائے بابو صاحب کے جو خطوط ضروری اور کاغذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ مَیں نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پارسل میں اُن کے پاس روانہ کر دیئے اور اُس میں لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیجدو۔ پنجشنبہ کو آج ۱۵ دن پورے ہوئے۔ از اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ ۹ جون ۱۸۵۳ء +

ایضاً بھائی جس دن تم کو خط بھیجا تیسرے دن ہردیو سنگھ کی عرضی اور پچیس روپے کی رسید اور پانسو کی ہنڈوی پہنچی۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپے ہردیو سنگھ کو دیے اور مجھ سے مجرا نہ لیے بہرحال ہنڈوی ۱۲ دن کی میعادی تھی ۶ دن گزر گئے تھے ۶ دن باقی تھی مجھکو صبر کہاں ستی کاٹ کر روپے لے لئے۔ قرض متفرق سب ادا ہوا بہت سبکدوش ہو گیا۔ آج میرے پاس ۹۶ روپے نقد بکس میں اور ۴ بوتل شراب اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانے میں موجود ہیں الحمد للہ علیٰ احسانہ بھائی صاحب آگئے ہوں تو میر قاسم علیخاں کا خط اُن کو دیدو اور میرا سلام کہو اور پھر مجھکو لکھو تاکہ مَیں اُن کو خط لکھوں۔ بابو صاحب بھرت پور آجائیں تو آپ کاہلی نہ کیجیے اور اُن کے پاس جائیے گا کہ وہ تمھارے جویائے دیدار ہیں۔ اسد اللہ۔ سہ شنبہ ۲۸ جون ۱۸۵۳ء +

ایضاً صاحب کیوں مجھے یاد کیا کیوں خط لکھنے کی تکلیف اُٹھائی۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا تم کو جیتا رکھے کہ تمھارے خط میں مولوی قمرالدین خاں کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی وہ تو پنشن کی فکر میں تھے بظاہر یُوں مناسب دیکھا ہوگا کہ نوکری کی خواہش کی۔ حق تعالیٰ اُن کی جو مراد ہو برلاوے۔ اُن کو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ رقعہ پڑھوا دینا

اعانت کی۔ حق تعالیٰ اُن کو اس کارسازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب کبھی نہ کبھی میرا کام تم سے آ پڑا ہے اور پھر کام کیسا کہ جس میں میری جان اُلجھی ہوئی ہے اور میں نے اُسکو اپنے بہت سے مطالب کے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے۔ خدا کیواسطے پہلو تہی نہ کرو اور بدل توجہ فرماؤ کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے۔ جلد آراستگی کا ذمہ برخوردار عبد اللطیف کا کردو۔ میری طرف سے دعا کہو اور کہو کہ میں تمھارا بوڑھا اور مفلس چچا ہوں۔ تصحیح بھائی کریں۔ تزئین تم کرو۔ کہتا ہوں مگر نہیں جانتا کہ تزئین کیونکر کیا چاہیئے۔ سُنتا ہوں کہ چھاپے کی کتاب کے حرفوں پر سیاہی کی قلم پھیرتے ہیں تاکہ حرف روشن ہو جائیں۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھنچ جاتی ہے پھر جلد بھی پُر تکلف بن سکتی ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صنّاعی اور ہوشیاری اُن کی میرے کس دن کے کام آویگی۔

میرزا تفتہ تم بڑے بے درد ہو۔ دلی کی تباہی پر تم کو رحم نہیں آتا بلکہ تم اُسکو آباد جانتے ہو۔ یہاں نیچہ بند تو میسر نہیں صحّاف اور نقاش کہاں۔ شہر آباد ہوتا تو میں آپ کو تکلیف کیوں دیتا یہیں سب درستی میری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی۔ قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو۔ میں تو اُن کے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانیں اور میرا کام کریں تو کیا عجب ہے۔ دو روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہیں جب مجکو لکھو گے۔ ہنڈوی بھیجدوں گا چھ روپے آٹھ روپے دس روپے حد بارہ روپیہ میاں کو سمجھا دینا۔ کمی کی طرف نہ گریں چیز اچھی نہایت بارہ روپے میں چھ جلدیں تیار ہوں۔ منشی شیو نراین کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکھیں نام اور عُرف بس۔ اجزاے خطابی کا لکھنا نامناسب بلکہ مضر ہے مگر ہاں نام کے بعد لفظ بہادر کا اور بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خاں بہادر۔ غالب۔ بھائی تم نے اوراق مثنوی کی رسید نہ لکھی کہیں وہ پارسل میں سے گِر تو نہ گئے ہوں۔ دیکھو کس لُطف سے میری حقیقت بیان ہوئی ہے۔ اوروں کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر میں اسکی عبارت کیا بتاؤں۔ صاحب مطبع اس امر کو

سُنتا ہُوں کہ ایک ہزار اس میں یا کاپی نگار خوشنویس نہیں ہے۔ اگر آگرہ میں اس کا چھاپا ہو سکے تو مجھ کو اطلاع کرو۔ اس تہیدستی اور بے نوائی میں پچیس کا مَیں بھی خریدار ہو سکتا ہوں لیکن صاحبِ مطبع اتنے پر کیوں ماننے لگا اور البتہ چاہیئے کہ اگر ہزار نہ ہُوں تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات سو جلد چھاپنے کی صورت میں ۸ (عہ) قیمت پڑے۔ کاپی تو ایک ہی ہو گی۔ رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگے گا۔ لکھائی متن کی تو آپ کو معلوم ہو گئی۔ حاشیہ پر البتہ لغات کے معنے لکھے جائیں گے بہرحال اگر ممکن ہو تو اسکا تکدمہ کرو۔ اور حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو مگر منشی قمر الدین خاں آ گئے ہوں تو اُن کو شریکِ مصلحت کر لو۔ ان تینوں کا جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلبِ خاص کا جواب یہ سب ایک خط میں پاؤں ضرور۔ ضرور۔ ضرور۔ غالب نگاشتہ و روان داشتہ سہ شنبہ۔ ہفدہم اگست ۱۸۵۸ء

جواب طلب واسطے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا۔ ÷

ایضاً لِلّٰہِ الشکر تمہارا خط آیا۔ اور دلِ سودا زدہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں کرتے مَیں نے ہرگز نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جزو میں آ جائے۔ مَیں نے لکھا تھا کہ عبارت اس قدر ہے کہ دو جزو میں آ جائے۔ لیکن مَیں چاہتا ہُوں کہ حجم زیادہ ہو۔ بہرحال اس نسخہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوعہ ہے لغات کے معنے حاشیہ پر چڑھیں اس کی روش دلاویز اور تقسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھ دی اچھا کیا بھائی منشی نبی بخش صاحب نے نثر کے دو فقرے جس محل پر کہ اُن کو بتائے ہیں ضرور لکھوا دینا۔ مَیں نے جو تم کو میرزائی کا خطاب دیا ہے اُن فقروں میں اس کا اظہار کیا ہے۔ بہت ضروری ہے یہ امر اور مَیں منشی شیو نراین صاحب کو آج صبح کو لکھ چکا ہُوں۔ تیسرے صفحے کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے اگر در دمِ دیگر نہیب مباش بہم زند۔ نہیب کی جگہ نوالے بنا دیا۔ یہ نوالے مباش بہم زند نہیب لفظِ عربی ہے اگر رہ جائے گا تو لوگ مجھ پر اعتراض کریں گے۔ تیز چاقو کی نوک سے نہیب کا لفظ چھیلا جائے اور اسی جگہ نوالے لکھ دیا جائے۔ رائے اُمید سنگھ نے مجھ پر عنایت اور مطبع کی

بندہ پرور نواب عطاء اللہ خاں میرے بڑے دوست اور شفیق ہیں اُن کے فرزند رشید میر غلام عباس المخاطب بہ سیف الدولہ یہ دونوں صاحب صحیح و سالم ہیں۔ شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گاؤں ہے وہاں رہتے ہیں شہر میں اہلِ اسلام کی آبادی کا حکم نہیں اور اُن کے مکانات قُرق ہیں۔ ضبط ہو گئے ہیں نہ واگذاشت کا حکم ہے۔

ایضاً مرزا تفتہ اس غمزدگی میں مجکو ہنسانا تمہارا ہی کام ہے۔ بھائی تضمین گلستاں چھپوا کر کیا فائدہ اُٹھایا ہے جو انطباع سنبلستاں سے نفع اُٹھاؤ گے۔ روپیہ جمع رہنے دو۔ آمد اچھی چیز ہے اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دیدو بعد نو مہینے کے روپیہ تمکو مل جائیگا یہ میرا ذمہ کہ ان نو مہینے میں کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر چاہا تو ابھی تو ہوتے ہوتے اُسکو مُدت چاہیئے۔ رستخیز بیجا ہو چکا۔ اب ہو تو رستخیز ہو۔ یعنی قیامت اور اُس کا حال معلوم نہیں کہ کب ہوگی اگر اعداد کے حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز کے ۱۲۷۷ ہوتے ہیں۔ احتمالِ فتنہ سال آیندہ پر رہا سو بھی موہوم۔ میاں مَیں جو آخر جنوری کو رام پور جا کر آخر مارچ میں یہاں آگیا ہوں تو کیا کہوں کہ یہاں کے لوگ میرے حق میں کیا کیا کچھ کہتے ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ شخص والیٔ رامپور کا اُستاد تھا۔ اور وہاں گیا تھا اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچہزار روپیہ سے کم نہ دیا ہوگا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دو سو روپیہ مہینا کر دیا تھا۔ نواب لفٹنٹ گورنر آگرہ آیا و جو رامپور آئے اور انکو غالب کا وہاں ہونا معلوم ہوا تو اُنھوں نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو اس کو جواب دو۔ نواب نے برطرف کر دیا۔ یہ تو سب سُن لیا اب تم اصل حقیقت سنو۔ نواب یوسف علیخاں بہادر تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں۔ آگے گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتے تھے اب جولائی ۱۸۵۹ء سے سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتے ہیں بُلاتے رہتے ہیں

اُردو میں آخر کتاب پر لکھدیں منشی جی سے نثر لکھوالو۔ منشی عبد اللطیف کو یہ خط پڑھا دو۔ ہیبت کی جگہ نوا بنا دو۔ صاحب مطبع کو میرا تتمہ دو۔ خاتمہ پر ممانعت کا حکم صاحب مطبع سے لکھوا دو۔ برخوردار عبد اللطیف سے مقدار روپیہ کی دریافت کرکے مجھکو لکھ بھیجو۔ اپنی مثنوی کی رسید لکھو۔ اپنے بجان و دل مصروف ہونے کا اقرار کرو۔ ان سب اُمور کی مجھے خبر دو۔ غالب جمعہ۔ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء ہنگام نیمروز۔

ایضاً۔ میرزا تفتہ کو دُعا پہنچے۔ دونوں فقرے جس محل پر بتائے ہیں حاشیہ پر لکھدیے ہونگے ہیبت کے لفظ کو چھیل کر نوے بنا دینا ہوگا۔ برخوردار منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا اُن کی سعادتمندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کریں اور ادھر متوجہ ہوں۔ کاپی لکھی جانی اور چھاپا ہونا شروع ہوگیا ہوگا۔ آخر پتھر بڑا ہے۔ تو چاہیے آٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے جائیں اور کتاب جلد منطبع ہو جاوے۔ بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہیں۔ مجھپر مہربان اور حسنِ کلام کے قدردان ہیں اُس کی تصحیح میں بے پروائی کریں گے تو کیا میری تفضیح کے رُوادار ہوں گے۔ بھائی تم نے بھی اور منشی شیونراین صاحب نے بھی لکھا۔ میں ایک عبارت لکھتا ہوں اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت میں چھاپ دو۔ نامہ نگار غالب خاکسار کا یہ بیان ہے کہ یہ جو میری سرگذشت کی داستان ہے اُسکو میں نے مطبع مفید خلائق میں چھپوایا ہے اور میری رائے میں اُس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اَور صاحب مطابع جب تک مجھ سے طلب رخصت نہ کریں اپنے مطبع میں اس کے چھاپنے پر جرأت نہ کریں۔ اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو تو منشی شیونراین صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپ دیں۔ یہ سب باتیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب دو امر ضروری الاظہار تھے۔ اسواسطے یہ خط لکھا ہے ایک تو اُردو عبارت دوسرے یہ کہ میرے شفیق مکرم سید مکرم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور اُنھوں نے ایک بات جواب طلب لکھی ہے اُسکا جواب اسی خط میں لکھتا ہوں تمکو چاہیے کہ اُن سے کہدو بلکہ یہ عبارت اُن کو دکھا دو

آغا میں رہنے دو اور آیندہ اسی بحر میں اور اشعار لکھ لو۔ چاہو کوئی اور طرح نکالو۔ لیکن یہ خیال میں رہے کہ سائل کو متوفی کے نام کا درج ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن سوا اس بحر کے یا بحر رمل کے اور بحر میں نہیں آسکتا۔ وہ شعر میرا یہ ہے ؎

برم چون نام بابو برج موہن　　　چکد خونِ دل ریش از لب من

غالب۔ نگاشتہ روز جمعہ ۔ سی ام اپریل ۱۸۶۸ع۔

ایضاً۔ بھائی تمھارا وہ خط جس میں اوراق مثنوی ملفوف تھے پہنچا۔ اوراق مثنوی وراق دستنبو کے ساتھ پہنچیں گے۔ اب تمھارے مطالب کا جواب جُدا جُدا لکھتا ہوں۔ الگ الگ سمجھ لینا صاحب تم نے مرزا حاتم علی بیگ صاحب کیوں کہا۔ بات اتنی تھی کہ وہ مجکو لکھ بھیجتے کہ شرائی اور مرزا صاحب نے پسند کی۔ اب ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکر بجالانے کا شکر بجالاتا ہوں چھاپے کے باب میں جو آپ نے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانوگے اہتمام اور عجلت اس کے چھپوانے میں اس واسطے ہے کہ اس میں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجوں گا۔ اور ایک جلد بذریعہ اُن کے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کروں گا اب سمجھ لو طرز تحریر کیا ہوگی۔ اور صاحبانِ مطبع کو اُس کا انطباع کیوں نا مطبوع ہوگا۔ جیتے رہو اس غمزدگی میں مجکو ہنسایا وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا ؎ گرچہ عمل کار خردمند نیست ٭ عمل کار اہل کار ٭ یہ شعر شیخ سعدی کا بادشاہ کی نصیحت میں ہے ؎ جز بخردمند مفرما عمل ٭ یعنی خدمت و اعمال سوا علما اور عقلا کے اور کی تفویض نہ کر۔ پھر خود کہتا ہے ؎ گرچہ عمل کار خردمند نیست ٭ یعنی گرچہ خدمات اشغال سلطانی کا قبول کرنا خردمندوں کا کام نہیں اور عقل سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو خطر میں ڈالے۔ عمل الگ ہے اور کار مضاف ہے بطرف خردمند کے ورنہ دُہائی خدا کی عمل کار اہل کار کے معنے پر نہیں آتا مگر قتیل اور واقف یا یورپ کے ملکوں کی فارسی۔ فقط غالب

اب میں گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا۔ بشرطِ حیات بعد برسات کے پھر جاؤں گا وہ سو روپے مہینا یہاں
رہوں وہاں رہوں۔ خدا کے ہاں سے میرا مقرر ہے۔ غالب ۲۱ مارچ ۱۸۶۲ء ع۔

ایضاً۔ کیوں صاحب۔ کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے دلی کے خاک نشینوں
کو خط نہ لکھیں بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہاں بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زنہار کوئی خط سکندر آباد کو یہاں
کی ڈاک میں نہ جائے بہر حال ع کس نشنود یا نشود من گفتگوئے میکنم ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ تاریخ
نومبر کو ۲۲ جلدیں بھیجی ہوئی برخوردار شیو نراین کی پہنچیں۔ کاغذ۔ خط۔ تقطیع۔ سیاہی۔ چھاپہ
سب خوب۔ دل خوش ہوا۔ اور شیو نراین کو دعا دی۔ سات کتابیں جو میرزا حاتم علی بیگ صاحب کی
تحویل میں ہیں وہ بھی یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائیں۔ معلوم نہیں منشی شیو نراین نے اندور کو واسطے
راؤ امید سنگھ کے کس طرح بھیجی ہیں یا ابھی نہیں بھیجیں۔ صاحب تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے قصد
کا حال لکھو۔ سکندر آباد کب تک رہو گے۔ آگرہ کب جاؤ گے۔ یکشنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ء جواب طلب

ایضاً۔ صاحب ۲۵ اپریل کو ایک خط اور ایک پارسل ڈاک میں ارسال کر چکا ہوں آج ۳۰ ہے یقین ہے کہ خط اور
پارسل دونوں پہنچ گئے ہوں گے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جو میں اس وقت وانہ
کرتا ہوں۔ ایک میرا دوست اور تمہارا ہمدرد ہے اس نے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا
اٹھارہ انیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت وضعدار نوجوان ۱۲۷۳ھ میں بیمار پڑ کر مر گیا
اب اسکا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اس کے مرنے کی لکھوں ایسی کہ وہ فقط تاریخ
نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اس کو پڑھ پڑھ کر رویا کرے سو بھائی اس سائل کی خاطر مجھکو عزیز اور فکر شعر
متروک لہذا یہ واقعہ تمہارے حسبِ حال ہے جو خونچکان شعر تم نکالو گے وہ مجھ سے کہاں نکلیں گے
بطریق مثنوی بیس پچیس شعر لکھ دو۔ مصرع آخر میں مادۂ تاریخ ڈال دو۔ نام اس کا برج موہن تھا
اور اس کو بابو بابو کہتے تھے چنانچہ میں بحر ہزج مسدس مخبون میں ایک شعر تمکو لکھتا ہوں چاہو اسکو

بارے اُس کی تحریر دیکھی تو تمہارے ہاتھ کا نیم غلط لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگے ہوئے مگر اُس کے آگے
کالی مُہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ بیرنگ دلوائیے۔ دلوا دیئے اور پارسل لے لیا مگر حیران
کہ یہ کیا پیچ پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمہارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اُس کو خطوں کے بکس میں ڈالدیا۔
ڈاک کے کارپردازوں نے غور نہ کی اور اُس کو بیرنگ خطوں کی ڈاک میں بھیجدیا وہ صاحب جو
میرے عُرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں۔ یعنی منشی بھگوان پرشاد مثل خواں میرا سلام
قبول کریں۔ غالب۔ ۲۸۔ جولائی ۱۸۵۸ء ۔

ایضاً۔ بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کاہے کو ہے مکالمہ ہے۔ آج صبح کو ایک خط بھیج چکا ہوں
اب اس وقت تمہارا خط اور آیا۔ سنو صاحب لفظ مبارک میم حا میم دال اس کے ہر حرف پر میری جان
نثار ہے مگر چونکہ یہاں سے ولایت تک حُکّام کے ہاں سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خاں نہیں لکھا
جاتا میں نے بھی موقوف کر دیا ہے رہا میرزا و مولانا و نواب اس میں تم کو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو
سو لکھو۔ بھائی کو کہنا اُن کے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہوں۔ مرزا تفتہ اب تم زین جلد ہائے
کتاب کے باب میں برادرزادہ سعادتمند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہیں کریں
خط تمام کر کے خیال میں آیا کہ وہ جو مرزا صاحب سے مجکو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کروں۔ صاحب وہاں
ایک اخبار موسوم بہ آفتاب عالمتاب نکلتا ہے اُس کے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ
بادشاہِ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہے۔ حکیم احسن اللہ خاں یہ چاہتے
ہیں کہ سابق کے جو اوراق ہیں جب سے ہوں وہ جو چھاپے خانے میں مسودے رہتے ہیں اُنکی نقل
کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اُجرت جو لکھی آئیگی وہ بھیجی جائیگی۔ اور ابتدائے ۱۸۵۴ء سے
اُن کا نام خریداروں میں لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر اُن کو ایک لفافہ میں بھیجے جائیں اور
پھر ہر مہینے ہفتہ در ہفتہ اُن کو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب مرزا حاتم علی صاحب کو

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو سب مخلوقات تفتہ و غالب کیونکر بن جائیں۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ انت مٹا سو مٹا۔ مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا مزہ نہ بدلیگا۔ اب جو میں اُس شخص کو نصیحت کروں وہ کیا نہ سمجھے گا کہ غالب کیا جانے کہ عبدالرحمن کون ہے اور مجھسے اُس سے کیا رسم و راہ ہے بے شبہ جانے گا کہ تفتہ نے لکھا ہوگا۔ میں اُس کی نظر میں سُبک ہوجاؤں گا اور تم سے وہ بھی سرگراں ہو جائیگا۔ اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ تو نے اُس شخص کو اپنے عزیزوں میں گِنا ہے۔ بندہ پرور میں تو بنی آدم کو مسلمان یا ہندو یا نصرانی عزیز رکھتا ہوں اور اپنا بھائی گنتا ہوں دوسرا مانے یا نہ مانے۔ باقی رہی وہ عزیزداری جسکو اہل دنیا قرابت کہتے ہیں اُس کو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہے اور اُس کے مراتب و مدارج ہیں نظر اُس دستور پر اگر دیکھو تو مجھکو اُس شخص سے خس برابر علاقہ عزیزداری کا نہیں از راہِ حسن اخلاق اگر عزیز لکھ دیا یا کہہ دیا تو کیا ہوتا ہے۔ زین العابدین خاں عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص اُس کے سالے کا بیٹا اُسکو چچا ہو سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب اِدھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اُسکو لکھنا لغو و بے فائدہ بلکہ مضر ہے۔ تمہارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفےٰ خاں سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے ہیں۔ اب تمہارے خط سے مرادآباد ہو کر سکندرآباد آنا معلوم ہوگیا۔ حق تعالیٰ شانہ تمکو خوش و خورم رکھے۔ مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۹ع۔

ایضاً۔ صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں کہ تمہارے کلام کی تحسین کرنیوالا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے۔ جواب میں دیرنگ اس واسطے ہوئی کہ میں مصطفےٰ خاں کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا تین دن وہاں رہا۔ کل وہاں سے آیا آج تمکو یہ خط بھجوایا۔ محررہ و مرسلہ چہارشنبہ ۲۶ جنوری ۱۸۵۹ع۔ غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہرکارہ وہ جو خط بانٹا کرتا ہے آیا اور اُس نے پارسل موم جامے میں لپٹا ہوا دیا۔ پہلے تو میں بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک میں کیوں آیا۔

ہوگا۔ جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا مجکو غم نہیں مجکو فکر جانی جی کی ہے کہ اُسی علاقہ میں تم بھی شامل ہو
صاحبانِ انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو رئیس مرجاتا ہے سرکار اُس ریاست پر
قابض و متصرف ہو کر رئیس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے سرکاری
بندوبست میں کوئی قدیم الخدمت المعزول نہیں ہوتا اس صورت میں یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور
قائم رہے۔ مگر یہ وکیل ہیں معلوم نہیں مختار کون ہے اور ہمارے بابو صاحب میں اور مختار میں صحبت کیسی ہے
رانی سے اُنکی کیا صورت ہے تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو۔ لیکن اُنھوں نے از راہِ دُور اندیشی
تم کو متوسلِ اس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ و آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے اب زنہار وہ روش
نہ رکھنا اب تم کو بھی لازم آپڑا ہے جانی جی کے ساتھ روشناس حکام والا مقام ہونا پس چاہیے
کہ ان کی آرائش کا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری رائے میں یوں آیا ہے
اور میں نہیں لکھ سکتا کہ متوقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہیں یا اجمیر میں ہیں
کس فکر میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ واسطے خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل و مشرح جو کچھ واقع
ہوا ہو اور جو صورت ہو مجکو لکھو اور جلد کہ مجھ پر خواب و خور حرام ہے۔ کل شام کو میں نے سُنا آج صبح قلعہ نہیں
گیا اور یہ خط لکھ کر از راہِ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے۔ تم بھی اس کا جواب بیرنگ روانہ کرنا آدھ آنہ ایسی بڑی
چیز نہیں ڈاک کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتے ہیں اور پوسٹ پیڈ پڑا رہتا ہے جب
اس محلہ میں جانا ہوتا ہے تو اُس کو بھی لیجاتے ہیں زیادہ کیا لکھوں کہ پریشان ہوں۔ نوشتہ
چاشتگاہ دوشنبہ ۱۰ مارچ سنہ ۱۸۵۸ع۔ ضروری جواب طلب۔

ایضاً میاں مرزا تفتہ۔ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے واہ واہ چشم بد دور۔ تسلسل معنی سلاست
الفاظ ایک مصرع میں تم کو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہاں
شوکت پہنچا وہاں تم پہنچے۔ وہ مصرع یہ ہے ؎ چاک گردیدم و از جیب بداماں رفتم ٭

لکھ چکا ہوں۔ اور اب تک آثار قبول ظاہر نہیں ہوئے۔ زلفافے حکیم صاحب پاس پہنچے۔ ان صفحات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپ کو اس میں سعی ضرور ہے۔ اور ہاں صاحب آفتاب عالمتاب کا مطبع تو کشمیری بازار میں ہے مگر آپ مجھکو لکھیں کہ مفید خلائق کا مطبع کہاں ہے۔ عجب ہے کہ ان صاحب شفیق نے میری تحریرات کا جواب نہ لکھا۔ فرمایش حکیم احسن اللہ خاں صاحب کی بہت اہم ہے۔ عند الملاقات میرا سلام کہکر اُس کا جواب بلکہ وہ اخبار اُن سے بھجواؤ۔ جمعہ۔ ۱۰ر ستمبر۔

ایضاً۔ بھائی میں نے مانا تمھاری شاعری کو میں جانتا ہوں کہ کوئی وقت تمکو فکر سخن سے فرصت نہ ہوگی پر جو تم نے التزام کیا ہے ترصیع کی صنعت کا اور دو لخت شعر لکھنے کا اس میں ضرور نشست معانی بھی ملحوظ رکھا کرو اور جو کچھ لکھو اُسکو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو۔ کیوں صاحب یہ ڈبل خط پوسٹ پیڈ بھیجا اور وہ بھی دلی سے سکندرآباد کو آیا۔ حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کیا ہوگا۔ کیا ہنسی آتی ہے تمھاری باتوں پر خدا تم کو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تم کو دے جانی جی کی بڑی فکر ہے۔ میں تم کو لکھا چاہتا تھا کہ اُن کا حال لکھو۔ تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں یقین ہے کہ اجمیر میں ہوں گے مگر خط نہیں بھیجا جاتا کہ وہاں مقیم نہیں ہیں۔ خدا جانے کب چل نکلیں۔ بہرحال تم بھرتپور سے قریب ہو اور اُن کے متوسلوں کو جانتے ہو اور اگر ہو سکے تو کسی کو لکھکر خبر منگوالو اور جو کچھ تم کو معلوم ہو وہ بھی مجکو لکھو۔ منشی صاحب مع منشی عبداللطیف کول میں آ گئے۔ کل اُن کا خط مجکو آیا تھا آج اُس کا جواب بھی روانہ کر دیا۔ اسد اللہ۔ یکشنبہ ۱۲ر ماہ اگست ۱۸۵۳ء۔

ایضاً۔ بھائی آج مجکو بڑی تشویش ہے اور یہ خط میں تم کو کمال سراسیمگی میں لکھتا ہوں جس دن میرا خط تمھیں پہنچے۔ اگر وقت ڈاک کا ہو تو اُسی وقت جواب لکھکر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجو۔ منشا تشویش و اضطراب کا یہ ہے کہ کئی دن سے راجہ بھرتپور کی بیماری کی خبر سُنی جاتی تھی۔ کل سے اُڑتی اُڑتی خبر شہر میں مشہور ہے۔ تم بھرتپور سے قریب ہو یقین ہے کہ تمکو تحقیق حال معلوم

اُن سے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط تم کو اُن کے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم رنگین جہاں صاحب کے لکھا تھا پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کر کے اپنی طرف سے تم کو لکھا۔ دونوں دیوان تمہارے اور نشترِ عشق اور ایک تذکرہ اور یہ چار کتابیں تمہاری بھیجی ہوئی اُن کو پہنچیں۔ صاحب تم سے بہت خوش اور تمہارے بہت معتقد ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان میں نہ ہوگا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اس التفات کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھیں گے باقی ما بخیر شما بسلامت۔ ہاں اُن کے تحت میں ۵۰ عہ مشاہرہ کے علاقہ میں۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اس امر میں اُن سے کلام کروں میرا عجب حال ہے۔ حیران ہوں کہ تمہیں میرا کلام کیوں نہیں یاد آتا ؎

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی ‏— بد است مرگ ولے بد تر از گمانِ تو نیست

سامعہ مر گیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا۔ جتنی قوتیں انسان میں ہوتی ہیں سب مضمحل ہیں۔ حواس سراسر مختل ہیں۔ حافظہ گویا کبھی نہ تھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی۔ رئیس رامپور روپیہ بھیجا دیتے ہیں۔ سال گزشتہ اُن کو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم جو اس کا کام ہے اور مَیں اپنے میں حال نہیں پاتا متوقع ہوں کہ اس خدمت سے معاف رہوں جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے عوض خدماتِ سابقہ میں شمار کیجیے۔ تو مَیں سک لمبر ہی ورنہ خیرات خوار ہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرطِ خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہے وہی میری قسمت ہے۔ برس دن سے اُن کا کلام نہیں آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی آپ دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے آج تک نوابصاحب ازراہِ جوانمردی دیے جاتے ہیں اور بھائی تمہاری مشق چشمِ بددور صاف ہو گئی۔ رطب یابس تمہارے کلام میں نہیں رہا۔ اور اگر خواہی نخواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے۔ مَیں چراغِ دمِ صبح و آفتابِ سرِ کوہ ہوں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ۱۴ رجب۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ عجب اتفاق ہوا پنجشنبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاک میں لے کر آیا کہ

پہلا مصرعہ تمہارا اگر اُس کے پہلے مصرعہ سے اچھا ہوتا تو میرا دل اور زیادہ خوش ہوتا خدا تم کو اتنا جلائے
کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکھ لو۔ مگر خبردار قصائد بقیدِ حروفِ تہجی نہ جمع کرنا۔ صاحب مجھے
اُس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تم نے اُس کا وطن اور مرثیہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا
سب یاد ہے۔ میں نے اسکو دوست بطریق طنز لکھا ہے۔ بہرحال وہ جو میں نے خاقانی کا
شعر لکھ کر اُس کو بھیجا اُس کی ماں مرے اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پرانا قصہ تم نے
یاد دلایا۔ داغ کہنۂ حسرت کو چمکایا۔ یہ قصیدہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور
روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر کے پاس گزرا اور جس دن گزرا اُسی دن پانچ
ہزار روپے کے بھیجنے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجکو اطلاع دی۔ مظفر الدولہ
مرحوم لکھنؤ سے آئے اُنھوں نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کیواسطے میرا نام منشی محمد حسن کو
نہ لکھنا چاہیں نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کرکے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزری
اُنھوں نے جواب لکھا کہ پانچہزار ملے۔ تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیئے
اور فرمایا کہ اس میں سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجو۔ کیا اُس نے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا۔ اگر نہ بھیجا
ہو تو مجکو لکھو۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہیں بھیجے۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے لکھا
کہ اب تم مجھے خط لکھو اُس کا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجکو
معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور میں گزرا مگر میں نے نہیں جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا۔ میں کہ ناسخ ہوں
اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُن کا کھایا ہوا روپیہ اُن کے حلق سے نکال کر تمکو بھیجدوں گا
بھائی یہ خط لکھکر میں نے ڈاک میں روانہ کیا آج خط روانہ ہوا۔ تیسرے دن شہر میں خبر اُڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا
اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے۔ غالب دوشنبہ ۱۹ اگست ۱۸۶۱ع ؏

ایضاً۔ آؤ مرزا تفتہ میرے گلے لگ جاؤ۔ بیٹھو اور میری حقیقت سُنو یکشنبہ کو مولوی مظہر الحق آئے مجھے

تم نے لکھا ہے وہ حکیم سنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ میں مرقوم ہے ~

پسرے باپدر بزاری گفت	کہ مرا یار شو بہرہ جفت
گفت بابا زنا کن و زن نہ	پند از خلق گیر و از من نہ
در زنا گر بگیرت عسسے	رہ بسلہ کو گرفت چون تو بسے
زن کنی ہرگزت رہا نہ کند	در تو بگذاریش چہا نکند

بس اب تو تم سکندر آباد میں رہو - کہیں اور کیوں جاؤ گے - بنک گھر کا روپیہ اُٹھا چکے ہو - اب کہاں سے کھاؤ گے - یہاں نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک خرچ ہے کہ برابر چلا جاتا ہے جو ہونا ہے وہ ہوا جاتا ہے - اختیار ہو تو کچھ کیا جائے - کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جائے - مرزا عبدالقادر بیدل خوب کہتا ہے ~

رغبتِ جاہ چہ و نفرتِ اسباب کدام	زیں ہوسہا بگذر یا مگذر ے گزرد

مجکو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رنجور ہوں نہ تندرست - نہ خوش ہوں نہ ناخوش نہ مُردہ ہوں نہ زندہ - جیے جاتا ہوں - باتیں کیے جاتا ہوں - روٹی روز کھاتا ہوں - شراب گاہ گاہ پیے جاتا ہوں - جب موت آئیگی مر رہوں گا - نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تقریر ہے بر سبیل حکایت ہے - بھئی یار ہے جہاں رہو جس طرح ہو ہر ہفتہ میں ایکبار خط لکھا کرو - یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۸۵۸ع - + -

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتیں ہمیں پسند نہیں ۱۸۵۸ کے خط کا جواب ۱۸۵۹ع میں بھیجتے ہو اور مزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن تو جواب لکھا ہے لطف اس میں ہے کہ میں بھی سچا اور تم بھی سچے - آج تک راے امید سنگہ یہیں ہیں اور ابھی یہیں جائیں گے تمہارا مدعا حاصل ہو گیا ہے جس دن وہ آئے تھے اُسی دن مجھ سے کہہ گئے تھے میں بھول گیا اور اُس خط میں تم کو نہ لکھا - صاحب وہ فرماتے تھے کہ میں نے کئی مجلد مرزا تفتہ کے دیوان کے اور کئی نسخے

14945

اُس کے متعاقب پارسل کا ہرکارہ آیا اور تمھارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا رسید لکھنی میں نے زائد سمجھی اُسکا
دیکھنا شروع کیا ہے بیکار محض اور تنہا ہوں۔ پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہوگی خوب دیکھا
سچ تو یوں ہے کہ ان اشعار میں میں نے بہت حظ اُٹھایا جیتے رہو۔ تمھارا دم غنیمت ہے۔ بھائی کا حال
مفصل لکھو۔ پنشن کے طالب ہیں یا نوکری کے۔ منشی عبداللطیف کہاں ہے اور کس طرح ہے علاقہ
بنا ہوا ہے یا جاتا رہا۔ صاحب لفٹنٹ گورنری کا محکمہ الہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے۔ منشی
غلام غوث صاحب کہاں ہیں نوکر ہیں یا مستعفی۔ عدالت دیوانی کا محکمہ یہیں رہیگا یا الہ آباد جائیگا
اسکا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہے چاہیے یہ بھی وہیں جاوے۔ آج تمھارے اشعار کا کاغذ مع فلٹ
پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط پرسوں اور وہ پاکٹ پانچ
چار دن میں پہنچ جائے۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ع۔

ایضاً مرزا تفتہ۔ ایک امر عجیب تم کو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب مفرط کے موجب نشاط مفرط ہوگا
میں اجرائے پنشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا۔ بارے وہ نقشہ پنشن داروں کا جو یہاں سے بنکر
صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے نسبت میرے صاف لکھدیا تھا کہ یہ شخص پنشن پانے کا
مستحق نہیں ہے۔ گورنمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کے رائے کے میری پنشن کے اجرا کا حکم دیا
اور وہ حکم یہاں آیا اور مشہور ہوا۔ میں نے بھی سنا اب کہتے ہیں کہ ماہ آیندہ یعنی مئی کی پہلی کو تنخواہ
بٹنا شروع ہوگا۔ دیکھا چاہیے پچھلے روپے کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ غالب ۱۶ اپریل ۱۸۶۰ع

ایضاً صاحب تمھارا خط آیا۔ میں نے اپنے سب مطالب کا جواب پایا۔ امراؤ سنگھ کے حال پر اسکے واسطے
مجکو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو بار ان کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں
اور ایک ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہے
نہ دم ہی نکلتا ہے اسکو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لونگا۔ تو کیوں بلا میں پھنستا ہے وہ جو مصرع

بھائی مہرخواں کے دو معنی ہیں - ایک تو خطاب کہ جو سلاطین اُمرا کو دیں - اور دوسرے وہ نام جو اُن کو پیارے رکھیں یعنی عُرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو - مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے جو تمہارے ذکر میں ہے پہلے مہرخواں کے معنی حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں مکرر لکھنے کی حاجت کیا ہے اور اگر لکھ بھی دو تو قباحت کیا ہے - بھائی صاحب کیوں مضائقہ فرمائیں حال اوراق کی تحریر کا سلام ہوا صاحبان کونسل کی رائے ولایت آگرہ یعنی میرے محکمہ میں منظور و مقبول نام میرا جس طرح چاہو لکھ دو ۵

بنام آنکہ او نامے ندارد — بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

شفیق بالتحقیق مولانا مہر ذرہ بے مقدار کا سلام قبول کریں - کل آپ کو خط لکھ چکا ہوں آج یا کل پہنچ جائے گا - رات سے ایک بات اَور خیال میں آئی ہے - مگر چونکہ محکم وکار فزائی ہے کہتے ہوئے ڈرتا ہوں - ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں - بات یہ ہے کہ دو جلدیں طلائی لوح کی ولایت کے واسطے تیار ہوں گی اور وہ چار جلدیں جو یہاں کے حُکام کیواسطے درکار ہوں گی - اُنکی صورت یہی ٹھہری ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد - کیوں بھائی صاحب قرار داد اور تجویز بھی ہے اور پھر سمجھا چاہیئے کہ یہ چار جلدیں کس کس کی نذر ہیں - نواب گورنر بہادر - چیف کمشنر بہادر - صاحب کمشنر بہادر - ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی - یہ کیا میری بدوضعی ہے کہ جناب آنریبل لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر نہ بھیجوں - آخر گورنمنٹ کی نذر انہیں کی معرفت بھیجوں گا - نہ صاحب ایک جلد اُن کی نذر بہت ضروری ہے آپ گنجایش نکال کر جیسی یہ چار جلدیں بنوائیں - ایک اَور بھی ایسی ہی بنوالیں - یقین ہے کہ آپ اس رائے کو پسند فرمائیں گے اور چار کی جگہ پانچ بنوائیں گے - یہ عرض مقبول اور یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہوں معاف رہو - بھائی مرزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط میں پانچ اُس کی تاریخ کا قطعہ لکھ لینا - تم کو لکھ چکا ہوں - ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا - بلکہ ایک قطعہ مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ - صبح پنجشنبہ - سی ام ستمبر ۱۸۵۵ع - +

تضمین اشعار گلستان کے اُن کی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہے بمبئی میں اُس کے پاس بھیجے ہیں
یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال کریگا۔ اُمید سنگھ نے اِس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ میں بھول گیا۔ اب
جو تم کو اُس خیال میں مبتلا پایا تو اُن کا بیان مجھکو یاد آیا۔ جانتا ہوں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ دو بار
اُن کے گھر گیا بھی ہوں مگر محلہ کا نام نہیں جانتا۔ نہ میرے آدمیوں میں کوئی جانتا ہے۔ اب کسی
جاننے والے سے پوچھ کر تم کو لکھ بھیجوں گا۔ میر بادشاہ صاحب سے عند الملاقات میری دُعا کہدینا
لاحول ولا قوۃ الا باللہ لکھنے کے قابل بات پھر بھول گیا۔ کل میر کرامت علی صفا تخلص کہ میں نے
آگے اُن کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ناگاہ مجھ سے آکر ملے۔ اور تمھارا حال پوچھتے رہے میں نے کہدیا
بخیر و عافیت سکندرآباد میں ہیں۔ جب میں نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمھارے آشنا ہیں۔ انھوں نے
کہا صاحب وہ بزرگ اور استاد ہیں۔ میں اُن کا شاگرد ہوں کہیں مدرس کے علاقہ میں نوکر ہیں بسبیل ڈاک
آئے تھے اور آج ہی بسبیل ڈاک انبالہ کو گئے۔ انبالہ اُن کا وطن ہے اور نوکر بھی وہ اُسی ضلع
میں ہیں۔ غالب۔ نگاشتہ دوشنبہ۔ ۳ جنوری ۱۸۵۹ع -+-

ایضاً۔ صاحب قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحب مطبع نے مجھکو بھی دی ہے۔ خدا اُنکو
سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط میں اُن کو ایک مصرعہ کسی اُستاد کا لکھ چکا ہوں۔ میں میرا
اُن کا ممنون احسان ہوں۔ میرا سلام کہنا۔ اور لفافہ اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا۔ میرے نام
کا کوئی لفافہ ضائع نہیں جاتا۔ خدا جانے اُسپر کیا بجوگ پڑا۔ اظاہر اُنھوں نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا
پھر پوسٹ پیڈ بھی کیوں تلف ہو۔ شیہہ یعنی صدائے اسپ لغت فارسی ہے بشین مکسور و یائے معروف
وہائے ہوز مفتوح وہائے ثانی زدہ۔ اور عربی میں اسکو صہیل کہتے ہیں۔ صیہہ کوئی لغت نہیں ہے
نہ عربی نہ فارسی۔ اگر غنیمت کے کلام میں صیہہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے۔ غنیمت کا کیا گناہ ہے
ورنہ وزن وے ہندسہ گاہ بے شمار یافت ۔ اصل مصرعہ یُوں ہو یعنی سہو سے خدا جانے کیونکر لکھدیا ہے

اب جب اس خط کا جواب تمہارے پاس آئیگا تب تمہارے اشعار تمکو پہنچیں گے ہائے ہائے میر تفضل حسین خاں ہائے ہائے

رفتی و مرا خبر نہ کردی — بر بیکسیم نظر نہ کردی

یہاں یہ سُنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا ان کا اُن کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بدستور نائب رہے۔ اسد اللہ۔ ۲۳۔ فروری ۱۸۵۲ء۔

ایضاً صاحب ایک خط تمہارا پرسوں آیا اُس میں مندرج تھا کہ میں میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبح کو ایک خط اور تمہارا آیا اور اُس میں مندرج کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور تجھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسوں کے خط میں بھی اور آج کے خط میں بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہم نے بھیجا ہے۔ بیسویں جون کو آج دسواں دن ہے اس دن میں کوئی پارسل کوئی بیرنگ پاکٹ میرے پاس نہیں پہنچا۔ آخری بیرنگ پاکٹ دو مثنویوں کا وہ تھا کہ جس میں ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا اُس کی ارتھی جلتی رہی۔ اُس کا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا۔ سو اُن دونوں مثنویوں کو میں نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے بلکہ یوں یاد پڑتا ہے کہ تم نے اس کی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجھکو گمان یہ ہے کہ یہ امر ہفتہ عشرہ سے آگے کا ہو۔ بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اَور پارسل میرے پاس نہیں آیا۔ اصلاحی کاغذ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ میں نہیں رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے میں ناچار ہوں بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تم پر فرض ہے۔ یا تو وہ نہ پہنچا۔ یا تم نے اُس کا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جس میں میر بادشاہ کا دلی آنا اور اُن کا مجھسے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ میں اور اُنمیں ہونا مہندر راجہ امید سنگھ کا دلی میں آنا اور بے خبر میرے گھر آجانا اور تمہارا اُن سے ذکر ہونا اور اُن کا یہ کہنا کہ اُن کا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو میں نے اُسکا جواب لکھ بھیجا تھا۔ اب میں کیا جانوں کہ تم کو یہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ الغرض وہ پارسل جس کو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہیں آیا۔

غالب۔ چارشنبہ۔ ۲۹ جون ۱۸۵۳ء۔ وقت نیم روز۔

ایضاً۔ اجی میرزا تفتہ تم نے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا۔ ہائے کیا بڑی کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کہ تم یہاں ہوتے۔ اور بیگمات قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہِ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پائینچے لیر لیر جوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ بے تکلف سنبلستاں ایک معشوق خوبرو ہے۔ بدلباس ہے بہر حال دونوں لڑکوں کو دونوں جلدیں دیدیں اور معلم کو حکم دیدیا کہ اِسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہوگیا۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۹ ماہ اپریل ۱۸۶۱ء۔ غالب ٭

ایضاً۔ آج پنجشنبہ کا دن ۱۸ نومبر کو تمہارا خط آیا۔ اور میں آج ہی جواب لکھتا ہوں۔ کیا تماشا ہے کہ تمہارا خط پہنچتا ہے اور میرا خط نہیں پہنچتا۔ میرے خط کے نہ پہنچنے کی دلیل یہ ہے کہ تم نے اصلاحی غزل کی رسید نہیں لکھی۔ میں نے کتب کا پہنچنا تم کو لکھا تھا اُس کا تم نے ذکر نہ لکھا۔ صاحب ۲۳ کتابیں پہنچ گئیں اور تقسیم ہو گئیں۔ سات کتابیں مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق اُن کی تحریر کے آج شام تک اور مطابق منشی شیو نراین کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پہنچ جائیں گی اور بھی منشی شیو نراین نے اندور کی کتابوں کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہیں۔ شاید میں تم کو لکھ بھی چکا ہوں میر قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے بڑے دوست ہیں۔ دِلّی اِن دنوں میں آئے ہوئے تھے مجھسے مل کر گئے ہیں۔ اُنکو ایک کتاب ضرور بھیجدینا۔ بھائی میں ہرگز نہیں جانتا کہ میر بادشاہ علی کون ہیں اور پھر ایسے کہ جو کہیں کے منصف ہیں۔ کچھ اُن کے خاندان کا حال اور اُن کے والد کا نام لکھو تو میں غور کروں ورنہ میں تو اِس نام کے آدمی سے آشنا نہیں ہوں۔ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ء وقت دوپہر

ایضاً۔ بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندر آباد سے اور ایک علیگڈھ سے پہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمہارے خط کے جواب میں کچھ حال لکھیں گے اور تم موافق اپنے وعدے کے مجکو لکھوگے

جو چھاپے کے حالات ہوں اُسکی آگہی ضرور ہے۔ غالب۔ پنجشنبہ ۱۹ ستمبر ۱۸۵۹ع ۔
ایضاً۔ میری جان آخر دلّی کے ہو بات کو نہ سمجھے۔ مَیں اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت جانوں
مَیں نے یہ لکھا تھا کہ بشرطِ اقامت بُلالوں گا اور پھر لکھتا ہُوں کہ اگر میری اقامت یہاں کی ٹھیری تو
بے تمہارے نہ رہونگا نہ رہونگا زنہار نہ رہونگا۔ منشی بالمکند بے صبر کا خط بلند شہر سے دلّی اور دلّی
سے رامپور پہنچا۔ تلف نہیں ہوا اگر مَیں یہاں رہ گیا تو یہاں سے اور اگر دلّی چلا گیا تو وہاں سے
اصلاح دیکر اُن کے اشعار بھیجدونگا بے صبر کو آپ کی بار مہینا بھر صبر چاہیئے وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا
ہے ازبسکہ یہاں کے حضرات مہربانی فرماتے ہیں اور ہر وقت آتے ہیں۔ فرصت مشاہدۂ اوراق
نہیں ملی۔ تم اسی رقعہ کو اُن کے پاس بھیجدینا۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۴ فروری ۱۸۶۰ع۔
ایضاً۔ کیوں صاحب مجھ سے کیوں خفا ہو آج مہینا بھر ہو گیا ہوگا۔ یا بعد دو چار دن کے ہو جائیگا
کہ آپ کا خط نہیں آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیر الاحباب آدمی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرے پاس
چار دوست نہ ہوتے ہوں۔ اب ان یاروں میں ایک شیوجی رام برہمن اور بالمکند اُس کا بیٹا یہ دو شخص ہیں
کہ گاہ گاہ آتے ہیں اس سے گزر کر لکھنؤ اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سے خطوط آتے رہتے
تھے ان دوستوں کا حال ہی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں وہ آمد خطوط کی موقوف صرف
تم تین صاحبوں کے آنے کی توقع اُس میں وہ دونوں صاحب گاہ گاہ۔ ہاں ایک تم کہ ہر مہینے میں
ایک دو بار مہربانی کرتے ہو۔ شنو صاحب اپنے پر لازم کرلو ہر مہینے میں ایک خط مجھ کو لکھنا اگر کچھ کام
آ پڑا۔ دو خط تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے میں ایک بار بھیجدی۔ بھائی صاحب کا
بھی خط دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا اُسکا جواب بھیجدیا گیا۔ مولوی قمرالدین خان یقین ہے کہ
الہ آباد گئے ہوں کسواسطے کہ مجکو مئی میں لکھا تھا کہ اوائل جون میں جاؤں گا بہرحال اگر اب
آزردہ نہیں تو جسدن میرا خط پہنچے اُس کے دوسرے دن اس کا جواب لکھیئے اپنی خیر و عافیت منشی صاحب

ایضاً - اچھا بھائی نہیب والے دو ورقے چار سو ہوں پانسو ہوں سب بدلوا ڈالنا کاغذ کا جو نقصان
ہو وہ مجھ سے منگوا لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکمی ہو جائیگی اور میرے کمال کو دھبہ
لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہرچند مسودہ میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا۔ لکھتے ہو کہ
مرزا صاحب وہ جلدیں درست کریں گے یہ تو صورت اَور ہے یعنی مَیں نے چھ جلدیں بارہ روپے کی لاگت
میں بکار سازی و ہنر پردازی برخوردار منشی عبداللطیف چاہیں تھیں منتظر تھا کہ اب اُن کا قبول کرنا
مجکو لکھو گے اور روپیہ مجھ سے منگواؤ گے۔ ظاہرا عبداللطیف نے پہلو تہی کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے تھے
تو چھ جلدیں بنواتے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجائش ہے کہ دو بہت پُر تکلف اور چار بہ نسبت اُس کے
کچھ کم اگر یُوں ہے تو یہ تو مدعائے دلی میرا ہے مگر اطلاع ضرور ہے۔ رائے اُمید سنگھ کے نام کا خط بااحتیاط
رہنے دو جب وہ آئیں انکو دیدو۔ یہ جو لکھتے ہو کہ نہیب کا لفظ لکھ دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا
شروع ہو کر دُور تک پہنچ گیا کیا عجب ہے کہ کتابیں جلد منطبع ہو جائیں۔ ہمارے منشی شیو نراین صاحب
اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیوں نہیں چھاپتے تاکہ درخواستیں خریداروں کی
فراہم ہو جائیں۔ میرزا تفتہ سنو۔ ان لوگوں میں میرے محسن حکیم احسن اللہ خاں آفتاب عالمتاب کے خریدار ہوئے
ہیں اور مَیں نے تمکو جب اُن کے کہنے کے برادرِ دینی مولانا مہر کو لکھا ہے حضرت نے لا و نعم جواب نہیں
لکھا تم اُن سے کہو کہ وہ ستمبر ۱۸۵۸ء سے خریدار ہیں۔ آج ۱۰ ستمبر کی ہے دو نمبر اخبار کے حکیم صاحب
کے نام کے سرنامہ خان چند کے کوچہ کا پتہ لکھکر روانہ کریں آئندہ ہفتہ ہفتہ بھیجے جائیں اور حکیم احسن اللہ
خاں کا نام خریداروں میں لکھ لیں دوسرے اخبار مذکور میں ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہِ دہلی کے
اخبار کا ہوتا ہے جسدن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اُس دن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے
ارسال کریں کاتب کی اُجرت اور کاغذ کی قیمت یہاں سے بھیجدی جائیگی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے
اُسکو کہکر جواب لو اور مجکو اطلاع دو۔ نہیب کے نہیب سے مرا جاتا ہوں اُنکی درستی کی خبر بھیجو۔ باقی

تمھارے اور ایک مسودہ بے صبر کا بہ تیس کاغذ در پیش ہیں دو ایک دن میں بعد اصلاح ارسال
کیئے جائیں گے۔ خاطر عاطر جمع رہے۔ صبح جمعہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۰ع۔

ایضاً کاشانۂ دل کے ماہِ دو ہفتہ منشی ہر گوپال تفتہ تحریر میں کیا کیا سحر طرازیاں کرتے ہیں اب ضرور
آ پڑا ہے کہ ہم بھی جواب اُسی انداز سے لکھیں۔ سنو صاحب یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین خاں مرحوم میرا
فرزند تھا اور اب اُس کے دو بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس آ رہے ہیں اور دم بدم مجھ کو
ستاتے ہیں اور میں تحمل کرتا ہوں خدا گواہ ہے کہ میں تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہوں پس تمھارے
نتائج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے۔ جب ان عالم کے پوتوں سے کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے
مجھکو دوپہر کو سونے نہیں دیتے ننگے پاؤں پلنگ پر رکھتے ہیں کہیں پانی لڑھاتے ہیں کہیں خاک
اُڑاتے ہیں میں نہیں تنگ آتا تو اُن معنوی پوتوں سے کہ اُن میں یہ باتیں نہیں ہیں کیوں گھبراؤنگا
آپ اُنکو جلد میرے پاس بسبیل ڈاک بھیجدیجیے کہ میں اُن کو دیکھوں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر جلد اُنکو
تمھارے پاس بسبیل ڈاک بھیجدوں گا۔ حق تعالیٰ تمھارے عالم صورت کے بچوں کو جیتا رکھے
اور اُن کو دولت و اقبال دے اور تم کو اُن کے سر پر سلامت رکھے اور تمھارے معنوی بچوں یعنی
نتائج طبع کو فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرماوے بابو صاحب کے نام کا خط اُن کے خط کے
جواب میں پہنچتا ہے اُنکو دیدیجیگا۔ اور ہاں صاحب بابو صاحب اور تم آپکو جانے لگو تو مجھکو اطلاع
کرنا اور تاریخ روانگی لکھ بھیجنا تاکہ میں بے خبر نہ رہوں والدعا۔ اسد اللہ نگاشتہ جمعہ ۱۸ جون سنہ ۱۸۵۹ع

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہر گوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہیں آپکا وہ خط جو آپنے کانپور سے
بھیجا تھا پہنچا۔ بابو صاحب کے سیر و سفر کا حال و آپکا لکھنؤ جانا اور وہاں کے شعراے نامناسب معلوم ہوا
اشعار جناب بندہ کے پہنچنے سے ایک ہفتہ کے بعد درست ہو گئے اور اصلاح اور اشارے اور فوائد
جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل میں آیا جب تک اُن کا یا تمھارا خط نہ آوے اور اقامت گاہ معلوم ہو

کی خیر و عافیت مولوی صاحب کا احوال اس سے سوا گوالیار کے فتنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو وہ لفظاً مناسب وقت میں ضرور لکھنا۔ راجہ جو وہاں آیا ہوا ہے اُسکی حقیقت۔ دھولپور کا رنگ۔ صاحبان عالیشان کا ارادہ وہاں کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔ آگرہ کا حال کیا ہے۔ وہاں کے رہنے والے کچھ خائف ہیں یا نہیں۔ غالب۔ نگاشتہ شنبہ۔ ۱۹ جون ۱۸۵۸ع۔

ایضاً برخوردار میرزا تفتہ دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا۔ تم سچے اور میں معذور۔ اب میری کہانی سُنو آخر جون میں صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بماہ نہ پائیں سال میں دو بار بطریق ششماہہ فصل بفصل پایا کریں۔ ناچار ساہوکار سے سُود کاٹ کر روپیہ لیا گیا سارا سو کی آمد میں مل کر صرف ہوا یہ سُود چھ مہینہ تک اسی طرح کٹواں دینا پڑیگا ایک رقم معقول گھاٹے میں جائیگی ؎

	رسم ہے مُردہ کی چھ ماہی ایک		خلق کا ہے اسی چلن پر مدار	
	مجکو دیکھو کہ ہُوں بقید حیات		اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار	

دس گیارہ برس سے اُس تنگنا میں رہتا تھا سات برس تک ماہ بماہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کا کرایہ کچھ اوپر سو روپیہ یکمشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جس نے لیا ہے اس نے مجھ سے پیام بلکہ ابرام کیا کہ مکان خالی کردو۔ مکان کہیں ملتا نہیں آٹھوں بیدرد نے مجکو عاجز کیا اور مدد لگادی وہ صحن بالاخانہ جسکا دو گز کا عرض اور دس گز کا طول اُس میں باڑ بندھ گئی۔ رات کو وہیں سویا۔ گرمی کی شدت پاؤ کلہ قرب۔ گمان یہ گزرتا تھا کہ یہ کٹگرہ ہے اور اور صبح کو مجکو پھانسی ملیگی تین راتیں اسی طرح گزریں۔ دوشنبہ دو جولائی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ہاتھ آگیا وہاں جا رہا جان بچ گئی یہ مکان بہ نسبت اُس مکان کے بہشت ہے اور یہ خوبی کہ محلّہ وہی بلیماروں کا۔ اگرچہ ہے یُوں کہ میں اگر اور محلّہ میں بھی جا رہتا تو قاصدانِ ڈاک وہیں پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئیں کے پتے سے آتے ہیں اور بے تکلف یہیں پہنچتے ہیں۔ بہرحال تم دہلی بلیماروں کا محلّہ لکھکر خط بھیجا کرو۔ دو سو دے

ہوئی۔ بابو صاحب جامع المناقب کا خط تمہارے نام کا دیکھا اُس رسال میں وہ آسانی نہ رہی اور بندہ دشواری
سے بھاگتا ہے۔ کیوں تکلیف کریں اور اگر بہرِ حال اُن کی مرضی ہے تو خیر فرماں پذیر ہوں اشعار سابق
وحال میرے پاس امانت ہیں بعد اچھے ہونے کے اُن کو دیکھونگا اور تم کو بھیجدونگا۔ اتنی سطریں
مجھ سے بہزار جرِ ثقیل لکھی گئی ہیں۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲ر مارچ ۱۸۵۳ع۔ ج۔

ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم باہم
دوست تھے۔ اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملاتِ مہر و محبت درپیش آئے شعر کہے دیوان
جمع کئے اُسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے کہ ہمارے تمہارے دوستِ دلی تھے اور منشی نبی بخش اُن کا
نام اور حقیر تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط
بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہمکو ملا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی
ایک خط میں نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا اُس کا جواب مجھکو آیا اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم
بہ منشی ہرگوپال متخلص بہ تفتہ ہو آج آیا اور میں جس شہر میں ہوں اُس کا نام دلّی اور اُس محلّہ کا نام بلّیماروں
کا محلّہ ہے۔ لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈنے
کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہلِ حرفہ اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں ہنود
البتہ کچھ کچھ آباد ہوگئے ہیں اب پوچھو کہ تو کیونکر مسکنِ قدیم میں بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ میں حکیم
محمد حسن خان مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دیوار
بدیوار ہیں گھر حکیموں کے۔ اور وہ نوکر ہیں راجہ نرندر سنگھ بہادر والئ پٹیالہ کے۔ راجہ نے
صاحبانِ عالیشان سے عہد لے لیا تھا کہ بروقت غارتِ دہلی یہ لوگ بچ رہیں چنانچہ بعد فتح
راجہ کے سپاہی یہاں آ بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں۔ مبالغہ نہ جاننا
امیر غریب سب نکل گئے جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے۔ جاگیردار۔ پنشن دار۔ دولتمند۔ اہلِ حرفہ

میں کاغذ ضروری کہاں بھیجوں اور کیونکر بھیجوں اور کیوں بھیجوں اب جو تمھارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹؍
فروری تک اکبرآباد آؤ گے تو میں نے یہ خط تمھارے نام لکھ کر لفافہ کر رکھا ہے آج اُنیسویں ہے پرسوں
اکیسویں کو لفافہ آگرہ کو روانہ ہوگا۔ بابو صاحب کو میں نے خط اس واسطے نہیں لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہیے تھا
وہ خاتمہ اوراقِ اشعار پر لکھ دیا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اُن کی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور سفر کے
انجام اور حصولِ مرام کی مبارکباد دو اور اوراقِ اشعار گزرانو اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم
ہے اُسکو غور سے پڑھیے اور اپنا دستور العمل گردانیے نہ یہ کہ سرسری دیکھیے اور بھول جائیے۔ بس
تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت میں تھا اب پھر تم سے کہتا ہوں کہ وہ جو تم نے اُس شخص
کوئی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض اُن کا لغو اور پرسش اُن کی بے مزہ ہو مگر ہمارا یہ منصب
نہیں کہ معترض کو جواب دیں یا سائل سے بات نہ کریں تمھارے شعر پر اعتراض اس لئے ہے کہ وہ
ہمارا دیکھا ہوا ہے گویا ہم پر ہے اس سے ہمیں کام نہیں کہ وہ مانیں یا نہ مانیں کلام ہمارا اپنے نفس میں
معقول و استوار ہے جو زباندان ہوگا وہ سمجھ لیگا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھیں نہ سمجھیں ہمکو
تمام خلق کی تہذیب و تلقین سے کیا علاقہ تعلیم و تلقین واسطے دوستوں کے اور یاروں کے ہے نہ
واسطے اغیار کے۔ تمھیں یاد ہوگا کہ میں نے تمھیں بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی سے
کام نہ رکھو۔ آج تمھارا کلام وہ نہیں کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے مگر ہاں ؎ حسود را چہ کنم کو
ز خود برنج درست ہے ۔ والسلام والاکرام۔ اسد اللہ رقم زدہ ۱۹؍ فروری و مرسلہ ۲۱ شنبہ یکم فروری سنہ ۱۸۵۲ء

ایضاً منشی صاحب تمھارا خط اُس دن یعنی کل بدھ کے دن پہنچا میں چار دن سے لرزے میں مبتلا ہوں اور
مزہ یہ ہے کہ جس دن سے لرزہ چڑھا ہے کھانا مطلق میں نے نہیں کھایا آج پنجشنبہ پانچواں دن ہے
کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے نہ رات کو۔ شراب بہ حرارت مزاج میں بہت ہے ناچار احتراز کرتا ہوں بھائی
اس لطف کو دیکھو کہ پانچواں دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہیں لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہیں

بدخواہی کی نہیں کی۔ حکامِ وقت میرا ہونا شہر میں جانتے ہیں۔ فراری نہیں ہوں۔ روپوش نہیں ہوں بلایا نہیں گیا۔ داروگیر سے محفوظ ہوں۔ کسی طرح کی بازپرس ہو تو بلایا جاؤں۔ مگر ہاں جیسا کہ بلایا نہیں گیا خود بھی بروئے کار نہیں آیا۔ کسی حاکم سے نہیں ملا۔ خط کسی کو نہیں لکھا۔ کسی سے درخواست ملاقات نہیں کی۔ مئی سے پنشن نہیں پایا۔ کہو یہ دس مہینے کیونکر گزرے ہوں گے۔ انجام کچھ نظر آتا نہیں کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہوں مگر زندگی وبال ہے۔ ہرگوبند سنگھ یہاں آئے ہوئے ہیں ایک بار میرے پاس بھی آئے تھے۔ والدعا۔ غالب۔ روز شنبہ۔ ۳۰م جنوری ۱۸۵۸ء وقتِ نیمروز۔

ایضاً۔ کیوں صاحب روٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی۔ اور اگر کسی طرح نہیں منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہیں آ رہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو۔ میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن ان کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سے تمہارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے۔ خط لکھو۔ صاحب نہ لکھنے کی وجہ لکھو۔ آدھ آنے میں بخل نہ کرو۔ ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔ غالب۔ سوموار۔ ۱۰ر دسمبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً۔ مہاراج آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہرحال مجھکو کہ نالائق و ذلیل ترین خلائق ہوں اپنا دعاگو سمجھتے رہو۔ کیا کروں اپنا شیوہ ترک نہیں کیا جاتا۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والوں کی مجھکو نہیں آتی کہ بالکل بھاٹوں کی طرح بکنا شروع کریں میرے قصیدے دیکھو۔ تشبیب کے شعر بہت پاؤ گے اور مدح کے شعر کمتر۔ نثر میں بھی یہی حال ہے۔ نواب مصطفےٰ خاں کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ ان کی مدح کتنی ہے۔ میرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوانِ حافظ کے بموجب فرمایش جان جاکب بہادر

کوئی بھی نہیں ہے۔ مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمانِ قلعہ پر شدت ہے اور بازپرس اور دار و گیر
میں مبتلا ہیں۔ مگر وہ نوکر جو اس ہنگام میں نوکر ہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک رہے ہیں۔ میں غریب
شاعر دس برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں۔ خواہی اس کو نوکری سمجھو خواہی
مزدوری جانو۔ اس فتنہ و آشوب میں کسی مصلحت میں مَیں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعار کی خدمت
بجا لاتا رہا اور نظر اپنی بیگناہی پر شہر سے نکل نہیں گیا۔ میرا شہر میں ہونا حکّام کو معلوم ہے۔
مگر چونکہ میری طرف بادشاہی دفتر میں سے یا مخبروں کے بیان سے کوئی بات پائی نہیں گئی۔
لہٰذا طلبی نہیں ہوئی۔ ورنہ جہاں بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے
ہیں میری کیا حقیقت تھی۔ غرض کہ اپنے مکان میں بیٹھا ہوں دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا
سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر میں ہے کون
جو آوے گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بندوبست
یازدہم مئی سے آج تک یعنی شنبہ پنجم دسمبر ۱۸۵۷ء تک بدستور ہے۔ کچھ نیک و بد کا حال مجکو نہیں معلوم
بلکہ ہنوز ایسے اُمور کی طرف حُکّام کو توجہ بھی نہیں۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر سے
اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا۔ تم زنہار یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیے
مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں۔ بہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا
اس وقت تمھارا خط پہنچا اور اُسی وقت مَیں نے یہ خط لکھکر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔

ایضاً۔ آج سنیچر بار کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمھارا خط لایا۔ مَیں نے پڑھا اور
جواب لکھا اور کلیان کو دیا۔ وہ ڈاک کو لے گیا خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ مَیں تم کو لکھ چکا ہوں
کہ دلّی کا قصد کیوں کرو اور یہاں آکر کیا کروگے بنک گھر میں سے خدا کرے تمھارا روپیہ مل جاوے
بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی میں میرا نام مندرج نہیں نکلا۔ کسی مخبر نے نسبت میرے کوئی خبر

رہنے دیے ہیں۔ اب تم کو یہ چاہیے کہ کول پہنچ کر مجھ کو خط لکھو۔ اس لفافہ کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو اس میں تساہل نہ کرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب اجمیر کو روانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر جمع رہے زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عفی عنہ

ایضاً صاحب۔ تم نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤنگا۔ تمہارے اس خط کا جواب نہ لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا مگر کلیان کا پاؤں سوج گیا تھا وہ چل نہیں سکتا تھا۔ مسلمان آدمی شہر میں سڑک پر بن ٹکٹ پھر نہیں سکتا ناچار تم کو خط نہ بھیج سکا بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو میں تم کو آگرہ میں بھیج کر سکندرآباد خط نہ بھیج سکا۔ مولوی قمر الدین خاں کے خط میں تم کو سلام لکھا۔ کل اُن کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ میرزا تفتہ ابھی یہاں نہیں آئے اس واسطے آج یہ رقعہ تمکو بھیجتا ہوں۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے۔ حاکم اکبر نے ابھی کوئی نیا بندوبست جاری نہیں کیا۔ یہ صاحب میرے آشنائے قدیم ہیں مگر میں مل نہیں سکتا۔ خط بھیجدیا ہے۔ ہنوز کچھ جواب نہیں آیا۔ تم لکھو کہ اکبرآباد کب جاؤ گے۔

والدعا۔ غالب۔ جمعہ ۵ر مارچ ۱۸۵۸ء۔+۔

ایضاً۔ صاحب میرٹھ سے آکر تم کو خط لکھ چکا ہوں شاید نہ پہنچا ہو۔ اس واسطے از روئے احتیاط لکھتا ہوں کہ نواب مصطفےٰ خاں کے ملنے کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلّی آگیا اور چارشنبہ کے دن تم کو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ اُمید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط اُن کے دکھانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ اُن کو دکھایا۔ پڑھکر یہ فرمایا کہ کسی اور مقام میں قصد اقامت نہیں ہے نیا ایک تکیہ بنایا چاہتا ہوں۔ آدمی بندرابن گئے ہیں۔ کوئی مکان مول لیں گے۔ وہاں اپنی وضع پر رہیں گے میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپکا کلام بمبئی تک پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ ہوجائیگا ؎

سواد ہند گرفتی بہ نظم خود تفتہ ‏ ‏ ‏ بیا کہ نوبت شیراز و وقت تبریز است

صبح یکشنبہ سی ام جنوری ۱۸۵۹ء۔+۔

کے لکھی ہے اُس کو دیکھو کہ فقط ایک بیت میں اُنکا نام اور اُنکی مدح آئی ہو اور باقی ساری نثر میں کچھ اَور ہی اَور مطالب ہیں۔ اللہ باللہ کسی شاہزادے یا امیرزادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اُسکی مدح اِتنا نہ کرتا کہ جتنی تمہاری مدح کی ہے۔ ہم کو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مدح کو بہت جانتے قصہ مختصر تمہاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمہارے نام کا بدل کر اُس کے عوض ایک فقرہ اَور لکھدیا ہے اس سے زیادہ بھی میری روش نہیں۔ ظاہرا تم خود فکر نہیں کرتے اور حضرات کے بہکانے میں آجاتے ہو وہ صاحب تو بیشتر اس نظم و نثر کو مہمل کہیں گے کیواسطے کہ اُن کے کان اس آوازسے آشنا نہیں جو لوگ کہ قتیل کو اچھے لکھنے والوں میں جانیں گے وہ نظم و نثر کی خوبی کو پہچانیں گے۔ ہمارے شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جسکو تم لکھتے ہو ماء الجبن سے بھی نہ گیا۔ ایک نسخہ طب محمد حسین خانی میں لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سود مند ہے مگر اثر اس کا دیر میں ظاہر ہوتا ہے وہ نسخہ یہ ہے کہ پان سات سیر پانی لیویں اور اُس میں سیر ڈیڑھ سیر تو دہ بھر چوب چینی کوٹ کر ملاویں اور اُسکو جوش کریں اسقدر کہ چہارم پانی جل جاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا میں بھر رکھیں اور جب باسی ہوجاوے اُسکو پئیں جو غذا کھایا کرتے ہیں کھایا کریں۔ پانی دن رات جب پیاس لگے یہی پئیں تبرید کی حاجت پڑے اسی پانی میں پئیں روز جوش کروا کر چھنوا کر رکھ چھوڑیں۔ برس دن میں اس کا فائدہ معلوم ہوگا میر اسلام کہکر یہ نسخہ عرض کردینا آگے اُنکو اختیار ہے

ایضاً۔ تمہارا خط پہنچا مجکو بہت رنج ہوا۔ واقعی اُن چھوٹے لڑکوں کا پالنا بہت دشوار ہوگا۔ دیکھو مَیں بھی تو اسی آفت میں گرفتار ہُوں۔ صبر کرو اور صبر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ کچھ بن نہیں آتی مَیں مسہل میں ہُوں یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہُوں۔ حفظِ صحت کے واسطے مسہل لیا ہے تمہارے اشعار غور کر دیکھکر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفافہ تمہارے نام کا بھیجدیا ہے جب تم آؤ گے تب وہ تم کو دیں گے۔ جہاں جہاں تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کر دی ہے اور باقی سب اشعار بدستور

خط بھیجو رام پور بھیجا۔ مُہر نامہ رامپور کا نام اور میرا نام کافی ہوا بس اسی قدر لکھنا کافی تھا باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ رام پور سے لکھوں گا۔ راقم غالب۔ مرقومہ چاشتگاہ شنبہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ع - *

ایضاً - برخوردار سعادت آثار منشی ہرگوپال علمہ اللہ تعالیٰ۔ اس سے آگے تم کو حالات مجمل لکھ چکا ہوں ہنوز کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مراد آباد اور وہاں سے رام پور آئیں گے اُنکے جانے کے کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھیرے گا منظور مجکو یہ ہے کہ اگر یہاں رہنا ہو تو فوراً تمکو بلا لونگا جو دن زندگی کے باقی ہیں وہ باہم بسر ہو جائیں۔ والدعا۔ راقم غالب۔ یکم مارچ سنہ ۱۸۶۰ع *

ایضاً - مرزا تفتہ کو دُعا پہنچے۔ بہت دن سے خط کیوں نہیں لکھا۔ آگرہ میں ہو یا نہیں۔ میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا۔ یہاں سے اُس کا جواب بھیجا گیا۔ وہاں سے اُس کا جواب آگیا۔ میر مکرم حسین صاحب کا خط پرسوں آیا وہ چار دن میں اُس کا جواب لکھوں گا۔ میرا حال بدستور ہے نہ نوید کامیابی نہ بیم ناامیدی * بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب میں ہے دو ایک دن کے بعد جب جی باتیں کرنے کو چاہیگا تب اُن کو خط لکھوں گا۔ تم اگر ملو تو اُن سے کہدینا کہ بھائی قاسم علیخاں کے شعر نے مجکو بڑا مزا دیا۔ حُسن اتفاق کیہ کئی دن ہوئے تھے جو میں نے ایک ولایتی چغہ اور ایک شالی رومال ڈھائی گز دلّال کو دیا تھا اور وہ اُسوقت روپیہ لے کر آیا تھا میں روپیہ لیکر اور خط پڑھ کر خوب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا۔ غالب۔ ۱۰ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع -

ایضاً - صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور تمہارا کشف سچا ہے۔ میں راہ دیکھ رہا کہ تمہارا خط آئے تو جواب لکھوں۔ کل تمہارا خط شام کو آیا۔ آج صبح کو جواب لکھا گیا۔ بات یہ ہے کہ نامور آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہیں۔ میں غریب آدمی ہوں مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے آتے ہیں کبھی تلف نہیں ہوتے۔ بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہیں ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق ہوتا ہی نہیں۔ شہر کا نام ہوتا ہے۔ تین چار خط انگریزی ولایت سے مجھ کو آئے جانے اُن کی بابا کہ

ایضاً عمر و دولت برخوردار باشند۔ بدھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور خط مع رجسٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہنڈوی بل جو کچھ لکھے ہو ملا۔ ایک آدمی رسید مُہری لیکر نیل کے کٹڑے چلا گیا۔ سو روپے چہرہ شاہی لے آیا۔ آنے جانے کی دیر ہوئی اور بس۔ چوبیس روپے داروغہ کی معرفت اُٹھے تھے وہ دیئے گئے۔ پچاس روپے محل میں بھیجدیئے۔ چھبیس روپے باقی رہے۔ وہ بکس میں رکھ لیے۔ روپے کے رکھنے کے لئے بکس بنوا لیا تھا۔ سو یہ رقعہ بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے۔ اگر جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں بھیجدوں گا۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور اجر دے۔ بھائی بُری آ بنی ہے۔ انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر کہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چارشنبہ ۳ سنہ ۶۱ع۔ وقت دوپہر۔

ایضاً صاحب تمہارا خط میرٹھ سے آیا۔ مراۃ الصحائف کا تماشا دیکھا۔ سنبلستان کا چھاپا خدا تم کو مبارک کرے اور خدا ہی تمہاری آبرو کا نگہبان رہے۔ بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی۔ اچھی گزری۔ اچھی گزر جائیگی میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کے اشتہار سے مجھ کو نفع ہوگا۔ سعدی نے بوستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبلستان سے پاؤ گے۔ اللہ کے سوا جو کچھ ہے موہوم و معدوم ہے۔ نہ سخن ہے نہ سخنور ہے۔ نہ قصیدہ ہے نہ قصد ہے۔ لا موجود الا اللہ۔ جناب بھائی صاحب یعنی نواب مصطفیٰ خاں صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا۔ ہمشیرہ کی پنشن کا جاری ہونا بہت خوشی کی بات ہے مگر خوشی سے تعجب زیادہ ہے۔ کیا عجب ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی بروے کار آوے یعنی آپکا پنشن بھی واگذاشت ہو جاوے۔ اللہ اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ ۲۰ جنوری سنہ ۶۵ع۔

ایضاً بھائی۔ میں نے دلی کو چھوڑا۔ اور رام پور چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مراد نگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا۔ آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفیٰ خاں کے کہنے سے مقام کیا۔ یہاں سے یہ خط تم کو لکھ کر بھیجا۔ کل شاہجہاں آباد پرسوں گڑھ مکتیسر رہوں گا۔ پھر مرادآباد ہوتا ہوا رام پور جاؤں گا۔ اب جو مجھ کو

میرے چھوٹے کل بے ہیں۔ مَیں بازدید کو نہیں گیا۔ شاید وہ آج گئے ہوں یا جاویں پھر اکبر آباد کو جائیں گے۔ مَیں آج آدمی اُن کے پاس بھیجوں گا۔ کل میرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تم کو بہت پُوچھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہاں ہیں اور کسطرح ہیں بھائی انکو خط لکھو۔ محررہ ۱۷ جون ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب تمھارا خط آیا۔ دل خوش ہوا تمھاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو آگرہ کتابوں کا منگوانا بے ارسال قیمت منظور ہے۔ چنانچہ حق التصنیف تم نے لکھا ہی بھائی میں کیا تم کو جھوٹ لکھوں گا اور شیونراین نے اگر ذکر ارسال قیمت کا نہیں لکھا کہ بے ارسال قیمت منگوائی ہیں تم کو میرے سر کی قسم اور میری جان کی قسم شیونراین سے اتنا پوچھو کہ اُن پچاس جلد کے بعد کتنی جلدیں غالب نے اور منگوائیں اور قیمت بھیجکر منگوائیں یا قیمت اُس سے لینی ہے۔ دیکھو مَیں نے قسم لکھی ہے یوں ہی عمل میں لانا۔ راے اُمید سنگھ صاحب یہیں ہیں مجھ سے ان دنوں میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جو تمھارے خط کا ذکر آتا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا اور یہ جو تم نے لکھا تھا کہ اگر دسوں کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے پاس آئیگا سو وہ میرے پاس نہیں آیا حضرت مجکو وہم کیوں ہو ایک امیر ہو آدمی ہو اسکے نام کا خط کیوں نہ پہنچیگا۔

ایضاً۔ اجی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمھارے حال کی بڑی پرسش ہے تم نے اُن کو خط لکھنا کیوں موقوف کیا ہو وہ مجکو لکھتے ہتے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجکو ضرور لکھیے گا۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۷ فروری ۱۸۵۹ء۔

ایضاً۔ کیوں مرزا تفتہ تم بے وفا یا مَیں گنہگار۔ یہ بھی تو مجکو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔ ابھی ایک صاحب میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمھارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول میں ہیں اب مَیں حیران ہُوں کہ خط کول بھیجوں یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجوں تو مسکن کا پتہ کیا لکھوں۔ بہرحال سکندر آباد بھیجتا ہُوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔ تمھارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا۔ مَیں نے ہرکارے کو راجہ اُمید سنگھ بہادر کے گھر کا پتہ بتا کر وہاں بھجوا دیا۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا۔ پانچ چار دن سے

بلی ماروں کا محلہ کیا چیز ہے وہ تو بہ نسبت میرے بہت بڑے آدمی ہیں۔ سیکڑوں خط انگریزی ہر روز اُن کو آتے ہیں خلاصہ یہ کہ میں نے پھر اُن کے پاس آدمی بھیجا اور آپکا خط اپنے نام کا بھجدیا۔ اُنھوں نے میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میں اس کا جواب کیا لکھوں۔ محلے کا پتہ آپ ہی لکھ بھیجئے۔ سو میں پہلا مروجی تم کو لکھکر تمھاری خواہش کے موافق لکھتا ہوں۔ اُن کے مکان کا پتہ بلی ماروں کا محلہ۔ دستوں کا کوچہ۔ دستنبو کا یہ حال ہے کہ میں نے ایک بار سات روپیہ کی ہنڈوی بھیجکر بارہ جلدیں اور ایک جنتری اُن سے منگوائی پھر اُن کو ۱۰ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر دو جلدیں لکھنؤ کو اُنھیں کے ہاتھوں میں سے بھجوائیں اور اُس کے بعد پھر ۱۰ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدیں ورمیں سر ڈھنے کو بھجوائیں۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ میں بعد اُن پچاس جلد کے سولہ جلدیں اور اُن سے لے چکا ہوں مگر نقد ہرگز قرض میں نے نہیں منگوائے ہیں۔ ایک بار ہنڈوی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہوں۔ تم کو میری جان کی قسم سہل طور پر اُن کو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابیں منگوائی ہیں اور نقد منگوائی ہیں یا قرض اور جو وہ لکھیں مجھ کو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹ فروری ۱۸۵۹ع۔ غالب۔ +

ایضاً صاحب ہم تمھارے اخبار نویس ہیں اور تمکو خبر دیتے ہیں کہ برخوردار میر بادشاہ آئے ہیں اُنکو دیکھکر خوش ہوا وہ اپنے بھائیوں سے مل کر شاد ہوئے۔ تمھارا حال سُن کر مجھکو رنج ہوا۔ کیا کروں نہ اپنے رنج کا چارہ کر سکتا ہوں نہ اپنے عزیزوں کی خبر لے سکتا ہوں ؎ ہر آنچہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف است + آج جو تھا دن ہے یعنی منگل کے دن کوئی پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ ناگاہ راجہ اُمید سنگھ بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہاں سے آئے ہو فرمایا کہ آگرہ سے آتا ہوں۔ بساون کی گلی میں جو حکیموں کی گلی کے قریب ہے جورس صاحب کی کوٹھی اُنہوں نے مول لی ہے اور اُس کے قریب کی زمین اُفتادہ بھی خریدی ہے اور اُس کو بنوا رہے ہیں۔ تمھارا ذکر کیا کہ ہر خط میں تم کو پوچھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں نے کئی خط بھیجے جواب نہیں آیا۔ بہر حال

پاس انڈور بھیجدینا اور چالیس جلدیں بموجب اُن کے حکم کے میرے پاس ارسال کرنا اور وہ جو میں نے پانچ جلد کے آرایش کے باب میں تم کو لکھا ہے اُس کا حال مجکو ضرور لکھنا۔ اں صاحب ایک رباعی میرے سہو سے رہ گئی ہے اُس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھدینا۔ جہاں یہ فقرہ ہے سنے نے اختر بخت خسرو در بلندی بجائے رسید کہ رُخ از خاکیاں نہفت ؎

جائیکہ ستارہ شوخ چشمی ورزد　　افسر افسار گرزن ارزن ارزد
خورشید ز اندیشۂ چادر گردش　　بر چرخ ز مینی کہ چنان مے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اس فقرے کے آگے نشان بنا کر اوپر کے حاشیہ پر رباعی لکھدینا اور حاشیہ بین پر جہاں اور معنی لکھے ہوئے ہیں وہاں رباعی کے لغات کے معنی خفی قلم کی لکھ دینا۔ افسر[1] افسار[2]۔ گرزن[3] بہر دو فتحہ۔ چادر گردش[4]۔ غالب نگاشتہ ۲۰ اگست ۱۸۶۰ء۔

ایضاً میرزا تفتہ تمہارا خط آیا۔ حقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا خدا فضل کرے اگر تم اس راز کے اخفا کو منع نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لغو نہیں ہے کہ میں اُن کو لکھتا۔ لکھتے ہو کہ میرزا مہر کے دو چار روپے زائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے۔ حال یہ ہے کہ میں نے اُن سے استفسار کیا تھا اُنھوں نے مجکو لکھا کہ کتابوں کی درستی میں وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہیں محصول کی ایک رقم خفیف اگر میں نے اپنے پاس سے دی تو اس کا کیا مضائقہ مجکو تمہارا قول مطابق واقع نظر آتا ہے البتہ اُن کے دو تین روپے اٹھ گئے ہوں گے۔ لالہ گنگا پرشاد تخلص اپنے کو تمہارا شاگرد بتاتے ہیں مگر ریختہ کہتے ہیں۔ کئی دن ہوئے کہ یہاں آئے اور بالمکند بے صبر کی غزلیں اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر اُن کو حوالہ کر دیں ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب ممالک مغربی کے مدرسوں کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب ہیں۔ اُمن کے دنوں میں ایک ملاقات میری انکی ہوئی تھی۔ میں نے اب ایک کتاب سادہ بے جلد اُن کو بھیجی تھی کل اُن کا خط مجکو اُس کتاب کی رسید میں آیا بہت تعریف لکھتے تھے۔ اور

[1] افسر تاج　[2] افسار لوزی　[3] گرزن تاج　[4] چادر گردش۔ نیر جال

سنتا ہوں کہ وہ متھرا اور اکبرآباد کی طرف گئے ہیں مجھ سے مل کر نہیں گئے۔ بہرحال اس خط کا جواب جلد لکھو اور ضرور لکھو۔ بھائی تم سیاح آدمی ہو۔ جہاں جایا کرو مجکو لکھ بھیجا کرو کہ میں وہاں جاتا ہوں یا جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھو۔ تمہارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش تم کو کیوں پسند ہے۔ محررہ یکشنبہ ۲۷ مارچ ۱۸۵۸ع۔ غالب۔

ایضاً۔ شنبہ ششم مئی ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ بھائی آج اسوقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی جواب لکھتا ہوں۔ زر سالانہ مجتمعہ ہزاروں کہاں سے ہوئے۔ سات سو پچاس پاتا ہوں تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو روپیہ مجھے مدد خرچ ملے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو متفرقات میں گئے۔ رہے دو ہزار روپے۔ میرا مختار کار ایک بنیا ہے اور میں اس کا قرضدار قدیم ہوں اب جو وہ دو ہزار لایا اس نے اپنے پاس رکھ لئے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ سات کم پندرہ سو اس کے سود مول کے ہوئے قرض متفرق کا اسی سے حساب کر دیا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ نکلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔ اصل ہیں یعنی دو ہزار میں چھ سو کا گھاٹا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو۔ پانسو سات روپے باقی کے تم لے لو۔ میں کہتا ہوں متفرقات گیارہ سو چکا دیئے نو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے آدھے مجکو دے۔ پرسوں چوتھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک قصہ نہیں چکا۔ میں جلدی نہیں کرتا۔ دو ایک مہاجن بیچ میں ہیں ہفتہ بھر میں جھگڑا فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جای جس دن برات سے پھر کر آؤ۔ اسی دن مجکو ورود مسعود کی خبر دینا۔ والدعا۔ غالب۔

ایضاً۔ نور نظر لخت جگر مرزا تفتہ تمکو معلوم رہے کہ رائے صاحب مکرم و معظم رائے امید سنگھ بہادر قصبہ تم کو بھیجیں گے۔ تم اسی رقعہ کو دیکھتے ہی ان کے پاس حاضر ہونا اور جب تک وہاں رہیں تب تک حاضر ہوا کرنا اور دستنبو کے باب میں جو ان کا حکم ہو بجا لانا۔ ان کو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا پچاس جلد کی قیمت عنایت کریں گے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے دس جلدیں رائے صاحب کے

دن رات میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہ نکلیں بالاخانہ کا جو دالان میرے بیٹھنے
اٹھنے سونے جاگنے جینے مرنے کا محل ہے اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہو گئی کہیں لگن کہیں چلمچی
کہیں اگالدان رکھدیا۔ قلمدان کتابیں اُٹھا کر توشے خانہ کی کوٹھری میں رکھدیئے۔ مالک مرمت کی طرف
متوجہ نہیں کشتی نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی ہے نواب صاحب کی غزلیں اور
تمہارے قصائد دیکھے جائیں گے۔ میر بادشاہ میرے پاس آئے تھے تمہاری خیر و عافیت اُن سے
معلوم ہوئی تھی۔ میر قاسم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ پرسوں سے نواب مصطفےٰ خانصاحب یہاں آئے
ہوئے ہیں ایک ملاقات اُن سے ہوئی ہے۔ ابھی یہیں رہیں گے۔ بیمار ہیں۔ حسن اللہ خاں کا علاج ہے فصد
ہو چکی ہے۔ جونکیں لگ چکی ہیں اب مسہل کی فکر ہے سوا اس کے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ میں ناتوان بہت ہو گیا
ہوں گویا صاحب فراش ہوں۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ
پڑا رہتا ہوں لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں۔ لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہوں اللہ اللہ اللہ۔ صبح جمعہ ۱۲ اکتوبر سنہ ۶۰ء

ایضاً پرسوں تمہارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلیں دیکھ رہا تھا آج شام کو دیکھنا تمام
ہوا تھا۔ غزلوں کو رکھدیا تھا چاہتا تھا کہ انکو بند کر کے رہنے دوں۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک میں بھیجدوں بلا
خط کچھ ضرور نہیں۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا جانی جی کا خط لایا اُسکو پڑھا اب مجھکو
ضرور ہوا کہ خلاصہ اُس کا تم کو لکھوں یہ رقعہ لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گزری دیوان گزرا
راول جی کے نام کا خط گزرا راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے جانی جی نے جو
ایک معتمد اپنا سعد اللہ خاں وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے راول جی نے اجنٹ
کے استقبال کو گئے ہیں اور اب اجنٹ علاقہ جے پور کی راہ سے نہیں آتا۔ آگرہ اور گوالیار۔ کرولی
ہوتا ہوا اجمیر آئیگا اور اس راہ میں جے پور کا عمل نہیں۔ پس چاہیئے کہ راول جی اُلٹے پھر آویں
اُن کے آنے پر عرضی کا جواب ملے گا۔ اور اس میں دیوان کی رسید بھی ہو گی بھائی جانی جی کو

ہاں بھئی ایک تماشا اور ہے وہ مجھکو لکھتے تھے کہ یہ دستنبو پہلے اس سے کہ تم بھیجو مطبع مفید خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم اُس کو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمھارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ اُن کے اس لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ مطبع میں سے گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہوگی۔ کیا اچھی بات ہو کہ وہاں بھی میرے بھیجنے سے پہلے میرا کلام پہنچ جائیگا۔ میں چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہوں اور نواب گورنر کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکرٹروں کی نذر یہ پارسل انشاء اللہ تعالی آج روانہ ہو جائیں گی۔ دیکھوں چیف کمشنر کیا لکھتے ہیں اور گورنر کیا فرماتے ہیں ؎ تا نہال دوستی کے بر دہد ❊ حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم ❊

شنبہ ۲۰ر نومبر ۱۸۵۸ء غالب۔

ایضاً مرزا تفتہ صاحب پرسوں تمھارا دوسرا خط پہنچا۔ تم سے بروا کیا ہے ایک فتوح کا منتظر ہوں اُس میں میں نے اپنے ضمیر میں تم کو شریک کر رکھا ہے۔ زمانہ فتوح کے آنے کا قریب آگیا ہے۔ ان شاء اللہ میرا خط مع حصہ فتوح جلد پہنچیگا۔ پنڈت بدری ناتھ یا بدری داس ڈاک منشی کرنال باآنکہ مجھ سے اُس سے ملاقات ظاہری نہیں ہے مگر میں جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کے واسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنے کے میں نے اُسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی ہرگوپال تفتہ کے پاس بھیجدیا کرو۔ اب تم کو لکھتا ہوں کہ تم میرے اِس لکھنے کی اُن کو اطلاع لکھو میں زندہ ہوں اودھ کے نمبر میں جو اپنے کو مُردہ لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہوں مُردہ نہیں ہوں بیمار بھی نہیں بوڑھا ناتوان مفلس قرضدار کانوں کا بہرا قسمت کا بے بہرہ زیست سے بیزار مرگ کا امیدوار۔ غالب۔

ایضاً بھائی تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمھارے ہی قصائد پڑے ہیں۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں برسات کا حال تمھیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے کرایہ کی حویلی میں رہتا ہوں۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا شہر میں سینکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت

اگر بہ گنج گہر مسلم او فتاد چہ باک	کفِ جوادِ ترا از برائے آن دارم

چاہتا تھا کہ تم کو لکھوں کہ ناگاہ تمہارا آیا مجھ کو لکھنا ضرور ہوا آج تمہیں دو خط بھیجے ہیں ایک تو صبح کو پوسٹ پیڈ اور ایک اب بارہ پر تین بجے بیرنگ۔ اس شعر کو اب چاہو رہنے دو۔ ہائے ہائے تم بھائی سے ملے غیاث اللغات کھلوائی جواد کا لغت دیکھا میرا ذکر نہ کیا کہ وہ تمہارا جویائے حال ہے دستنبو اور اس کے چھاپے کا ذکر نہ کیا البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونوں باب میں کچھ فرماتے اور مجھ کو دعا سلام کہہ دیتے۔ چونکہ تم نے اپنے خط میں کچھ نہیں لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ اگر انہوں نے کچھ نہیں کہا تو اُن کا ستم اور اگر اُن کا کہا ہوا تم نے نہیں لکھا تو تمہارا کرم۔ بہرحال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجھ کو یاد دلایا ہے ؎ یا رب مباد کس را مخدوم بے عنایت * خواہی تم خواہی منشی نبی بخش سلمہ اللہ تعالیٰ۔ یاد رہے مصرع اگر زنجیر سے باندھو گے تو بھی نہیں بندھے گا۔ اگر دستنبو کو سراسر غور سے دیکھو گے تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہے آخر روز دوشنبہ ۲۳ ماہ اگست

ایضاً۔ جانِ من جانانِ من۔ کل میں نے تم کو سکندر آباد میں بھیج کر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبر آباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے۔ شاید اُلٹا نہ پھرے اگر پھر آئے گا تو خیر آج یہ خط تم کو اکبر آباد بھیجتا ہوں پہنچنے پر جواب لکھنا۔ تقطیع رباعی کی بہت خوب۔ مگر خیر ہر ایک بات کا وقت ہی ہم کو ہر طرح لطفِ صحبت اور لطفِ شعر اُٹھا لینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نام کا خط پڑھ کر اُن کو دیدینا اور اُس کا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو میں نے خط اور قطعہ بھیجا ہے اُسکے سررشتہ دار کوئی صاحب ہیں۔ مُن بھول اُن کا نام ہے مجھ سے ناآشنائے محض ہیں اگر تمھارے آشنا ہو تو استدعا کرنا کہ اس تحریر کو پیش کیجیے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمہیں اُوپر اُوپر ایک خط لکھ کر اُن کو بھیجدیتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بیگناہِ محض اور واجب الرحم ہے۔ اس کے حصول مطالب میں سعی سے دریغ نہ کرنا ؎ میتوان آوردِ استغنا سفارش نامہ *

بہت ڈھونڈھتے اور تمھارے بغیر بہت بیچین ہیں۔ میں تم کو کچھ کہہ سکتا ہوں نہ اُنکو سمجھا سکتا ہوں تم وہ
کرو کہ جس میں سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہاں یہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ بہت دن کے بعد
منشی جی کا خط آیا ہے۔ اسد اللہ۔

ایضاً بھائی پرسوں شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور ایک خط تمھارا اور ایک خط جانی جی کا لایا۔
تمھارے خط میں اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط میں جے پور کے اخبار۔ دو دن سے مجھکو
وجع المعدہ ہے اور میں بہت بیچین ہوں ابھی اشعار کو دیکھ نہیں سکتا۔ بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو
بھیجتا ہوں اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاویں گے۔ اسد اللہ۔ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۵۳ء

ایضاً۔ صاحب تمھارا خط آیا حال معلوم ہوا ؎ جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب ÷ ترا
چہ باک خدائے کہ داشتی داری ÷ خدا کے واسطے میرے باب میں لوگوں نے کیا خبر مشہور کی ہے۔
بہ نسبت حکیم احسن اللہ خاں کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلط ہاں مرزا الٰہی بخش جو شاہزادوں میں
ہیں اُنکو حکم کراچی بندر جانے کا ہوا اور وہ انکار کر رہے ہیں دیکھیے کیا ہو حکیم جی کو اُن کی حویلیاں ملگئی
ہیں اب وہ مع قبائل اُن مکانوں میں جا رہے ہیں اتنا حکم اُن کو ہے کہ شہر سے باہر جائیں رہا
میں ؎ تو بکیسی و غریبی ترا کہ مے پُرسد ÷ نہ خزانہ سزا نہ نفرین نہ آفرین نہ عدل نہ ظلم نہ لطف
نہ قہر۔ اول پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہیں
کپڑا ایام غم کا بنا ہوا ابھی ہے اس کی کچھ فکر نہیں ہے مگر تم کو میرے سر کی قسم یہ لکھ بھیجو کہ میری
خبر تم نے کیا سنی مجھے اُس کے معلوم ہونے سے مزا ملے گا غالب۔ شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء ع

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبح کو ایک خط تم کو اور ایک خط جاگیرے گانو کی تہنیت
میں اپنے شفیق کو ڈاک میں بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو رضی الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا میں تو
کتاب کو دیکھ لیتا ہوں مول نہیں لیتا۔ قضارا جب میں نے اُسکو کھولا اسی ورق میں یہ مطلع نکلا ؎

اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ قصائد سب ناشتہ نہیں بکار آمد نہیں خیر کبھی دیکھ لونگا جلدی کیا ہے تین بات جمع ہیں۔ تیری کاہلی۔ تمہاری کلام کا محتاج باصلاح نہ ہونا۔ کسی قصیدے کسی طرح کے نفع کا متصوّر نہ ہونا۔ نظر ان مراتب پر کاغذ پڑے رہے۔ لالہ بالمکند بیصبر ایک پارسل ہے کہ اُسکو بہت دن ہوئے آجتک سر نامہ بھی نہیں کھولا نواب صاحب کی اُس پندرہ غزلیں پڑی ہوئی ہیں

ضعف نے غالب نکما کردیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ قصیدہ تمہارا کل آیا۔ آج اس وقت کہ سورج بلند نہیں ہوا اُسکو دیکھا لفافہ کیا آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھجوایا۔ غالب۔ ۲۰ نومبر ۱۸۶۲ء۔

ایضاً۔ منشی صاحب میں سال گذشتہ بیمار تھا۔ بیماری میں خدمتِ احباب سے متعذر نہیں ہاں اُب مردہ ہوں مردہ کچھ کام نہیں کرسکتا۔ کمشنر و ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات ہے مگر ڈپٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے میں ایکبار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملوں تو مختار کو تنخواہ نہ ملے۔ ڈکرو د صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لیکر پہاڑ پر گئے۔ انکی جگہ ٹیلین صاحب مقرر ہوئے اُن سے ناچار ملنا پڑا۔ وہ تذکرہ شعراء ہند کا انگریزی میں لکھتے ہیں مجھ سے بھی انہوں نے مدد چاہی میں نے سات کتابیں بھائی ضیاء الدین صاحب سے مستعار لے کر اُن کے پاس بھیجدیں پھر اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے اُن کا حال لکھ بھیج۔ مَیں نے ۱۶۔ آدمی لکھ بھیجے بقید اس کے کہ اَب زندہ موجود ہیں اور اس سواد کی صورت یہ ہے۔ نواب ضیاء الدین صاحب احمد خاں بہادر رئیس لوہارو فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں فارسی نیّر اور اُردو میں رخشاں تخلص کرتے ہیں اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد نواب مصطفیٰ خاں بہادر علاقہ دار جہانگیر آباد اُردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے ہیں اُردو میں مومن خاں کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ منشی ہرگوپال متعزز قانون گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہیں۔

چرخ کج رو را اگر دانیم کو یاران کیست چہ باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق میں لکھ چکا ہوں تم پڑھ لوگے دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔ شنبہ ۲۰ مارچ ۱۸۵۸ع۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرے مہربان میری جان۔ میرزا تفتہ سخندان۔ تمہارا سکندر آباد اور میرے خط کا تمہارے پاس پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو۔ اور خوش رہو۔ میں شعر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہیں آیا۔ بھیک مانگنے آیا ہوں۔ روٹی اپنی گرہ سے نہیں کھاتا۔ سرکار سے ملتی ہے۔ وقت خیرت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔ نواب صاحب از روئے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ہیں خزانۂ فیض کے تحویلدار ہیں۔ جو شخص قرار ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اُسکے بٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ ایک لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کر دیا ایک اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور تیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نول کشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے۔ مقدار مجھ پر نہیں کھلی۔ بھائی مصطفےٰ خان صاحب بتقریب تہنیت مسند نشینی و شمول جشن آنے والے ہیں اس وقت تک نہیں آئے جشن یکم دسمبر سے شروع۔ ۵ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع۔ نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۶۰ع وقت چاشت

ایضاً۔ میرزا تفتہ جو کچھ تم نے لکھا یہ بیدردی ہے اور بدگمانی۔ معاذ اللہ تم سے اور آزردگی۔ مجھکو اس پر ناز ہے کہ میں ہندوستان میں ایک دوست صادق الولا رکھتا ہوں جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہے تم ایسی کونسی بات لکھو گے کہ موجب ملال ہو۔ رہا غماز کا کہنا اُسکا حال یہ ہے کہ میرا حقیقی بھائی کل ایک وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری برائی کہتا تو میں اُسکو جھڑک دیتا اور اُس سے آزردہ ہوتا۔ بھائی مجھ میں کچھ اب باقی نہیں ہے برسات کی مصیبت گزر گئی۔ لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں بیٹھ نہیں سکتا اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں معہذا یہ بھی ہے کہ اب مشق تمہاری پختہ ہو گئی خاطر میری جمع ہے کہ اصلاح کی حاجت نہ پاؤں گا۔

فارسی کا محقق ہوں۔ کاتب اُن اجزا کا جن کی رُو سے کاپی لکھی جاتی ہے۔ فارسی کا عالم ہے علم اُسکا
غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے۔ تصحیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر
موافق اُن اوراق کے ہو، یہ کہ فرہنگوں میں دیکھا جائے آگے اس سے اس سے تمکو بھی اور بھائی
کو بھی لکھ چکا ہوں اب صرف اُس تحریر کا اشارہ لکھنا منظور تھا۔ آج جس طرح مجکو تمہارا اور مرزا صاحب کا
خط پہنچا۔ لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لفافہ اخبار پہنچ جاتا۔ مگر اسوقت تک نہیں پہنچا اور یہ دوپہر کا
وقت ہے خیر پہنچ جائیگا۔ مَیں نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیجدیا تھا اُنھوں نے تمہاری رائے
منظور کی اب تم وہ اخبار جس طرح کہ تمنے لکھا ہے اُن کے پاس بھیجدو اور صاحب مطبع قیمت اخبار اور اُجرت
کاتب اُن کو لکھ بھیجے اور اپنے نام اور مسکن سے اُنکو اطلاع دے۔ پس اُس کو اپنے طور پر روپیہ
بھیجدیں گے۔ ہم تم واسطے شناسائی ہمدگر ہو گئے۔ ہاں اگر احیاناً روپیہ کے بھیجنے میں
دیر ہوگی تو مَیں کہہ کر بھجوا دوں گا یہ البتہ میرا ذمہ ہے۔ ؎

ایضاً شفیق میرے کرم فرما میرے تمہارا خط اور تین دو ورق چھاپے کے پہنچے۔ شاید میرے دکھانے
کے واسطے بھیجے گئے ہیں۔ اور نہ رسم تو یُوں ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنّف کا نام اور
مطبع کا نام چھاپتے ہیں اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے
اسکا بھی چھاپا اسی طرح ہوگا غرض کہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حُسن خط اور الفاظ کی صحت سب
میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے۔ واللہ بے مبالغہ کہتا ہُوں کہ بھائی منشی نبی بخش صاحب
بدل متوجہ ہیں۔ تو اگر احیاناً اصل نسخہ میں سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی ہو تو اُس کو بھی صحیح کر دیں گے
تم میری طرف سے اُنکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم اور یہی خط اور یہی طرز
تصحیح چلی جائے جدول بھی مطبوع ہے۔ پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہے
تو دل پسند اور نظر فریب ہوگی۔ کاغذ کے باب میں یہ عرض ہے کہ فرنجہ کا کاغذ اچھا ہے۔

تفتہ تخلص کرتے ہیں اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد۔ ظاہراً بعد اس فہرست کے بھیجنے کے اُنہوں نے کچھ اپنے منشی سے تمکو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجکو اس حال سے کچھ اطلاع نہیں تمھارے خط کی رو سے میں نے اطلاع پائی اَب مَیں مولوی مظہر الحق اُن کے منشی کو بلواؤں گا اور سب حال معلوم کروں گا اصل یہ ہے کہ تذکرہ انگریزی زبان میں لکھا جاتا ہے اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل کیا جائیگا صرف شاعر کا اور اُس کے اُستاد کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام مع تخلص درج ہوگا خدا کرے کچھ تمکو فائدہ ہوجائے ورنہ بظاہر سواے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہیں ہے۔ رنگین صاحب اَب عدالتِ خفیفہ کے جج ہوگئے۔ ڈگرو در صاحب بہادر پہاڑ سے آگئے اپنا کام کرنے لگے رنگین صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا رہے۔ معہذا جاڑے کا موسم بڑھاپے کا عالم وہاں تک جانا دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر نہیں۔ بہرحال مولوی مظہر الحق پرسوں یکشنبہ کے دن میرے پاس آئیں گے۔ حال معلوم کرکے اگر میرا جانا یا لکھنا تمہاری فلاح کا موجب ہوگا تو ضرور جاؤں گا۔ غالب روز جمعہ ۹ر دسمبر ۱۸۵۹ع۔

ایضاً بھائی آج صبح کو بسبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی خدمت میں لکھکر بھیجا۔ کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمھارا اور ایک خط مرزا صاحب کا لے آیا۔ اَب کیا کروں خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھائیگا مرزا صاحب کی عنایت کا شکر بجالاتا ہوں یقین ہے کہ جلدیں میری خاطر خواہ بن جائیں گی کسواسطے کہ جو آج کے خط میں اُنہوں نے لکھا ہے وہ بعینہ میرا مکنونِ ضمیر ہے خدا اُن کو سلامت رکھے میرا سلام کہدینا خدا کرے اُن کے خط کا جواب کل پرسوں بھیجوں گا۔ راے اُمید سنگھ بہادر خوبان روزگار میں سے ہیں فقیر کا سلام نیاز اُن کو کہدینا۔ خدا کرے اُن کے سامنے کتابیں چھپ چکیں بارے جب وہ گوالیار تشریف لیجائیں تو مجکو اطلاع لکھنا۔ نہیب کی جگہ نواے بن جانے سے خاطر جمع ہو گئی۔ بھائی مَیں

	یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ		یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ	

مصرعِ ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کے واسطے کتنا مناسب۔ منشی عبداللطیف کے گھر میں لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر مجکو بھی ہو چکی ہے اور تہنیت میں بھائی کو خط لکھ چکا ہوں اب جو اُن سے ملو تو میرا سلام کہہ کر اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معنوی حبیب کا پنور سے معاودت فرماویں مجکو اطلاع دینا میرا حال بدستور ہے ہماں پہلو ہماں بستر ہماں۔ سہ شنبہ ۲۹ جون روزِ ورودِ نامہ۔ غالب

ایضًا برخوردار تمہارا خط پہنچا۔ اصلاحی غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ مقطع اب اچھا ہوگیا رہنے دو۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر کو سات کتابوں کا پارسل بھیجا ہوا مولانا مہر کا پہنچا۔ زبان نہیں جو تعریف کروں۔ شاہانہ آرایش ہے آفتاب کی سی نمایش ہے۔ مجھے یہ فکر کہیں اُن کا روپیہ تیاری میں صرف نہ ہوا ہو۔ اچھا میرے بھائی اس کا حال جو تم کو معلوم ہو مجکو لکھ بھیجو۔ رقعات کے چھاپے جانے میں ہماری خوشی نہیں ہے۔ لڑکوں کی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو تم کو اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف رہے ہے۔ میر بادشاہ کی اور اپنی ناشناسائی آگے تم کو لکھ چکا ہوں اب تمھارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمھارے اور اُمراؤ سنگھ کے آشنا ہیں۔ کچھ اُن کے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو مجکو بھی لکھ بھیجو تاکہ میں جانوں کہ یہ کس گروہ میں سے ہیں۔ میاں وہ راست دروغ بگردنِ راوی نے مجکو بہت پریشان کیا ہے اسواسطے خدا کے جو راوی نے روایت کی ہے وہ مجکو ضرور لکھو۔ اور تلج گنج کے رہنے والوں کی اَبتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم عفوِ تقصیر عام ہوگیا ہے لڑنے والے آتے جاتے ہیں اور آلاتِ حرب و پیکار رو بکر توقیع آزادی پاتے ہیں۔ یہ دو شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے۔ محررہ صبح شنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء۔ غالب۔ +

ایضًا۔ بھائی وہ خط پہلا تم کو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہوگیا۔ بیمار کیا ہوا توقع زیست کی نہ رہی۔ قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا۔ آخر عصارۂ ریوند اور ارنڈی کا تیل پیا

چھ جلدیں جو نذر حکام ہیں وہ اس کاغذ پر رہیں اور باقی چار ہو شیو رامپوری پر اور چار ہو نیلے کاغذ پر چھاپو۔
اور یہ بات کہ دو جلدیں جو ولایت جانے والی ہیں وہ اُس کاغذ پر چھاپی جائیں۔ اور باقی شیو رامپوری
یا نیلے کاغذ پر یہ تکلف محض ہے یہاں کے حاکموں نے کہا ہے کہ اُن کی نذر کی کتابیں اچھے کاغذ پر
نہ ہوں مگر جو ایسا ہی صرف اور خرچ زائد پڑتا ہو تو خیر دو جلدیں اس کاغذ پر اور چار جلدیں شیو رامپوری
ہوں باقی جلدوں میں تمھیں اختیار ہے۔ ہاں صاحب اگر ہو سکے تو کاپی کی سیاہی خوب اور سیاہ اور درخشندہ
ہو اور آخر تک یک رنگ بدلے آگے اس سے میں نے برخوردار منشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ
کتابوں کی کچھ زینت اور آرایش کی فکر کریں معلوم نہیں تم نے وہ پیام اُن کو پہنچایا یا نہیں۔ آپ اور
منشی عبداللطیف اور میر حاتم علی صاحب مہر باہم صلاح کریں اور کوئی بات خیال میں آوے تو بہتر ورنہ
ان چھ نسخوں کی جلدیں انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوا دینا۔ اور اس کا روپیہ
تیاری سے پہلے مجھ سے منگوا لینا۔ آن کہ ہمہ سال در یک دم بہ نوید بشو پدید آورد اگر در دم دیگر
بہ نہیب مباش بہم زند الخ۔ اس میں نہیب کا لفظ کچھ میری اصل انگاری سے اور کچھ سہو کاتب سے
رہ گیا ہے۔ اسکو تیز چاکو سے چھیل کر بہ نواے لکھ دینا یعنی بہ نواے مباش بہم زند خیر دونو
اور اس کا انتظار نہ کیجو کہ جب یہاں چھپا آئے گا تو بنا دیں گے نہ اصل کتاب میں غلط رہے
نہ چھاپے میں غلط ہو۔ اگر اجزاے اصل میر امیر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہوں تو انکو
یا بھائی منشی نبی بخش صاحب کو یہ رقعہ دکھا کر سمجھا دینا اور بنوا دینا از غالب روز شنبہ۔ ہفتم ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً۔ جیتے رہو اور خوش رہو ص لے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی ؀
زیادہ خوشی کا سبب یہ ہے کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان
وغیرہ میں پہلے سے جانتا ہوں۔ بلکہ گھر کا روپیہ مصرف کاغذ و کاپی ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے
مغتنمات سے ہو۔ رجب علی بیگ سرور نے جو فسانہ عجائب لکھا ہو آغاز داستان کا شراب مجھکو بہت مزا دیتا ہے ص

بتاتے ہیں دیکھیے کس دن کتابیں آجائیں۔ خدا کرے سب کام دلخواہ بنا ہو۔ ہاں صاحب منشی بالمکند بے صبر کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے۔ میں کیا کروں اُس خط میں اُنہوں نے اپنا سیر و سفر میں مصروف ہونا لکھا تھا پس میں اُن کے خط کا جواب کہاں بھیجتا۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہدینا اور مطبع آگرہ کی کتابوں کا حال تم خود دریافت کرہی لو گے میری کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت۔ چارشنبہ سیوم نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً۔ یکشنبہ سوم ذی قعدہ و پنجم جون سال حال ہے۔ آج تمہارا خط مجھکو آیا۔ میں دوپہر کو جواب لکھتا ہوں۔ تمہاری ناسازگاری طبیعت سُن کر دل کُڑھا۔ حق تعالیٰ تم کو زندہ اور تندرست اور خوش رکھے۔ اوراق مثنوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جس میں حکایت طالبعلم اور سُنار کی تھی واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق میں نے پمفلٹ پاکٹ نہیں بھیجے خط میں لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا دو ٹکٹ لگا کر ارسال کیے ہیں رسید ملے تو اُس کو دیکھکر تاریخ معلوم ہو جائے۔ قیاس سے ایسا جانتا ہوں کہ پان سات دن ہوئے ہوں گے۔ منشی نبی بخش کا خط بہت دن سے نہیں آیا گھر اون کا تاج گنج وہ خود مع بعض متعلقین آگرہ ایک بار تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا جواب نہ آیا۔ اب ناچار برخوردار شیو نراین سے اُن کا حال پوچھوں گا۔ تم باہمہ کمالات خفقانی بھی ہو رائے امید سنگھ سے خط کی امید کیوں رکھتے ہو۔ جب آگرہ جاؤ گے اور وہ وہاں ہوں گے تو ملاقات ہو جائے گی۔ میں خود واقف نہیں کہ وہ کہاں ہیں از روے قیاس کہہ سکتا ہوں کہ آگرہ یا بندرابن کبھی کہیں سے اُن کا کوئی خط مجھکو آیا ہو تو میں گنہگار۔ غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب کھچڑی کھائی دن بہلائے کپڑے بچائے گھر کو آئے۔ ۸ جنوری ماہ سالِ حال دوشنبہ کے دن غضبِ الٰہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط مع مضامین دردناک سے بھرا ہوا رامپور میں میں نے پایا۔ جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ کہ مرادآباد میں پہنچکر بیمار ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہاں پڑا رہا۔ اُنہوں نے بیمارداری

اسوقت تو بچ گیا مگر قصہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہوں میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی میں کیا ہے۔ دس دن میں دو بار آدھی آدھی غذا کھائی گویا دس دن میں ایک بار غذا تناول فرمائی۔ گلاب و املی کا پنا اور آلو بخارہ کا افشردہ اسپر مدار رہا۔ کل سے خوف مرگ گیا ہے اور صورت زیست کی نظر آئی ہے آج صبح کو بعد دوا پینے کے تم کو یہ خط لکھا ہے۔ یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکوں۔ صاحب وہ جو میں نے ۲۲ شعر مرثیہ کے لکھ کر تم کو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دوسرے ماتم زدہ کو دیدو کسواسطے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ کچھ اوپر اسی شعر میں سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب دست و گریباں تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اس میں سے کیونکر لیے جاتے اشعار سب میرے پسند بے سقم بے عیب وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو بچ مومن میں نے زم اور اس کا دوسرا مصرع میں بھول گیا ہوں مگر قافیہ میں من ہے یہ شعر غالب کو برا معلوم ہوا ہوگا واللہ باللہ جب تک کہ تم نے نہیں لکھا میرے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ بہرحال بات وہی ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں بارے اب کہیئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خانصاحب روزوں کے متوالے ہوش میں آگئے یا نہیں آئے۔ آج ۱۰ شوال کی ہے۔ شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کیواسطے اُن کی خیر و عافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا تو شاید مجکو خط لکھیں۔

غالب۔ محررہ و مرسلہ دوشنبہ ۲۴ مئی ۱۸۵۸ع۔

ایضاً۔ اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط کے آنے کے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا معلوم ہوا کہ دو دن کول میں رہ کر سکندرآباد گئے ہو اور وہاں سے تم نے خط لکھا ہے دیکھیئے اب یہاں کب تک رہو اور آگرہ کب جاؤ۔ پرسوں برخوردار شیو نراین کا خط آیا تھا۔ لکھتے تھے کہ کتابوں کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائیں۔ مرزا مہر بھی ایک ہفتہ

تم کو لکھ سکتا ہوں اگر ریل میں تم بیٹھ کر آجاؤ گے تو زبانی کہہ دوں گا۔ غالب۔

ایضاً۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی ہرگوپال صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ غالب کی دعائے درویشانہ قبول کریں۔ ہم تو آپکو سکندر آباد قانونگویوں کے محلہ میں سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ راجہ مان سنگھ کی حویلی مطبع اودھ اخبار میں بیٹھے ہوئے زار یہ حقہ لکھنؤ کا پی رہے ہیں اور منشی نولکشور صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو میرا سلام کہنا آج یکشنبہ ہے اخبار کا لفافہ ابھی نہیں پہنچا ہر ہفتے کو پنجشنبہ جد جمعہ کو پہنچتا تھا۔ مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے رنگیکٹن صاحب کہاں رنگیکٹن صاحب پنجشنبہ کے دن ۱۹ر جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کو گئے ملتان یا پشاور کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں۔ میں اپنی ناتوانی کے سبب انکی ملاقات تو ودیع کو نہیں گیا انوار الحق گماشت پر نوکر ہیں صد شاہرہ پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ ۱۲ر فروری ۱۸۶۵ء۔

ایضاً۔ نور چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدا تم کو خوش اور تندرست رکھے۔ نہ دوست بخیل نہ میں کاذب۔ مگر بقول میر تقی سے اتفاقات ہیں زمانہ کے۔ بہرحال کچھ تدبیر کی جائے گی اور ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی۔ تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا سے

یا کرم خود نماند در عالم ۔۔۔ یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

اغنیائے دہر کی مدح سرائی موقوف کرو۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل کہا کرو۔ اور خوش رہا کرو۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۲ر نومبر ۱۸۶۳ع۔

ایضاً۔ صاحب بندہ میں نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ تمہارا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں ردیف ان تینوں قصیدوں کی نہیں بتا سکتا اور وہ مقدمہ خشکا با قتضائے حالات زمانہ سست ہو گیا ہے مٹ نہیں گیا دیر آید درست آید

اور غمخواری بہت کی۔ کیوں ترکِ لباس کرتے ہو۔ پہننے کو تمہارے پاس ہے کیا جسکو اُتار کر پھینکوگے ترکِ لباس سے قیدِ ہستی مٹ جائیگی بغیر کھائے پیئے گزارہ نہ ہوگا سختی و سُستی رنج و آرام کو ہموار کرو جس طرح ہو اسی صورت سے بہر صورت گزرنے دو ع تا لائے ہی بنے گی غالب ؎ وقت سخت ہے اور جان عزیز ۔ اس خط کی رسید کا طالب غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ کہ پیوستہ بدل جا دارد ۔ ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش ۔ صاحب کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر متحیر کہاں بھیجوں اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ حضرت ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ خط نہ بھیجوں تو گنہگار۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ میں اصلاح کی مشقت کی طاقت نہیں رہی۔ معہذا تمہارا کلام پختگی کو پہنچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے۔ شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک آئین شکار سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود بے اعانت شیر شکار کیا کرتا ہے۔ یہ میں نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غزل قصیدہ لکھا کرو نہ مسودہ بل ایک نقل اُس کی ضرور مجکو بھیجا کرو۔ ؎

ایضاً شنبہ ۲۰ ربیع الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل اشعار کا ایک آنہ ٹکٹ لگا کر اور اُس پر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک میں بھیجدیا۔ ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق میں ڈال دو۔ خواہ مخواہ نہ گنگار آدمی اُسکا حکم بجا لایا۔ اور اُسکو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہے دستاویز معقول ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکیے تم سے خط کا محصول مانگیں تو تم اس جملہ کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان میرے گھر کے قریب حکیم محمود خاں کے گھر کے نزدیک عطار بھی پاس بازار بھی قریب ڈھائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہے کہ ہفتہ بھر کسی اَور کو نہ دونگا بعد ایک ہفتہ کے اگر تمہارا اسباب نہ آیا تو مجھے اَور کرایہ دار کے دینے کا اختیار ہے۔ رامپور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والیِ رامپور کو لکھ سکتا ہوں نہ اس لکھنے کی

راجہ صاحب کے مرنیکی خبر سُنی واللہ باللہ اگر دو دن پہلے خبر سُن لیتا تو اگر میری جان پر آ بنتی تو بھی اُن کو سمجھاتا جے پور کے آئے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی سو اب تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آ جاوے خدا کرے وہ آبو پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کر دیں ورنہ پھر خدا جانے کہاں کہاں جائینگے اور روپیہ بھیجنے میں کتنی دیر ہو جائے گی۔ خدا کرے زر مصارف ہردیو سنگھ اسی میں سے مجرا لیں میری کمال خوشی ہے اور یہ نہ ہو تو ۲۵ ہردیو سنگھ کو میری طرف سے ضرور دیں۔ منشی صاحب کا ایک خط ہاترس سے آیا تھا کل اُس کا جواب ہاترس کو روانہ ہو چکا۔ والدعا۔ از اسد اللہ۔ محررہ دو شنبہ ۲۳ مئی سنہ ۱۸۵۳ء

ایضاً۔ کل تمہارا خط آیا۔ راز نہانی مجھ پر آشکارا ہوا۔ میں سمجھا ہوا تھا تم دیوانگی اور شورش کر رہے ہو۔ اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تمہارے ہے۔ میں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اے دل تو اپنے عزیز کو جان کی جگہ سمجھ کر تصور کر کہ اگر تجھ پر یہ حادثہ پڑا ہوتا یا تو اس بلا میں گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ عیاذاً باللہ۔ اب میں تم کو کیوں کہوں کہ بے حرمتی گوارا کرو اور رفاقت نہ چھوڑو۔ بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سے کہیئے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر بہر حال دوست کی دوستی سے کام اُسکے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن میں تم میں ہے بدستور بلکہ روز افزوں رہے ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے نہ سہی ؎

وصلے کہ دراں ملال باشد	ہجراں بہ ازاں وصال باشد

آمدم بر سر مدعا۔ تمہاری رائے ہم کو اس بات میں پسند۔ عجب طرح کا پیچ پڑا کہ کچھ نہیں سکتا نہ تم کو سمجھا سکتا ہوں اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے تو اس موقع میں سوائے اسکے کہ تماشائی نیرنگ قضا و قدر بنا رہوں کچھ بن نہیں آتی ؎

بہ بینم کہ تا کردگار جہاں	دریں آشکارا چہ دارد نہاں

جے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر درپیش آیا ہے ہم نے سنا کہ نہ اُدھر متوجہ ہوا ہوں

ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب میرا حال سنو ؎

در نومیدی بسے اُمید ہست		پایانِ شبِ سیہ سپید ہست	

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں مجکو سات پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار و خلعت بند کر گئے ہیں ناامید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس ہو رہا اب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہیں میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملیں گے کل اُنہوں نے مجکو بلا بھیجا بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلی میں دربار نہ کریں گے میرٹھ ہوتے ہوئے اور میرٹھ میں اُن اضلاع کے علاقہ داروں اور مالگذاروں کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائیں گے دلی کے لوگوں کا دربار وہاں ہوگا تم بھی انبالہ جاؤ شریکِ دربار ہو کر خلعتِ معمولی لے آؤ۔ بھائی کیا کہوں کہ کیا میرے دل پر گزری گویا مردہ جی اُٹھا مگر ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سنّاٹا گزرا کہ سامانِ سفرِ انبالہ و مصارف بے انتہا کہاں سے لاؤں اور طرّہ یہ کہ نذرِ معمولی میری قصیدہ ہے۔ اُدھر قصیدہ کی فکر۔ اِدھر روپیہ کی تدبیر حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کام دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان۔ میرا خدا یہ مشکل بھی آسان کریگا لیکن ان دنوں میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطریں تمھیں اور ایسی ہی کئی سطریں جناب نواب صاحب کو لکھ کر بھیجدی ہیں جیتا رہا تو انبالہ سے آکر خط لکھونگا۔ روز چارشنبہ۔ ۱۲ رمضان ۴ فروری

ایضاً بھائی تم نے مجھے کونسا دو چار سو روپے کا نوکر یا پنشن دار قرار دیا ہے جو دس بیس روپے مہینا قسط کی آرزو رکھتی ہو۔ تمھاری باتوں پر کبھی کبھی ہنسی آتی ہے اگر جانتا تم کبھی دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا وکیل کمپنی ہوتے تو مجکو بڑی مشکل پڑتی بہرحال خوش رہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپیہ مہینا پنشنِ انگریزی میں سے قسط مقرر ہو گیا تا ادائے زر ابتدائے جون ۱۸۶۳ع یعنی ماہ آیندہ سے یہ قسط جاری ہوگی۔
بابو صاحب کا خط تمھارے نام کا پہنچا۔ عجب تماشا ہے وہ درنگ کے ہونے سے خجل ہوتے ہیں اور میں اُن کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں۔ ہائے اتفاق آج میں نے اُن کو لکھا اور کل

دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدے کے آغاز میں لکھے ہیں جس میں اعداد سال مطلوب نکل آتے ہیں اور معنی کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ مستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب اداے حق مودت ہے تو میں حق دوستی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ داد کا طالب غالب۔

ایضاً۔ کیوں مہاراج کول میں آنا اور جناب منشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی اور ہم کو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجھکو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھکو اپنے آنے کی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ میں کیونکر آیا ہوں اور کب تک رہوں گا اور کب جاؤنگا اور بابو صاحب سے کہاں جا ملوں گا۔ خیر اب جو میں نے بیحیائی کر کے تم کو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو اور مجھکو ساری اپنی حقیقت لکھو۔ تمھارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود ہیں اور اصلاح پا چکے ہیں اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھیجوں ہر چند انہوں نے لکھا ہے کہ اکبرآباد ہاشم علیخاں کو بھیجدو لیکن میں نہ بھیجوں گا جب وہ اجمیر یا بھرتپور پہنچکر مجھکو خط بھیجیں گے تو میں ان کو وہ اوراق ارسال کروں گا یا تم جو لکھو گے اسپر عمل کروں گا۔ بھائی ایک دن شراب نہ پیو یا کم پیو اور مجھکو دو چار سطریں لکھ بھیجو کہ ہمارا دھیان تم میں لگا ہوا ہے۔ اسد اللہ۔ رقم زدہ یکشنبہ چہارم جنوری ۱۸۵۳ء

ایضاً صاحب تمھاری سعادتمندی کو ہزار ہزار آفرین تم کو یوں ہی چاہیئے تھا۔ لیکن میں نے تو ایک بات بطریق تمنا لکھی تھی جیسا کہ عربی میں لیت اور فارسی کاش کیلئے۔ اب تم روداد سنو۔ عرضی میری سر جان لارنس چیف کمشنر بہادر کو گزری اُس پر دستخط ہوئے کہ یہ عرضی مع کاغذ ضمیمہ سائل بھیجدی جائے اور یہ لکھا جائے کہ معرفت صاحب کمشنر دہلی کے پیش کرو اب سررشتہ دار کو لازم تھا کہ میرے نام موافق دستور کے خط لکھتا۔ یہ نہ ہوا وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی میرے پاس آ گئی میں نے خط صاحب کمشنر چارلس سانڈرس کو لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اسمیں ملفوف کر کے بھیجدی صاحب کمشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پنشن کی کیفیت لکھو اب مقدمہ

بُڑھا ہو گیا ہُوں - بہرا ہو گیا ہوں - سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا - رئیس زادوں میں گنا جاتا تھا پُورا خلعت پاتا تھا اَب بدنام ہو گیا ہُوں اور ایک بہت بڑا دھبا لگ گیا ہے کسی ریاست میں دخل کر نہیں سکتا تھا مگر ہاں اُستاد یا پیر یا مداح بن کر راہ و رسم پیدا کروں کچھ فائدہ اُٹھاؤں کچھ اپنے کسی عزیز کو وہاں دخل کر دوں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ؎

تا نہالِ دوستی کے بر دہد	حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

صحاف کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا - آج کل آ جائیگا پھر اس کے جزودان کی تیاری کر کے روانہ کروں گا ابھی گھر میں آرام کرو اپنے بچّوں میں اپنا دل بہلاؤ - اگر جی چاہے تو اکبر آباد چلے جائیو وہاں اپنا دل بہلائیو - دیکھو اس خودداری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں

والسّلام - اسد اللہ - جمعہ دہم دسمبر ۱۸۵۲ع - ؎

ایضاً صبح دوشنبہ - پنجم جمادی الاول و نوزدہم نومبر سال حال - میرزا تفتہ کل تمہارا خط مع کاغذ اشعار آیا - آج تم کو یہ خط لکھتا ہُوں اور ایک خط تمہیں موسومہ میر بادشاہ بھیجتا ہُوں کاغذ اشعار کل یا پرسوں روانہ ہوگا - فن تاریخ کو دُوں مرتبہ شاعری جانتا ہُوں - اور تمہاری طرح سے یہ بھی میرا عقیدہ نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے اُدائے حق محبت ہوتا ہے بہر حال مَیں نے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھکر بھیجا - منشی قمر الدین خان صاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ہے ؎

شیخ نبی بخش کہ با حسنِ خُلق	داشت مذاقِ سخن و فہمِ تیز
سال وفاتش ز پئے یادگار	بادلِ زار و مژہُ دجلہ ریز
خواستم از غالبِ آشفتہ سر	گفت مہ طول و بگو رستخیز

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہے جیسا کہ یہ مصرعہ ہے ؎ در سال غرس ہر آنکہ ماند بیند ؎ انوری کے قصائد کو

اگر سکا خیال کریں ایک بنا ڈالی تھی وہ یہ اُٹھی راجہ لڑکا ہی اور تیجورا ہی راول جی اور سعد اللہ خان بنے رہتے تو کوئی صورت
نکل آتی اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ راجہ تیری دیوان کو پڑھا کرتا ہی اور پیش نظر رکھتا ہی یہ بھی تو آپ نے بموجب
تحریر منشی ہردیو سنگھ لکھتے ہیں اُنکا بیان کیونکر دلنشین ہو۔ وہ بھی جو بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ
نقد اور خلعت مرزا صاحب کیواسطے تجویز ہو چکا ہی ہولی ہو چکی اور میں لیکر چلا۔ پھاگن۔ چیت۔ بیساکھ نہیں
معلوم ہولی کس مہینہ میں ہوتی ہے آگے تو پھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پرور بابو صاحب نے پہلی بار تو بلکہ
دو ہنڈویاں بھیجی ہیں سو سو روپیہ کی۔ ایک تو میر احمد حسین میکش کیواسطے۔ راجہ صاحب کی طرف سے
تاریخ تولد کنور صاحب کے انعام میں اور ایک اپنی طرف سے مجھکو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہنڈویاں
سو سو روپیہ کی بعد چار چار یا پانچ پانچ مہینے کے آئیں مع میر احمد حسین صاحب کے علاوہ کے روپیوں کے
چار سو اور اُس کے علاوہ تین سو اور یہ کہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اس کا حساب کنور صاحب
کی عمر پر حوالہ ہے اگر وہ دو برس کے ہیں تو دو برس میں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس میں
ہاں صاحب وہی میر قاسم علی صاحب ہیں جو میرے پرانے دوست ہیں پرسوں یا اترسوں جو ڈاک
کا ہرکارہ تمہارا خط لایا تھا وہ ایک خط میر صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں اُنکا میر مکان کے
پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر رکھ لیا ہے جب میر صاحب آجاویں تو تم اُنکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت
اگر میرے واسطے نہیں تو اس خط کے واسطے آپ دلی آیئے۔ غالب۔

ایضاً۔ عجب تماشا ہے بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ ہردیو سنگھ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہنڈوی لایا
مگر اُس کے مصارف کی بابت اُنیس روپیہ کئی آنے اُس ہنڈوی میں محسوب ہو گئے ہیں سو میں اپنے
پاس سے ملا کر پورے پانسو کی ہنڈوی تجکو بھیجتا ہوں میں نے اُنکو لکھا کہ مصارف ہردیو سنگھ میں
مجرا دونگا تکلیف نہ کرو وھیمہ یہ میری طرف سے ہردیو سنگھ کو اور دیدو اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو
کی ہنڈوی جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آج تک ہنڈوی نہیں آئی میں حیران ہوں وجہ حیرانی کی

صاحب کلکٹر کے ہاں آیا ہے ابھی صاحب کلکٹر نے تعمیل اُس حکم کی نہیں کی پرسوں تو اُن کے ہاں روبکاری آئی ہے دیکھئے کچھ مجھ سے پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں دفتر کہاں۔ ہاں ہے جو اُس کو دیکھیں گے۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد میں پایا نہیں گیا اور میں حکام کے نزدیک یہاں تک پاک ہوں کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا۔ مولوی قمرالدین خاں کا کول جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا حق تعالی انکو زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو سلام اور اُن کے بچوں کو دعا کہنا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی ہدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خدا اچھی کرے وہ عزت وہ ربط و ضبط جو ہم رئیس زادوں کا تھا اب کہاں۔ روٹی کا ٹکڑا ہی بچ جائے تو غنیمت ہے۔ گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور ایجنٹی اور کمشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مشتمل اُس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یوں کرو۔ عملہ نے خط نہ لکھا صرف عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیجدی خیر
ع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست ٭ سنو میرزا تفتہ اب میں جو اپنا حال تم کو لکھا کروں تو تم میری بھائی کو اور مولوی قمرالدین خاں کو دکھا دیا کرو۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۸۵۸ع

ایضاً۔ بھائی ہاں میں نے زبدۃ الاخبار میں دیکھا کہ رانی صاحب مر گئیں۔ کل ایک دوست کا خط اکبر آباد سے آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرا۔ رانی مری۔ ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی بجیا نتھ کے آنے پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ اُس دوست کی تحریر ہے۔ ظاہرا اُس کو بابو صاحب کا نام نہیں معلوم۔ اُن کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اُس دوست نے بطریق اخبار لکھا ہے اُس کو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنا رہیگا۔ آمین یا رب العالمین۔ صاحب جے پور کا مقدمہ ابھی لائق اسکے نہیں ہے

کہ اگر ایک فرمہ شعر کا باقی تھا تو اب قصیدہ چھاپا جاتا تھا اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بننی شروع ہوگئیں ہوں گی تم سمجھے میں تمھارے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب اور جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنے کو تمھارا اور اُن کا آنا سمجھتا ہوں ۔ تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے پھر تم کہو مکالمہ کیوں موقوف ہے ۔ اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے ۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فرصت ہوگئی ۔ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دیدیں ۔ میں اپنی کتابوں کا آنا کب تصور کروں دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہیں دیوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے ۔ ہاں صاحب تم نے کبھی کچھ حال قمرالدین خاں صاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں اُن کا آگرہ کا آنا لکھا ۔ پھر وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے ۔ وہاں تو منشی غلام غوث خان صاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں پھر یہ اُس دفتر میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر معین ہو گئے ہیں اسکا حال جلد لکھو ۔ مجکو یاد پڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خاں صاحب کو ایک گاؤں جاگیر میں ملا ہے ۔ مولوی قمرالدین خاں صاحب اُس کے بندوبست کو آیا چاہتے ہیں اسکا ظہور کیوں نہیں ہوا اب ان سب باتوں کا جواب لکھئے ۔ جناب مرزا صاحب کو میرا سلام کہئے اور یہ پیام کہئے کہ کتاب کا حُسن کانوں سے سنا دل کو دیکھنے سے زیادہ یقین آیا مگر آنکھوں کو رشک ہے کانوں پر اور کان چشمک زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق آنکھوں کو کب ملیگا ۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہئے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجکو جلدی نہیں ہے آپکی تخفیف تصدیع چاہتا ہوں ۔ یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جائے تو آپ کو آرام ہو جاوے ۔ جناب منشی شیو نرائن صاحب کی عنایتوں کا شکر میری بانی ادا کیجیگا ۔ اور یہ کہئے گا کہ آپکا خط پہنچا چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور معہذا کوئی امر جواب طلب نہ تھا اسواسطے اسکا جواب نہیں لکھا زیادہ زیادہ ۔ نگاشتہ و روان داشتہ صبح شنبہ ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۸ء ۔ راقم غالب ؂

یہ کہ اس ہنڈوی کے بھروسہ پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کا کیا تھا آج جون کی پانچویں ہے وہ تقاضا کرتے ہیں اور میں آج کل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے بابو صاحب کو کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ سینکڑا پورا کرنے کی فکر میں ہوں گے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپے کی کونسی ایسی بات ہے اگر مصارف ہردیو سنگھ میرے ہاں سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ انیس اور پچیس۔ چوّن روپے نکال ڈالیں اور باقی ارسال کریں لفافے خطوں کے جو میں نے بھیجے تھے وہ بھی ابھی نہیں آئے باایں ہمہ یہ کیسی بات ہے کہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب کہاں ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرت پور آئے ہیں۔ اجمیر آنے کی تو ظاہرا کوئی وجہ نہیں ہے ناچار کثرت انتظار سے عاجز آ کر آج تم کو لکھا ہے تم اس کا جواب مجکو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے۔ زیادہ زیادہ۔ اسد اللہ

مرقومۂ پنجم جون ۱۸۵۳ع روز پنجشنبہ۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرا سلام پہنچے۔ خط اور کاغذ اشعار پہنچا۔ سابق و حال ابھی یوں ہی دھرے رہیں گے اگرچہ گرمی رفع ہو گئی مینھ برسنے لگا۔ ہوائے سرد چلنے لگی۔ مگر دل مکدر ہے اور حواس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ کا قصیدہ سارا اور ولیعہد کا قصیدہ بے خاتمہ آگے سے کہہ رکھا تھا اسکا خاتمہ بہزار مشقت رمضان میں کہہ لیا اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو پرسوں یا اترسوں بھیجوں گا ان سے لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے ان کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہرگوپال صاحب کو بھی دینا کہ وہ پڑھلیں اور چاہیں تو نقل لے لیں۔ اسکے سوا اور جو کچھ تمھارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں۔ اور یوں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسد اللہ۔

ایضاً۔ کیوں صاحب اس کا سبب کیا ہے کہ بہت دن سے ہماری آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ مرزا صاحب ہی آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایک بار منشی شیو نراین صاحب نے کرم کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے اس مادہ سے یہ تصور کر رہا ہوں

کسی اَور کی ہوگئی۔ لکھتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام مطبع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں۔

بُدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ۔ غالب۔

ایضاً۔ بھائی صاحب ۲۳ کتابیں بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیو نراین کی کل جمعہ کے ۱۲ نومبر کو پہنچیں کاغذ اور سیاہی و خط کا حسن دیکھکر میں نے ازروئے یقین جانا کہ طلائی کام پر یہ کتابیں طاؤس بہشت بن جائیں گی حوریں دیکھکر شرمائیں گی یہ تو سب درست مگر دیکھیے مجکو اُن کا دیکھنا کب تک میسر ہو آپ بر گمانِ تساہل گزرے یہ تو کیونکر ہو۔ ہاں صحاف جلد کے بنانے کی نسبت سے میرے حق کا جلاوا نہ بنجائے یعنی مدتِ مناسب سے دیر نہ لگائے اور ہاں حضرت کچھ ایسی تجگی ارسال کر بھیجیے گا کہ وہ پارسل آشوب تلف سے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے۔ مجکو وہ ایک ایک مجلد اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یا الٰہی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیرے حفظ و امان میں مجھ تک پہنچ جائے اور یہ نہ ہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھیے اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج ہم نے کتابوں کا پارسل روانہ کیا ہے

یارب این آرزوے من چہ خوش است	تو بدین آرزو مرا برسان

مرسلہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً۔ دیکھو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف۔ آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے بندہ پرور پہلے تمکو یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر مکرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا ابتک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجکو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا اسلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا

شرط اسلام بود ورزش ایماں بالغیب	اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من است

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا۔ سنو صاحب

ایضاً بھائی عجب تماشا ہے تمہارے کہے سے منشی شیو نرائن صاحب کو خط لکھا تھا سو کل اُنکا خط آیا اور اُنہوں نے دستنبو کی رسید لکھی ڈاک کا
ہرکارہ تو اُن کے پاس لے نہ ہوگا آخر تمہیں نے بھیجا ہوگا کیا تم نے مجھکو بیگانگی رسید اور میرے خط کا جواب لکھا اگر گمان کیا جائے کہ
تم نے رائے اُمید سنگھ کی ملاقات ہو لینے کا خط کا لکھنا منحصر رکھا ہے تو وہ بھی ہو چکی ہوگی مجھکو تو صورت ایسی نظر آتی ہے
کہ گویا تم الگ ہوگئے ہو کتاب مطبع میں حوالے کر دی اب اُسکی ترمیم و تصحیح سے کچھ غرض نہیں پس اگر یوں ہی
ہے تو میں انطباع سے درگزرا - سینکڑوں مطالب مقاصد رہ جائیں گے اور پھر اس وحشت کی وجہ کیا
اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اُس کتاب اور مثنوی کی رسید نہ لکھنے کی وجہ کیا بے تکلف قیاس
چاہتا ہے کہ تم مجھ سے خفا ہوگئے ہو - خدا کیواسطے خفگی کیوجہ لکھو جسدن میں نے یہ خط روانہ کیا ہے
بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری رنجش کا بالکل یقین ہوجائیگا
اور یہ سبب وجہ نہ معلوم ہونے کے جی گھبرائے گا میں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا -
خدا کے واسطے خط جلد لکھو اگر خفا ہو تو خفگی کا سبب لکھو جانتا ہوں کہ تم رائے اُمید سنگھ سے بھی نہ
ملے ہو گے عیاذاً باللہ میں اُن سے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ہاں مرزا تفتہ دستنبو تمکو اچھی طرح
پڑھا دیں گے اگرچہ ایسے حال میں کہ مجھکو تم پر الگ ہونے اور بے پروائی کرنے کا گمان گزرا ہے کوئی مطلب
تم کو لکھنا نہ چاہیے مگر ضرورت کو کیا کروں ناچار لکھتا ہوں صاحبِ مطبع نے خط کے لفافہ پر لکھا ہے
مرزا نوشہ صاحب غالبؔ غور کرو کہ یہ کتنا بے جوڑ جملہ ہے - ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحۂ اول کتاب پر بھی نہ
لکھدیں - آیا فارسی کا دیوان یا اُردو یا پنج آہنگ یا مہر نیمروز چھاپہ کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں
پہنچی جو وہ میرا نام لکھدیتے - تم نے بھی اُن کو میرا نام نہیں بتایا صرف اپنی نفرت عرف سے وجہ اس
واویلا کی نہیں ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ دلّی کے حکّام کو تو عرف معلوم ہے مگر کلکتہ سے ولایت سے
یعنی وزراء کے محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اُس نالائق عرف کو نہیں جانتا پس اگر صاحبِ
مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھدیا تو میں غارت ہوگیا کھویا گیا - میری محنت رائگاں گئی گویا کتاب

جی گھبرا رہا ہے جب تک اس کا جواب پاؤں گا آرام نہ آئیگا۔ برخوردار اقبال نشان میرزا شہاب الدین خاں بہادر کی زبانی آپ کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سنی مگر وہ جو تحریر دستخطی سے تسلی ہوتی ہے وہ کہاں حضرت اب تو خالصاً للہ والرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجھ کو اس جملہ کی معافی کا نوشتہ بھیجئے زیادہ حد ادب۔ عفو جرم کا طالب۔ غالب ؞

ایضاً ۔ در پرسش ستم زدگاں مجوئی اختیار ؞ بادشہ را بندۂ کم خدمت پر خوار ہست ؞

حضرت پیر و مرشد برحق۔ روز افزونی کاہش اب اس حد کو پہنچی ہے۔ ع تقسیم جزو لایتجزیٰ محال ہے آگے باد زمہریر نے لہو خشک کر دیا تھا اب آتش دوزخ نے رہا سہا جلا دیا کل عنایت نامہ آیا آپ رقم فرماتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں بھیجا مجھ کو بسبب استیلائے نسیان خیال میں آتا ہے کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہوں فرق کئے اب ڈاک کو ہو گئی ہیں اگر وہ لفافہ ڈاک میں تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ متوقع ہوں کہ اس کا نہ پہنچنا میری نارسائی بخت کی تاثیر سمجھا جائے میں مجرم نہ ٹھہروں۔ زیادہ حد ادب۔ نجات کا طالب غالب۔ روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۶۶ع۔ ؞

ایضاً ۔ تم سلامت رہو ہزار برس ؞ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار ؞

آج منگل ۲۶ جون ۱۸۶۶ع ۱۲ بجے عنایت نامہ آیا۔ سرنامہ دیکھ کر سفیدۂ صبح مراد سمجھا۔ ننگا ایک چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیوں کر اس غم کی تاب لاتا کہ میں اپنے کو کھنچوا کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ لفافہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خان سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا۔ اس فرمان میں اس لفافہ کی رسید نہ پائی۔ ظاہراً ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر بے روح کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ بیتاب ہو کر یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفافہ میں لپیٹ کر روانہ کی اب جب آپ اور لفافہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب مع اوراق اشعار بھیجوں گا۔ زیادہ حد ادب۔ ؞

جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اُسمیں بے تکلف عمر بسر کرے اُسکا نام عیش ہے تمہاری توجہ معطوف بطرف شعر و سخن۔ تمہاری شرافت نفس و حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمھاری سخن گستری ہی اسکی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اَب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گئے مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہگیا ہے سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرعہ پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں ؎ اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ مَیں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دکھ مجکو ہے اُسکا بیان تو معلوم مگر اس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو ان رُوسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اس میں کوئی میرا امیدگاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد۔ ہندوستانیوں میں کچھ عزیز۔ کچھ دوست۔ کچھ شاگرد۔ کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اُسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو۔ ہائے اتنے یار مرے کہ جواَب میں مرونگا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق۔ تقصیر معاف۔ مَیں مدعی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ استغاثہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیا۔ عرائض جواب طلب کا جواب نہیں ایک عنایت نامہ سابق میں اب زلبل میرود بر پر جنگ۔ یہ جملہ مرکبہ لکھا ہوا تھا۔ مَیں اسکو پڑھ بھی نہ سکا سمجھنا تو علاوہ رہے۔ مَیں نے عریضہ لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا ابتک جواب نہیں پہنچا؛

ہیں نواب ذوالفقار خاں اور نواب اسد خاں کی اولاد میں سے ہیں۔ اور تمہاری ماموں صاحب یعنی نواب نجابت خاں مرحوم
مغفور کے بڑے دوست ہیں اب یہ نوکری کی جستجو کو نکلے ہیں آپ ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کریں اور راج کا حال سب ان پر ظاہر کریں اور اہالی سرکار سے ان کو ملوادیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملوائیے
تو یہ میرا خط جو آپ کے نام کا ہے جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجیے کیا خوب ہو کہ یہ اس سرکار میں نوکر ہو جائیں اور
اگر نوکری کی صورت نہ بنے تو راج سے ان کی رخصت بآئین شائستہ عمل میں آوے نواب اسد خاں عالمگیر
کے وزیر تھے اور فرخ سیر ان کا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو مار ڈالا تو ازروی
کتب تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہو گئی۔ اور خود فرخ سیر پر کیا گزری قصہ کوتاہ ان کی تقریب
میں جو دراج آپ صرف کریں گے اور جس قدر آپ ان کی بہبود میں کوشش کرینگے احسان مجھ پر ہوگا۔ زیادہ زیادہ اسد اللہ

ایضاً سید صاحب جمیل المناقب عالی خاندان سعادت و اقبال توامان مجھ کو اپنی یاد سے غافل اور سید
کی خدمتگزاری سے فارغ نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب و غریب ہے یہ نہیں اور ان کا بھائی
باہم موافق رہیں گے تو کوئی صورت نکل آئے گی۔ صامت و ناطق سیم و زر روپیہ اشرفی سنتا ہوں کہ
کچھ نہیں ہاں جائداد سو سید کے اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم نہ ہوگی۔ کرایہ اس کا تقسیم ہو جائیگا
میں رائے کیا دوں اور سمجھاؤں کیا۔ کئی دن ہوئے کہ میں حسین مرزا صاحب کے ہاں گیا تھا وہاں
میاں بھی بیٹھا تھا باہم ان دونوں صاحبوں میں یہی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت زدہ
تھے قضا و قدر کو چھوڑو نیرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھاٹا نہیں ٹوٹا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں
املاک کا کرایہ بٹ رہیگا گھبراتے کیوں ہو یہ دلی والوں کی خفقانیت کے حالات ہیں تمہارا بھتیجا
یعنی حیدر حسین خاں بچ گیا۔ عوارض کی آندھی دفع ہو گئی۔ توقع زیست کی قوی ہے صرف طاقت
کا آنا باقی ہے صدمہ بڑا اٹھایا۔ جینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاویں گے انشاء اللہ
العلی العظیم۔ صبح دوشنبہ ۲۵ مئی ۱۸۶۳ء۔

بنام سید بدرالدین احمد المعروف بہ فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میرا جی بہت جلا۔ زمانہ ان دنوں میں اُن سے برسرِ امتحان ہے پروردگار اُنکو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے۔ علاوہ مساعدت روزگار کی وہ صورت شدائد رنج سفر کی وہ حالت ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتوں سے علاوہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ جوان داماد مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ و زیست کا سر رشتہ خدا کے ہاتھ ہے آدمی کیا کرے دل پر میرے جو گزری ہے وہ میرا دل جانتا ہے ہاں بحسب ظاہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیے۔ حیران ہوں کہ اگر خط لکھوں تو کس پتہ سے لکھوں ناچار ابھی تامل ہے جب وہ بھرت پور آجائیں تو آپ اُن کے آنے کی مجھکو اطلاع دیجیگا کچھ لکھ بھیجوں گا۔ نواب علی نقی خاں صاحب کے خط کے جواب میں جو آپنے مجھکو لکھا تھا وہ مجھکو یاد رہیگا جب نواب صاحب آجائیں گے میں اُن کو سمجھا دونگا آپ ہندی اور فارسی غزلیں مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں دو چار لکھی تھیں سو وہ یا تمہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس یا ضیاء الدین خاں صاحب کے پاس ہیں۔ میرا ایسا کہاں آدمی کو یہاں اتنا توقف نہیں کہ وہاں سے دیوان منگوا کر نقل اُتروا کر بھیجوں۔ سید محمد صاحب کو اور اُنکے دونوں بھائیوں کو میری دعا پہنچے۔ اسد اللہ نگاشتہ چہارشنبہ ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۷ ہجری ۳ جنوری سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً مخدوم مکرم جناب فقیر صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے آپنے مجھکو یاد نہیں کیا اور مجھکو آپکا حال معلوم نہیں بابو صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور کس کام میں ہیں اُنکا بھی کچھ حال مجھکو معلوم نہیں منشی ہرگوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر اور تمہاری خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہو جاتی تھی سو بہت دنوں سے علی گڑھ میں ہیں۔ اگرچہ خط اُن کے آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بُعد ہی ہے پھر تمہاری خیر و عافیت کیا لکھیں بہرحال مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ نواب میر علی نقی خاں صاحب آپ سے ملیں گے یہ بہت عالی خاندان

آج تیرھواں دن ہے کہ نہ تپ مفارقت کرتی ہے نہ دست بند ہوتے ہیں نہ قے موقوف ہوتی ہے چارپائی کاٹ دی ہے حواس زائل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ کام تمام ہے والسلام والاکرام مرقومہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۷۹ ہجری - عافیت کا طالب غالب +

بنام چودھری عبدالغفور المتخلص بہ سرور

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چوبیسویں اور دسمبر کی پہلی - کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالرحیم خاں کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف صلام علیک زیادہ ربط نہیں ہے سو اُن کا حال مجکو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آج کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ مجھ سے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار آپکا خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ فرمائیگا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجکو بھجوایئے گا ضرور اور جلد شفیق مکرم جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے - +

ایضاً۔ جناب عالی آج آپ کا تفقد نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ بقید روز دوشنبہ پہنچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب سے تطابق میں میں اُلجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر پڑا اُدھر جواب لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے ورنہ آپکو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب لکھا حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی مقام سے بدستور جاری ہو گئی ہے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب شمال کو نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا اُن کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت بسبیل ڈاک آگیا

ایضاً۔ پیر و مرشد آج نواں دن ہے حسین مرزا صاحب کو الور گئے اگر ہوتے تو اُن سے پوچھتا کہ حضرت
میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اُس پر کسنے چڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت
کیا سمجھے اب یہ حقیقت مجھ سے سُنئے ۱۸۶۱ء یعنی سال گزشتہ میں قاطع برہان چھپی پچاس جلدیں
میں نے مول لیں اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ کی آمدی میں نے یہ سمجھکر کہ یہ تمہارے کس کام کی ہے تمہیں نہ دی
تم مانگتے اور میں نہ دیتا تو گنہگار تھا اب کوئی جلد باقی نہیں ہے رہا دیوان اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو تو
وہ اس عرصہ میں دلی اور کانپور دو جگہ چھاپا گیا اور تیسری جگہ آگرہ میں چھپ رہا ہے فارسی کا دیوان
بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا جب چھپا تھا پھر نہیں چھپا۔ مگر ہاں سال گزشتہ میں منشی نولکشور نے
شہاب الدین خاں کو لکھکر کلیاتِ فارسی جو ضیاء الدین خان نے غدر کے بعد بڑی محنت سے جمع
کیا تھا وہ منگا لیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جزو میں یعنی کوئی مصرعہ میرا اُس سے خارج
نہیں اب سُنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آجائے تو روپیہ بھیجکر
بیس جلدیں منگواؤں۔ جب آجائیں گے ایک آپکو بھی بھیجدوں گا۔ نواب محی الدین خاں صاحب کا
حال سُنکر بہت جی خوش ہوا میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا۔

ایضاً حضرت آپ کے خط کا جواب بھیجنے میں درنگ اس راہ سے ہوئی کہ میں منتظر رہا میاں آنیکے
اب جو وہ مجھ سے مل گئے اور اُن کی زبانی سارا حال سُن لیا تو جواب لکھنے بیٹھا۔ سنو صاحب ایک منشی
محمد تقی تھی نہیں یہاں تو سارا روہن ہے۔ محمد تقی ایک اُس کی دو بہنیں تین منشی آغا جان کی تین بیٹیاں
اور ایک بیٹا چاریہ سات مدعی سا ایک ان میں سے سید کی بی بی بھی ہے۔ نہ وہ حکام ہیں جنکو میں
جانتا تھا نہ وہ عملہ ہے جس سے میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت کے قواعد ہیں جنکو پچاس برس
میں نے دیکھا ہے ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشا دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفیظ
وردِ زبان ہے تمہارے بھائی غلام حسین خان مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خان خدا ہی خدا ہی جو بچے

پاس وہ رسید بھجوائی انھوں نے کتاب دیکھکر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندر راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سنکر میں نے مناسب جانا کہ وہ رسید آپکے پاس بھیجدوں آپ سکندر راؤ کے ڈاکخانہ میں بھجوا کر اُنسے پارسل منگوالیں اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت میں ضرور نہیں۔ والسلام ؎

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یادآوری اور مہرگستری کا شکر بجالاتا ہوں آپکا خط مع قصیدہ و مثنوی پہنچا۔ مثنوی کو جداگانہ بطریق پیمفلٹ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں لفافہ اُس کا بھی آپکے نام کا ہے آپکے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر باستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا آپکے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپکو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر رہنا شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرر رکھتا ہے۔ اگر خبر نہ ہو تو نہ ہو اگر خبر ہو جائے تو البتہ قباحت ہے۔ زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجے کہ دلی کی عملداری میرٹھ آگرہ اور بلاد شرقیہ کی شامل ہے۔ یہ پنجاب احاطہ میں شامل ہے نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جو رائے میں ہو وہ ویسا ہی کرے بہرحال سال دو سال محرومی دیدار گوارا کیجیے انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت امن و امان کی ہو جائیگی مگر میری آرزو باینہمہ اس موسم میں بھی بر آئیگی نہیں یہ لگی ہوئی ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں۔ حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اُسی جلسہ میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجکو آرام سے بیٹھنے دیگا صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہوگئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا گھاؤ پڑے ہوں گے تب یہ تراوش خونابہ ظہور میں آئی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب انہیں کے معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں درحقیقت حال مجھ پر مجہول ہے

پھر قصیدہ بہاریہ تہنیت صحت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب اور کاغذ افشانی ازاں بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی مدح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر کل مجکو آگیا ۔ پنشن ابھی تک مجکو نہیں ملی جب ملیگی حضرت کو اطلاع دیجائیگی پیر و مرشد عالم میں اور مَیں جاہل ہوں اُنکی تسلیم نہ کرنے کو مَیں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا ۔ ای حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں اُنھیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی نہ طبع آزمائی ۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائے آپکا بھی تو مارچ کا خط مجکو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے ۔ جناب شیخ صاحب کیوں مجکو محجوب کرتے ہیں اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کرسکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجیے لُطف اُٹھاؤنگا اور جو کچھ میرے خیال میں آئیگا بے تکلف عرض کروں گا ۔ میر اسلام کہیے اور مثنوی اور قصیدہ اُن سے لیکر جلد بھیج دیجیے ۔ اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اور کہیے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق یہی الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی بصد ہزار مسرت آپ کو مبارک ہو اور اُن کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علیخاں صاحب کو میرا سلام پہنچے ۔ مَیں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مداح رہونگا خط کا لفافہ اس خط میں ملفوف کرکے یہ بھیجتا ہوں یہ آج پہنچا اور آج ہی مَیں نے اس کا جواب لکھا ۔ کاتب وہ ہی ہے جو لفافہ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے ۔

ایضاً جناب چودھری صاحب آپکے لطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور باآنکہ خط جواب طلب تھا جواب لکھوں ۔ بندہ پرور مَیں نے پارسل کی رسید لے لی تھی ۔ اب آپکے خط کو پڑھکر کارپردازان ڈاک

کیا ہی آپ بھی فکر نہ کیجیے۔ اگر کہیں سے آپ کے پاس آجاوے تو مجکو بھیج دیجیے میرے پاس آئیگا تو میں تم کو اطلاع دیدوں گا۔ عنایتِ الٰہی کا کون شخص مشتاق ہوگا۔ اس کی پرسش زاید میں خدمتگزاری کو حاضر ہوں موجب چاہیں اپنا کلام بھیجدیں میرا سلام اور پیام کہیے گا۔ صاحب تم نے ہماری پیروی کو ہم پر خفا کردیا بھلا وہ خط نہ لکھیں کبھی تم کو فرماویں کہ غالب کو میری دُعا لکھ بھیجا ہر حال میرا سلام و نیاز عرض کیجیے اور اُن کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھیے اور یہ لکھیے کہ اگر خدا نخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچایئے گا اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیئے گا۔ ؛

ایضاً میرے شفیق دلی چودھری عبدالغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ دیکھو میرے حواس کا اب عالم ہو کہ تمھارے نام کیجگہ تمھارے چچا صاحب کا نام لکھا تھا اسیطرح سابق کے خط میں سرنامے پر یہ لکھا گیا ہوگا ؎

بہار پیشہ جوانے کہ غالبش نامند ۔۔ کنوں ببیں کہ چہ خوں میچکد ز ہر نفسش

جو خط کہ آپکے خطوط کے جواب میں آئے ہیں اُن کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دلنشین اور خاطر نشاں ہے جیسا کہ کوئی اُستاد کہتا ہے ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سُود از رہبر کامل ۔۔ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئے گا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اُسکے نکلجائیگا بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اُردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔ دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کرلیا کرتے تھے سو اُن کے لاکھوں روپیے کے گھر لُٹ گئے جنمیں ہزاروں روپیے کے کتب خانے بھی گئے اُنمیں وہ مجموعہ ہاے پریشان بھی غارت ہوئے یا خود اس مثنوی کیواسطے خونِ جگر ہوں ہی کیا چیز تھی۔ پارسل میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے خدا نے بچایا جو کچھ اُب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا از راہ احتیاط پارسل میں سے نکال لیئے ؛

اسواسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حکِ اصلاح کو آپ بنظرِ اصلاح ملاحظہ فرمائیں
میں نے بحسبِ دستور ہر جگہ منشاءِ اصلاح لکھ دیا ہے شیخ صاحب سے میرا سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کروں دور ہوں
معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسمِ تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تمہارا نگہبان رہے۔ والسلام

ایضاً۔ شفیق مکرم مظہرِ لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا
ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول کی
میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا یار تھا۔ میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا
اب سبیل اچھی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے جو کچھ مجھ کو بھیجنا ہو گا بھجوا دوں گا
جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی
باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلتا ہے مسمّٰی بہ دہلی اُردو اخبار۔ بعض
اشخاص سنینِ ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر اتفاقاً آپ کے یا کسی آپ کے دوست کے ہاں جمع
ہوتے چلے آئے ہیں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھ جائیں
جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکّہ اُن کے نام کے کہہ کر نذر کرنے کا
ذکر مندرج ہو بلے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہٖ میرے پاس بھیج دیجیے۔ آپ کو معلوم رہے کہ
اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں یا
یا دو ایک مہینے کے بعد سکّے کہہ کر گزرانے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے
جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بالفعل کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو
اور آپ کو اُس پر علم ہو تو وہاں سے منگوا بھیجیے۔ والسلام مع الاکرام

ایضاً۔ شفیق میرے عنایت فرما۔ تمہاری مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی
طرف سے ظہور میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جامِ جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترکی

رعایتِ فن اس کے اسباب کہاں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

ایضاً۔ پیرومرشد سلام نیاز پہنچے۔ کفِ الخضیب صُورِ جنوبی میں سے ایک صورت ہے اُس کے طلوع کا حال مجکو معلوم نہیں۔ اختر شناسانِ ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں اور اُن کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا۔ قبولِ دُعا وقتِ طلوع منجملہ مضامینِ شعری ہے جیسے کتان کا پرتوِ ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہوجانا۔ آصف الدولہ نے افعی تلاش کرکے منگوایا اور قطعاتِ زمرد اُس کے محاذیِ چشم رکھے کچھ اثر نہ ہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں۔ تحویلِ آفتابِ حمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۱۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۲ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں رہا طالع وقتِ تحویل درست کرنا بے کتبِ فن اور مبلغِ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں ہیں ؎

ندانم کہ گیتی چسان میرود ÷ چہ نیکو چہ بد در جہان میرود

مَیں تو اب روز و شب اسی فکر میں ہُوں کہ زندگی تو یوں گزری اَب دیکھئے موت کیسی ہو ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ÷ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

میرا اپنا شعر ہے اور میرے ہی حسبِ حال ہے۔ سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گراب کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں۔ یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرانے۔ بادشاہ نے پسند کئے۔ مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے اُنھوں نے دلی اُردو اخبار میں یہ دونو سکے چھاپے۔ اس سے علاوہ اَب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اُس زمانے میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے سُنے ہیں اور اُنکو یاد ہیں اب یہ دونو سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے ہیں ہر چند قلمروِ ہند میں دلی اُردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ عتاب مجھ پر رہا پنشن بھی گئی اور وہ

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق ؎ شرط اسلام بود ورزش ایماں بالغیب ای تو غائب زنظر مہر تو ایمانِ من ست ۔ آپکے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے مختصر التماس یہ ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر ہوگی لیکن اغلب و اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار ازروے اضطرار لکھ کر بھیجتا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کرکے بھیجدیجیے تاکہ مجھ بدنصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے۔ جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔ استاد شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام ٭

ایضاً۔ میرے شفیق ولی کو میرا سلام پہنچے۔ کل انشا کا پارسل پہنچا اور آج خط۔ انشا کا نام بہارستان اور آپ کا تخلص سرور۔ بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ۔ بہارستانِ سرور اچھا نام ہے قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا۔ کسواسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائیگا تو لطف زیادہ دیگا۔ اور اگر نہ پہنچیگا تو محلِ شکایت نہ ہوگا۔ فارغ فتنہ و فساد اور بلاد میں مسلم۔ یہاں کوئی طرح آسایش کی نہیں ہے اہلِ دہلی عموماً برے ٹھہر گئے۔ یہ داغ ان کے جبینِ حال سے عموماً مٹ نہیں سکتا۔ میں اموات میں ہوں۔ مردہ شعر کیا کہیگا۔ غزل کا ڈھنگ بھول گیا۔ معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آوے۔ رہا قصیدہ ممدوح کون ہے۔ ہاے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے ؎

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوارِ مدیح
اے دریغا نیست معشوقے سزاوارِ غزل ٭

گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے اشرفیاں نہیں اور خلعت ریاست دودمانی کا سات پارچہ اور تین رقم جیغہ سرپیچ مالاے مروارید مجھکو ملا کرتا ہے اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صناعت شعر اعضائے و جوارح کا کام نہیں دل چاہیے۔ دماغ چاہیے۔ ذوق چاہیے۔ اُمنگ چاہیے۔ یہ ساماں کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں۔ چونسٹھ برس کی عمر ولولہ شباب کہاں۔

ہے۔ میوہ کے مول اناج بکتا ہے۔ ماش کی دال ۸ سیر۔ باجرہ ۱۲ سیر۔ گیہوں ۱۳ سیر۔ چنے ۱۶ سیر۔ گھی ۱ سیر۔ ترکاری مہنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز۔ اور لُو چلتی ہے۔ جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے

حضرت رفعت درجت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بجا لا کر تمام عرض کرتا ہوں۔ حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے۔ میں نے مرشد زادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روزِ روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپکی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا۔ تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اُس کے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آغاز مکتوب چودھری عبد الغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہے، مع رودادِ شہر معلوم کر لیجئے گا۔ لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دُنیا دار نہیں فقیر خاکسار ہوں تواضع میری خُو ہے۔ انجاح مقاصدِ خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہو ان شاء العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہیں گے۔ جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد سلام و نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے ایکبار کے کبھی نہیں پہنچا اَب اِن سطور کو اپنا ذریعۂ افتخار سمجھا اور نوید مقدمِ مبارک سے بہت خوش ہوا۔ یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس کا رنج ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے۔ میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہوں۔ دروازہ سے باہر قدم نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا۔ کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی عنایت کی

ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا۔ خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضاے الٰہی ہوا اُس کا گلہ کیا ہے

چوں جنبش سپہر بہ فرمانِ داورست بیداد نبود آنچہ بما آسماں دہد

یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیل شکایت۔ گویند از ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسے را کہ خدا از وے فرض طلبد و پیمبر سُنّت و زن مال و اولاد خواہد و ملک الموت جان۔ قصّہ مختصر اب زیست بامیدِ مرگ ہے۔ قاطع منطبعہ دیکھا جاے اور بے حیف و بے میل از راہِ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دُعاے فزونی عمر و دولت پہنچے

ایضاً میرے شفیق آپکا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمھاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا۔ ایک قاعدہ آپکو بتاتا ہوں اگر اُسکو منظور کیجیے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اُٹھ جائے گا اور جستجو کا دردِ جاتا رہیگا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجیے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں۔ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں —— اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا۔ پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا۔ بعد اداے قرض ہے کچھ بچے۔ اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہی مگر یہی تین مہینے ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر ملیں گے۔ ستمبر ۱۸۶۰ء سے تنخواہ ششماہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سینکڑا اسالانہ عموماً وضع ہوا کریگا۔ اُس حساب سے میرے حصّہ میں ڈھائی روپے مہینا آیا ہے کے ساٹھ رہیں گے۔ کچھ رام پور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دو نوا مدنیں مل کر خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھ رہا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار اور اُردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتہ بھی نہیں کہ کہاں تھے صاحبانِ امکنہ و دکاکین نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دُکان کہاں تھی برسات بھر مینہ نہیں برسا اب تیشہ اور کلند کی طغیانی سے مکانات گر گئے۔ غلّہ گران ہی مُوت ارزاں

یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی۔ دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس مجھکو روٹی دے کر بگڑی۔ ایسے طالع مربی کُش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اب میں جو والی دکن کی طرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط یا مرجاوے گا یا معزول ہوجائے گا۔ اور اگر یہ دونوں امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اسکی ضائع جائیگی اور والی شہر مجھکو کچھ دیگا اور احیاناً اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائیگی۔ اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائیں گے ای خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں قوعی اور وہمی ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کرکے قصیدہ کا قصد کروں۔ قصد تو کرسکتا ہوں تمام کون کریگا سوا ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہیں رہی۔ کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے عبدالقادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے۔ ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ پایان عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سو روپیہ رامپور کے سا ٹھ روپیہ پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں۔ گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے۔ دُنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے آمادۂ رحیل ہیں۔ دیکھو منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ ماہ گزشتہ میں گزر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں۔ قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو بھیجیں متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیش کئے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیونکر جیوں گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ وَاللّٰہُ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ❖

ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے۔ آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال

اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ تنخواہ جسکو حضرت نے یومیہ لقب دیا ہے اُس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہو گا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد اور مشتاق تصوّر فرماتے رہیئے گا۔ مرشدزادہ مرتضوی دودمان سیّد شاہ عالم کو سلام و دُعا۔ ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے اُن کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں مجکو افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپکا سلام کہدوں گا آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیئے گا ؎ بندۂ شاہِ شمائم و ثنا خوانِ شمامہ

ایضاً میرے شفیق چودھری عبد الغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجکو شکر گزار و قصیدۂ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانیسے شرمسار تصوّر فرمائیں اور اُن دو قصیدوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں ؎

نوید وصل دہم مے دہد ستارہ شناس ٭ نکردہ ژرف نگاہے مگر در اخترِ من ٭

تحقیق کہ اب رُوے سخن جناب فیض نصاب جامع مدارج جمع الجمع بزم وحدت کے فروزندہ شمع مستغرق مشاہد شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب قدسی صفات کیطرف ہے اور یہ شعر افتتاح کلام ہے پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج از بحث معلوم ہوں گے لکھی جاتی ہیں۔ مَیں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ مرا۔ نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اُسکی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکاے حقیقی کیواسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خاں دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے اُنہوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال اُسمیں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال مَیں نے سرکار انگریزی میں یہ غبن ظاہر کیا کولبرک صاحب بہادر ریزیڈنٹ دہلی و استرلنگ صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر ریزیڈنٹ معزول ہوگئے۔ سکرتر گورنمنٹ بمرگِ ناگاہ مر گئے بعد ایک زمانے کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپیہ مہینہ مقرر کیا۔ اُن کے ولیعہد نے چار سو روپے سال۔ ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے واجد علیشاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بصلۂ مدح گستری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جیے

سے ؏ دریغا کہ عہدِ جوانی گزشت ٭ جوانی مگو زندگانی گزشت ٭ اب اسکے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا دیکھنا اُسکے واسطے متحمّل رنجِ سفر ہُوں تو جاڑے میں نہ برسات میں ؏ ای وائے ز محرومیٔ دیدار دگر ہیچ ٭

ایضاً - بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اَور کے اور نام آپ کا پایا - دستخط دیکھکر مفہوم ہوا - خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بعارضۂ تپ دلرزہ رنجور ہیں - اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں - خداوہ دن دکھائے کہ تمہارا خط تمہارا دستخطی آئے - سرنامہ دیکھکر دل کو فرحت ہو - خط پڑھ کر دونی مسرت ہو جب تک ایسا خط نہ آئے گا - دلِ سودا زدہ آرام نہ پائے گا - قاصدِ ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا جنابِ ایزدی میں سرگرمِ دُعا رہوں گا - آپ کے عمِ عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوفِ اشتیاق والوفِ احترام - جناب چودھری صاحب آؤ - ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کفِ پائے مبارک سے ملیں - مَیں سلام کروں گا تم معرّف ہو نا کہ غالب یہی ہے - اہلِ دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے - میں نے عزمِ قدمبوسی کیا - پیرومرشد نے مجھے گلے لگایا - فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے - عرض کرتا ہُوں کہ الحمدللہ - حضرت کا مزاجِ مقدس کیسا ہے - ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسن تیرے بہت تعریف کرتے رہتے ہیں - جناب یہ اُن کی خوبیاں ہیں - مَیں ایسا نہیں ہوُں - جیسا وہ کہتے ہیں - کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے - ضعفِ قویٰ و اختلال کہتے - تاکہ مَیں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا - اُن کی غمخواری اور دردمند نوازی کا دم بھرتا ؏

درکشاکش ضعفم نگسلد رُوان از تن ٭ این کہ من ہمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا - بوستانِ خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا - مجھ میں اتنی طاقتِ پرواز کہاں کہ بلا اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمیں پر سے اُٹھاؤں

کچھ نہ لکھا۔ اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا۔ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصولِ صحت کی دعا کیونکر مانگتا۔ کل سے وقتِ خاص میں میں دعا مانگ رہا ہوں۔ یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ازاں بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں۔ اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہرِ نیم روز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لے کر کیا کریں گے۔ صاحب مہرِ نیم روز کے دیباچہ میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے۔ اور اس کے دو مجلد ہیں۔ پہلی جلد میں ابتدائے خلقت عالم سے ہمایوں کی سلطنت کا ذکر۔ دوسرے حصّے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصّہ کا نام مہر نیم روز دوسرے حصّہ کا نام ماہ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصّہ تمام ہوا۔ چھاپا گیا۔ جابجا بھیجا گیا۔ قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام و نشان مٹ گیا۔ آن دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب بُرد و قصاب در راہ مُرد۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجوں کہاں سے۔ پیر و مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادوں کو دعا۔ خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں۔ ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی۔ شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں طاقت کہاں سے پاؤں۔ نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنی آموں کی گنجائش نہار منہ میں آم نہ کھاتا تھا۔ کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین الطعامین ہاں۔ آخر روز بعد ہضمِ معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلّف عرض کرتا ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت کھاتا ہوں مگر دس بارہ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات سے دریغا کہ

پھر ہاتھ منہ دھوئے۔ گئی کے پلنگ پر جا پڑا۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے اُٹھا اور حاجتی میں پیشاب
کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے۔ اس صاحب فراش ہونے کو
اور دوام ہدم تقاضائے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صعوبت کو
تصور کرو۔ ایک پھوڑا داہنے پہنچے میں جس کو ساعد کہتے ہیں۔ دو پھوڑے بائیں پہنچے میں یہ پہلے ہیں
بائیں پانو میں کفِ پا و پشتِ پا سے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت ہے رادعات و محللات
کچھ نہ ہوا اب تجویز ہے کہ بینگن کا بھرتا باندھیے۔ جب پکے پھوٹے تب مرہم لگائیے۔ کہو کفِ پا میں جراحت کا
عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں مجمل و جزوی ہے۔ میرا قیاس اسکا
مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ میں نے
ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس قصہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں۔ حضرت صاحب ان
صاحبوں کی کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل اور واقف سے لے کر بیدل اور ناصر علی تک
اس میزان میں تولیں۔ رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و سنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ
ان حضرات کا کلام تھوڑی تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے۔ پھر حضرت سعدی طرزِ خاص کے
موجد ہوئے۔ فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہائے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی
تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی نے سبحان اللہ قالب سخن میں جان پڑ گئی۔ اس روش کو بعد اس کے
صاحبانِ طبع نے سلامت کا چربا دیا۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں۔ رودکی
و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے کے
رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا۔ اور اس میں نئے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو اب طرزیں تین ٹھہریں
خاقانی اُسکے ہم وزن۔ ظہوری اُسکے امثال۔ صائب اُس کے نظائر۔ قتیل و واقف و ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام
ان تینوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے۔ پس تو ہم نے جانا

حضرت صبح تو یوں ہے کہ غمہاے روزگار نے مجھکو گھیر لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا۔ اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سے خیال میں آئی۔ پر دل نے کسی طرح تسلّی نہ پائی اب دو باتیں سوجھا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں یوں ہی رویا کروں گا۔ دوسرے یہ کہ آخر ایک ایک دن مروں گا۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے۔ نتیجہ اس کا تسکین ہے ہیہات ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید ناامیدی اُس کی دیکھا چاہیئے

اے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام لیجیے۔ کاغذ باقی نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجیے گا۔

ایضاً۔ جناب چودھری صاحب۔ سیاہی پھیکی۔ کاغذ پتلا۔ پیر مرشد کی عبارت ایک طرف آپ کی تحریر بھی مشوش ہو گئی۔ بہرا ہو گیا ہوں۔ مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے تمھاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اُس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سرِ سعادت توام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے پھوٹیں۔ ایمان نصیب نہ ہو وہ خط بدستور آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں۔ ازولی سفید کاغذ پر حرف بحرف اس کی نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیجیے تاکہ اُس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں لیکن بہت جلد بہت جلد۔ آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہیں الحمد للہ۔

ایضاً۔ بندہ پرور پرسوں تمھارا خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں۔ کل ڈاک میں بھجوا دوں گا میرا حال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمھارا ڈھنگ ہے وہی میرا رنگ ہے۔ شور وادرام مرض خاص اور رنج عام یہ ایک اجمال۔ دوسرا اجمال سنو کہ جیتا بھرے صاحب فراش ہوں۔ صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہتا ہوں۔ محل سرا اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جا سکوں جبکہ نو بجے کھانا یہیں آ جاتا ہے۔ پلنگ سے کھسل پڑا۔ ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا۔

بانو بکف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے۔ پنڈلی پر ورم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے۔ کھسل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح یکقلم موقوف۔ خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا۔ آج اپنے کو ٹھینے دے کر مرد بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی۔ چودھری صاحب کو سلام۔ شاہ عالم کو سلام۔ حضرت صاحب کو بندگی

بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد العہد میر سرفراز حسین تم کو اور تمھارے بھائی اور تمھارے دوست کو دُعا اور پھر یہ بیان کہ غدر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد غدر دربار اور خلعت اور ملاقات سکرٹروں کی یہ سب موقوف۔ اَب جو لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انھوں نے خود مجھے بُلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے ازراہِ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی دربار اور خلعت کھُل گیا۔ انبالے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ مَیں انبالے نہ جا سکا بالفعل نائب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اُس خلعت کو بشرطِ حیات اور وقت پر موقوف رکھا۔ ہلٹن صاحب الور میں آ گئے۔ راجہ صاحب دربار روز کرتے ہیں۔ اہلِ اغراض کے عرائض جو حضور میں گزرتے ہیں وہ حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پانے کا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لارڈ صاحب بعد اختتام سفر جب شملے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہو گا۔ آج جمعہ ساتویں شوال کی اور ستائیسویں مارچ کی ہے۔ چار گھڑی دن چڑھا ہے۔ مَیں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو۔ اَب شاید تھوڑے دنوں تک مَیں خط نہ لکھ سکوں۔ تفصیل اس کی یہ کہ رجب کے مہینے میں سیدھے ہاتھ پر ایک پھُنسی ہوئی۔ پھُنسی پھوڑا ہو گئی۔ پھوڑا پھوٹ کر زخم بنا۔ زخم بگڑ کر غار ہو گیا۔ اَب بقدر ایک کفِ دست وہ گوشت مُردار ہو گیا

کہ ان کی طرز جو تمھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہے۔ دار الضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال سے باہر ہے۔ داد داد۔ انصاف انصاف ع

اگرچہ شاعران نغز گفتار
ز یک جام اند در بزم سخن مست
ولے با بادہ بعضے حریفاں
خمار چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار این قوم
ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ع

بدنام ہوگے جانے بھی دو امتحان کو
رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار
خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا
قائم اور تجھے طلب بوسہ کی کیونکر مانوں
ہے تو نادان مگر اتنا بھی بدآموز نہیں
قائم
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
مومن خاں

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ تیر نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا۔ یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہوں۔ دمبدم پانو کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودھری عبدالغفور صاحب کے نام کا ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر پیر و مرشد کی نظر سے گزرانیں۔ پھر مرشدزادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں۔ شور و اورام میں لڑ رہا ہوں۔ برس دن میں اوجاع سہتے سہتے روح تحلیل ہوگئی۔ نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں۔ کھڑا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں۔ ناہیں

آتے ہیں۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھکو کیسا غم ہوا ہے۔ تم اس جرگے سے جُدا ہو۔ تمکو اندیشہ کیا ہے میر قربان علی صاحب جیسا کہیں ویسا کرو۔ میر مہدی صاحب بلا خط پڑھ کر کہیں گے مجھکو دعا بھی نہ لکھی۔ بھائی میری دعا پہنچے۔ میر نصیر الدین ایک دن میرے ہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں۔ ہوں تو دعا کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو آتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی حاجت کیا۔ دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے۔ بھلا دیکھیں تو سہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے؟

بنام میر مہدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو۔ برسر فرزند آدم ہرچہ آید بگزرد ۔ لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ یہ زیر باری میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کے ہوئی جس طرح یہ آئے ہیں اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور قیاس کے مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا۔ دیوان اردو چھپ چکا ہے لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا اُس کو آسمان پر چڑھا دیا حسن خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دلی پر اور اُس کے بانی پر اور اُس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب دیوان کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کُتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور تھا۔ متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اَور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق التصنیف ایک مجھکو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ جو ان کے تھے ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے ناچار غلط نامہ لکھا وہ چھپا۔ بہرحال خوش و ناخوش کئی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو اسی ہفتہ میں تین مجلد صاحب ثلٰثہ کے پاس پہنچ جائیں نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش ہوگے۔ اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں قیمت لکھ بھیجو۔ میں دلّال نہیں۔ سوداگر نہیں۔ مہتمم مطبع نہیں۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم مرزا امو جان مطبع شاہدرہ

انبالے نہ جانے کی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتے سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالا ڈاکٹر روز آتا ہے۔ آج اُس نے ارادہ اُس مُردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اَب وہ آتا ہوگا۔ مَیں جلد جلد یہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ تاکہ پھر ہاتھ کے بند سے اُڑا دوں۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ نورِ چشم راحتِ جان۔ میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو۔ تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں یا جوان ہیں۔ توانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہرحال غنیمت ہے کوئی جلا بھنا کہتا ہو

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ　　یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالاخانہ ہے اور وہی مَیں ہوں۔ سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے۔ وہ یوسف میرزا آئے۔ وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علیخان آئے۔ مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے نہیں۔ اللہ اللہ۔ ہزاروں کا مَیں ماتم دار ہوا۔ مَیں مروں گا تو مجھکو کون روئے گا ...... سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو۔ کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھوا دو اور میرن صاحب کو بلاؤ۔ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاؤنگا۔ مَیں نے اُنکی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ صاحب اَب تن نہیں ہے نہ ہو۔ غلام اشرف نہیں ہے نہ ہو۔ اگر منظور کیجئے تو مَیں صوفی ہوں ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں بموجب مصرع کے ع دل بدست آور کہ حج اکبر ست ۔ تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر زر گوہر کی جگہ ما تو تو خوش۔ اگر غلام اشرف جانو تو رہنی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے۔ راجپوت ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں

کیا ہے پون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے۔ سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں جس پر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان نکلے گا۔ دکانیں حویلیاں ڈھائی جاویں گی۔ دار البقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑ تک ڈھیے گا۔ دونو طرف سے پھاوڑہ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکمِ اکبر کی آمد آمد سُن رہے ہیں۔ دیکھیے دلّی آئیں یا نہیں۔ آئیں تو دربار کریں یا نہیں۔ دربار کریں تو مَیں گنہگار بُلایا جاؤں یا نہیں۔ بُلایا جاؤں تو خلعت پاؤں یا نہیں۔ پنشن کا نہ کہیں ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ نومبر ۱۸۵۹ء ✦

ایضاً۔ میاں آج یکشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جمادی الثانی کی ہے۔ دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے اُستا حامد کے کوچہ کے میرے پاس آئے اور اُنھوں نے تمھارا خط لکھا ہوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھ تک نہیں پہنچا۔ اور نہ مَیں شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا جانے وہ خط مسترد کیوں ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمھارا خط آوے اور مَیں پھیر دوں۔ تم خود کہتے ہو کہ اُس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ مَیں ہوتا اور یہ لکھتا کہ مَیں نہیں ہوں۔ آگرہ اور الور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمھاری والدہ کا مرنا سُن کر مجکو بڑا غم ہوا۔ خدا تم کو صبر دے اور اُس عفیفہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیسا پنشن اور کہاں اُس کا ملنا یہاں جان کے لالے پڑے ہیں۔

ہے موجزن اک قلزمِ خوں کاش یہی ہو ✦ آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائے گی۔ تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے تحث کے نہ آنا۔ میر احمد علی صاحب کو لکھتے ہو کہ یہاں ہیں مجکو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں

ہیں - محمد حسین خاں دلی شہر رائمان کے کوچے میں - مصوروں کی حویلی کے پاس قیمت کتاب دو - محصولِ ڈاک خریدار کے ذمے - طالبانِ کتاب کو اطلاع دو - دو چار دس پانچ جلدیں جس کو منگانی ہوں - محمد حسین خاں کے نام پر دلی رائے مان کے کوچے مصوروں کی حویلی کا پتہ لکھکر خط ڈاک میں بھجوا دو کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی - قیمت چاہو نقد چاہو ٹکٹ ارسال کرو مجکو اور تم کو کیا جو کہے اُس کو یہ جواب دے دو - وّبا تھی کہاں جو مَیں لکھوں کہ اَب کم ہے یا زیادہ - ایک چھیاسٹھ برس کا مرد - ایک چوسٹھ برس کی عورت - ان دونوں میں سے ایک بھی مرتا تو ہم جانتے کہ وّبا آئی تھی - تُف برین وّبا پنجشنبہ ۸ ربا اگست کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہیں - کل شام کو دو دو مونڈھے رکھ کر کئی آدمی دیکھا کیئے - ہلال نظر نہیں آیا - نجات کا طالب غالب ٭

ایضاً - بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے - اگلے لفافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ پڑا ہے - کتاب میں سے یہ کاغذ پھاڑ کر تم کو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافے میں لپیٹ کر بھیجتا ہوں - غمگین نہ ہونا - کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہنچ گئی ہے - آج کاغذ و ٹکٹ منگالوں گا - سہ شنبہ ۸ نومبر صبح کا وقت ہے - جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہیں پرسوں تمہارا خط آیا تھا - آج جی چاہا کہ ابھی تم کو خط لکھوں اسواسطے یہ چند سطریں لکھیں - برخوردار میر نصیر الدین پر اُن کی بیٹی کا قدم مبارک ہو - نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ جائے گا - ہاں عظیم النساء بیگم نام اچھا ہے - کہ اس میں ایک رعایت ہے - شاہ محمد عظیم صاحب رحمہ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دُعا کہنا - تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اُن کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے - یہ بے ادبی اچھی نہیں - میرن صاحب کو بہت بہت دعا کہنا - اور میری طرف سے پیار کرنا - شہر کا حال میں کیا جانوں

ایضاً- برخوردار کامگار میر مہدی دہلوی - اُردو بازار کے مولوی صاحب لوائے ولائے مرتضوی برعلم عباس ابن علی کا سایہ - راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سُن چکے تھے الحمدللہ علیٰ کل حال - دیکھئے اب معاودت کب کرتے ہیں بموافق اپنے وعدہ کے ہمکو کب طلب کرتے ہیں - کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ مَیں آکر اسد کو بلاؤں گا - البتہ اگر وہ بلائیں گے تو مَیں کیوں کر نہ جاؤں گا - ظاہرا ہمارے تمہارے واسطے زمانہ انتہائی مصیبت اور وقت پیش آمد دولت ہے - اب مجکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ متقرب بنیں گے - اگر میری قسمت لڑے گی تم کامیابی کا سامان کر رکھنا - میرن صاحب کو مجھپر مہربان کر رکھنا - بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب ہیں یا میرن صاحب ہیں حضور کے .... بڑے مصاحب ہیں - جس گروہ میں سے جس کو چاہیں حضور سے ملوا دیں - فرقۂ شعرا میں سے جس کو جو کچھ چاہیں دلوا دیں - اُن کو اور مجتہد العصر کو میری دُعا کہنا نجات کا طالب غالب -

ایضاً- یہاں تمہاری تحریر کا جواب ہے کہ وہ تصویر جو مَیں نے یہاں محمد فضل کو دی تھی وہ اُنہوں نے واپس دی اور اُسکی نقل کے باب میں یہ کہا کہ ابھی تیار نہیں ہے جب وہ تیار ہوجائیگی مَیں اُن کو روپیہ دیکر لے لونگا خاطر جمع رکھو - پنشن سراسر سب کو شاہی ملنے کا حکم ہوگیا - ہر مہینے میں سو دے لو اور کھاؤ - کشمیری کٹرہ گر گیا ہے وہ اونچے اونچے در اور وہ بڑی بڑی کوٹھریاں دور دیہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں - آہنی سڑک کا آنا اور اس کی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے - چاروں سے پُروا ہوا چلتی ہے - ابر آتے ہیں مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے - مینہ نہیں برستا - گیہوں - چنا - بلیرا - تینوں اناج ایک بھاؤ ہیں نو سیر ساڑھے نو سیر - میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو مَیں اچھی طرح نہیں سمجھا کہ جیند میں ہیں -

مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے۔ میں مخفی نہیں ہوں، روپوش ہوں۔ حکام جانتے ہیں کہ یہ یہاں ہے مگر نہ باز پرس و گیر و دار میں آیا ہوں، نہ خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہے۔ بااینہمہ امن بھی نہیں ہوں۔ دیکھئے انجام کار کیا ہے۔ نثر کیا لکھوں گا اور نظم کیا کہوں گا۔ وہ نثر جو تم دیکھ گئے ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کیے گئے ہیں۔ بھیجنا ممکن نہیں۔ جب آؤ گے یا مجکو جیتا پاؤ گے تو دیکھ لوگے۔ میکش چین میں ہے۔ باتیں بناتا پھرتا ہے۔ سلطان جی میں تھا، اب شہر میں آگیا ہے۔ دو تین بار میرے پاس بھی آیا۔ پانچ سات دن سے نہیں آیا۔ کہتا تھا کہ بی بی کو اور لڑکے کو بہرام پور میر وزیر علی کے پاس بھیجدیا ہے۔ خود یہاں لوٹ کی کتابیں خریدتا پھرتا ہے۔ میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ مگر نہ معلوم ہوا کہ وہ وہاں مع قبائل ہیں یا تنہا ہیں۔ اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہیں۔ تمھارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہیں اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ لکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یکجا ہو۔ گو انکو ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خط بھیجنے میں تردّد نہ کرو۔ اور ڈاک میں بے تامّل بھیجا کرو۔ زیادہ زیادہ۔ غالب یکشنبہ ہفتم فروری ۱۸۵۸ء وقت رسیدن نامہ۔

ایضاً۔ نورچشم میر مہدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیاتِ فارسی کا پہنچنا مجکو معلوم ہوا۔ یہاں اس میں اغلاط بہت ہیں۔ مبارک ہو تمھیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور بھائی خدا کرے مجکو بھی۔ لو صاحب جنٹ بہادر رہتاس کا حکم الور کے اجنٹ کو آیا کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمھارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمھارے تحت میں ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہوجاؤ۔ ستمبر کی بیسویں کو ہم الور جائیں گے راجہ صاحب کو مسند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی انہیں پہنائیں گے۔ ستم بر تم بردو آدر و داد۔ شنبہ ۲۲ اگست ۱۸۶۳ع۔ از غالب۔

پوچھنی اور کہہ دینا کہ میری دُعا لکھ بھیجنا۔ بس تنا ہی دَم باقی ہے۔ کل میرن صاحب آئے پوچھا کہ الور سے کوئی خط آیا فرمایا کہ اس ہفتہ میں کوئی خط میں نے نہیں پایا کیا کہوں کیا حال ہے بیش ازیں اپنا یہ شعر پڑھا کرتا تھا

بس ہجومِ نا اُمیدی خاک میں ملجائیں گے ÷ یہ جو اک لذّت ہماری سعیِ بیحاصل میں ہے

اَب اس زمزمہ کا بھی محل نہ رہا۔ یعنی سعیِ بے حاصل کی لذّت خاک میں گئی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنَ ۔ مرگِ ناگاہ کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۲۸۱ ہجری ÷

ایضاً۔ صاحب دو خط تمہارے بسبیلِ ڈاک آئے۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب اجنبی سانولے سلونے۔ ڈاڑھی مُنڈے۔ بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمہارا خط دیا۔ صرف اُن کی ملاقات کی تقریب میں تھا۔ بارے اُن سے اسم شریف پُوچھا گیا فرمایا اشرف علی۔ قومیت کا استفسار ہوا معلوم ہوا سیّد ہیں۔ پیشہ پُوچھا حکیم نکلے۔ یعنی حکیم اشرف علی۔ مَیں اُن سے مل کر خوش ہوا۔ خوب آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں۔ کتنے اوچھے ہو۔ مصطلحاتِ الشعرا مصطلحات الشعرا۔ بھائی وہ کتاب تمہاری ہے مَیں نے غصب نہیں کی۔ میرے پاس مستعار ہے۔ دیکھ چکونگا۔ بھیجدونگا۔ تقاضا کیوں کرو۔ میاں محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔ سرفراز حسین اور میرن صاحب و میر نصیر الدین کو دُعائیں۔ غالب صبح چہارشنبہ۔ ہفتم رمضان ہشتم مارچ ÷

ایضاً میاں تمکو پنشن کی کیا جلدی ہے۔ ہر بار پنشن کو کیوں پوچھتے ہو۔ پنشن جاری ہوا اور مَیں تمکو اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہو اور کب ہو۔ میرن صاحب جیپور پہنچے۔ تم شاہ پور ہی بتاتے ہو۔ شاید سچ یہی ہے۔ ہاں میر محمود علی اور یہ میر برادر ابو الفضل تو تھے مگر دیکھا چاہیے درخت جگہ سے اُکھڑ کر بدشواری جمتا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے کہ اَب بچھڑے ہوئے یار کہیں قیامت ہی کو جمع ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک جمع ہوں گے سُنّی الگ۔ شیعہ الگ نیک جُدا۔ بد جُدا۔ میر سرفراز حسین کو دُعا۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی۔ پھر دُعا۔

یا یہاں ہیں - میر نصیر الدین دوبارہ یہاں آئے اب مجھکو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں - قاسم علی خاں قطب الاقطاب ایکدن کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں آخر وہ شادی بھی کب ہو چکی ہے اور کہاں ہونیوالی ہے اس خط کا جواب لکھو تو سب حالات مفصل لکھو - غالب صبح چارشنبہ ۴ جنوری ۱۸۶۱ع

ایضاً میاں تمہارے خط کا جواب منحصر تین باتوں پر ہے دو کا جواب لکھتا ہوں - تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمھیں کیا لکھوں پہلی بات میاں محمد فضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کریں اور تم انتظار دوسری بات میر نصیر الدین آئے اور تینوں صاحبوں کا جیند کے جانے کا حال مفصل معلوم ہوا حق تعالی اپنے بندوں پر رحم فرماوے تیسری بات میرن صاحب کو جبتک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں گویا اُن کی عاشق تمھیں ہو میں نہیں - بھائی ہوش میں آؤ - غور کرو یہ مقدور مجھ میں نہیں کہ اُن کو یہاں بلاکر ایک الگ مکان رہنے کو دوں - اور اگر زیادہ نہ ہو تو تیس روپیہ مہینا مقرر کروں کہ بھائی یہ لو اور دریبہ اور چاوڑی اور اجمیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار ناپتے پھرو اور اُردو بازار اور خاص بازار اور بلاقی بیگم کا کوچہ اور خان دوراں خاں کی حویلی کے کھنڈر گنتے پھرو اے میر مہدی تو درماندہ و عاجز پانی پت میں پڑا رہے - میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلّی دیکھنے کو ترسا کریں - سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے - اور میں ان غمہاے جانگداز کی تاب لاؤں - مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا ہے

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اللہ اللہ اللہ - سہ شنبہ ۴ جمادی الثانی - ۱۸ دسمبر - *

ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو ہمیں خط نہیں لکھتا - *

ہم بھی مُنہ میں زبان رکھتے ہیں　　کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے *

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا بھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جسکا جواب لکھتا - میرن صاحب سے تمہاری خیر و عافیت

عزت میں وہ پایہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بہادر مہربان دوستان
القاب۔ خلعت سات پارچہ اور جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے
برابر پیار کرتے تھے۔ بخشی۔ ناظر۔ حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان
یہاں وہی نقشہ ہے۔ کوٹھڑی میں بیٹھا ہوں۔ ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آ رہی ہے۔ پانی کا
جھجھر دھرا ہوا ہے۔ حقہ پی رہا ہوں۔ یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یہ باتیں
کرلیں۔ میر فراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور
میری دعا کہہ دینا۔ جمعہ۔ ۱۶ اپریل۔

ایضاً۔ جویاے حال دہلی و الور سلام لو۔ مسجد جامع واگذاشت ہو گئی۔ چتلی قبر کی طرف
سیڑھیوں پر کبابیوں نے دکانیں بنالیں۔ انڈا مرغی کبوتر بکنے لگا۔ دس آدمی مہتمم ٹھہرے۔
مرزا الٰہی بخش۔ مولوی صدر الدین۔ تفضل حسین خاں تین یہ بات اور ۷ نومبر ۱۴ جمادی الاوّل
سال حال جمعہ کے دن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ قید فرنگ و قید جسم سے رہا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون
جاڑا پڑ رہا ہے ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے کل سے رات کو نری انگیٹھی پر گزارا ہے۔ بوتل گلاس موقوف
راجہ پٹیالہ مر گیا۔ مہندر سنگھ اس کے خلف پر خطاب فرزندی اور القاب بحال و برقرار رہا۔ بالفعل
دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہرا جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے۔ وہ نواب
گورنر جنرل بہادر کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فروری مہینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی ریاست
کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیالہ اور الور کے راج کا انتظام
اسی وقت پر ہو گا۔ بالفعل ابھی صاحب ایجنٹ الور دلی ہوتے ہوئے میرٹھ گئے ہیں راجہ
صاحب تجارہ تک انکی مشایعت کر گئے۔ یہاں ابھی صاحب ہے کوئی صاحب سنگھ ٹھیکہ دار الور کی
سڑک کا ہے اس نے کچھ کہا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں پنچوں کو اختیار ہے ہم کچھ حکم

کتاب کا نام دستنبو رکھا گیا۔ آگرہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے تمہارے ہاتھ کے اوراق لکھے لوں گا تب ایک کتاب تم کو دوں گا۔ از غالب روز ورود نامہ پنجشنبہ ۲ ستمبر ۱۸۵۸ع ✦

ایضاً۔ میر مہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوئی ہے۔ میں اس مہینے میں رام پور کیوں رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے اور بہت منع کرتے رہے۔ برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہاں آپہنچا یکشنبہ کو غرّہ ماہ مقدس ہوا۔ اُسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خاں کی مسجد میں جاکر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں۔ شب کو مسجد جامع جاکر نماز تراویح پڑھتا ہوں۔ کبھی جو جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جاکر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں انہوں نے میرا ناک میں دم کر دیا۔ تنہا بھیج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہے اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہاں کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرار داد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ع سے کہ جس کو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو روپئے مہینا بنام دعوت اور دیا یعنی رام پور رہوں تو دو سو روپئے مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپئے۔ بھائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں مجھ کو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعظیم جس طرح احباب میں باہم ہے وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکوں سے میں نے نذر دلوائی تھی۔ بس ہر حال غنیمت ہے رزق کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیئے۔ کمی کا شکوہ کیا۔ انگریزی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال ٹھہرے اُس میں سے مجھ کو ملے ساڑھے سات سو روپئے سال۔ ایک صاحب نے نہ دیئے۔ مگر تین ہزار روپیہ سال

دیکھیے کب چھاپہ شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آ گئی۔ میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے۔ اب پچاس روپئے بھیجوں تو انچاس جلدیں منگاؤں دیکھیے نومن تیل کب میسر ہو۔ اور رادھا کب ناچے۔ یہاں کل شام کو میر سرفراز حسین میرے گھر نہیں آئے یا تو الور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے۔ میں تو آج جمعہ ۱۶ مئی صبح کے وقت یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب ؁

ایضاً۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں ملتے۔ میر سرفراز حسین آئے ہیں اور میرے ہاں نہیں اُترے۔ لاحول ولا قوۃ اُترنا کیسا ملنے کو بھی نہیں آئے۔ افسوس ہے جن کو میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجکو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا اور مجتہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیونکر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۰ رجب دی الثانی کی اور ار جون کی صبح کے وقت منہ اندھیرے اسی وقت میری آنکھ کھلی تھی لحاف میں لپٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے ہیں۔ میں سمجھا میر سرفراز حسین۔ جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن جے پور سے آئے اور خدا جانے کہاں اُترے اور اب کہاں جاتے ہیں۔ ہے ہے مجھے غیر سمجھا یا مرا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور مجھ سے نہ ملے اپنی سسرال میں رہے۔ اور میکے کو چھوڑا۔ واللہ میرا جی اُن کے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا۔ اب اٹھا ہوں۔ سردی رفع ہولے دھوپ نکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں۔ میں کمبخت بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں۔ اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خاں کے پھاٹک آدمی بھیجوں گا۔ جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائیگا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی معلوم کر آئے گا کہ میر حسن صاحب ہیں

ندیں گے۔ اسفندیار بیگ متوفی کا کوئی متبنیٰ سیّد علی پرورش ہوا اُس کو بھی یہی جواب ملا۔ اب اور بولو کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ ہیرا سنگھ بیٹھے ہیں۔ کھانا تیار ہے۔ خط لکھ کر بند کر کر آدمی کو دوں گا اور مَیں گھر جاؤں گا وہاں ایک دالان میں دھوپ آتی ہے وہیں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤں گا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھاؤں گا۔ بیسن سے ہاتھ دھوؤں گا۔ باہر آؤں گا۔ پھر اُسکے بعد خدا جانے کون آئیگا کیا صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر حسین یار فضل علی عرف میرن صاحب کو دُعا۔ منگل کا دن جمادی الثانی ۱۶ر دسمبر۔ پہر دن چڑھے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵ر ذیقعدہ ۵ مئی ۶۴ء۔ صاحب آج تمھارا خط دوپہر کو آیا۔ اُس میں مَیں نے سودہ تاریخ کا پایا۔ قلمدان میں رکھ لیا۔ خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا۔ کل وہ کہتے تھے کہ اُنتیس روپئے کو تین گاڑیاں مقرر ہوگئی ہیں۔ مَیں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔ اسوقت جو مَیں یہ خط لکھ رہا ہوں پہر دن باقی ہے لکھ کر کھُلا رکھ چھوڑوں گا شام کو۔ مجتہد العصر میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تودیع کے اور اگر نہ جائیں گے تو سوافق معمول گئے آئیں گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر خط بند کر کے بھیجدوں گا۔ خدا کرے اُردو کی نثر کا لفافہ اُنہوں نے ڈاک میں بھیجدیا ہو شام کو مجھے دے جائیں گے تو مَیں کل اس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوا دوں۔ مہاراج اگر دَورہ کو گئے تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لمبا چوڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات دن میں پھر آئیں گے۔ یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہیں جاؤ۔ میرن صاحب کی تمھاری تُجھا جاتی لکھنے کا مجھ میں دَم نہیں۔ تم جانو وہ جانیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سُنو۔ ۲۰ صفحے چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی مصحح بیمار ہو گئے۔ کاپی نگار رخصتی لے اپنے گھر گیا۔ اب

میں رہوں گا - اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا - تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہو گا ناچار جو کچھ الور کا حال سُنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں - ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لے کر بُلا لیا ہے - لکھتے ہیں کہ صاحب ایجنٹ الور نے راجہ کے بلغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ اِن کا راج اُن کو مل جائے - مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آ گئی ہے - سترہ بوتلیں بادہ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں - دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں ؎

کسے کیں مرادش میسر بود　　　اگر جم نباشد سکندر بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دُعائیں اور دیدار کی آرزوئیں - ❖

ایضاً اے جناب میرن صاحب السّلام علیکم - حضرت آداب - کہو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور ہمیشہ منع کیا کرتا ہوں - میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دُعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں - نہیں میرن صاحب اُس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہو گا جواب لکھنا ضرور ہے - حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں آپ سے خفا کیا ہوں گے - بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو - سُبحان اللہ لے لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے - اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم

تو میں سوار ہو کر جاؤں گا اور اُن سے ملوں گا۔ تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے چچا کے ہاں آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو۔ تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں خاطر جمع رکھو۔ اور مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۱۱ جنوری ۱۸۶۰ء

ایضاً۔ میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو ادھر آؤ خبریں سنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا دلی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے۔ موافق دستور قدیم مل آئے غرضکہ پنجشنبہ ۲۹ دسمبر کو پہر دن چڑھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے۔ اسوقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو کر گیا میر منشی سے ملا اُن کے خیمہ میں بیٹھ کر صاحب سکرٹر کو خبر کروائی جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سن کر نومیدی کی پوٹ باندھ کر لے آیا۔ ہر چند پنشن کے باب میں ہنوز لا ونعم نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانے والے ہیں یہاں کچھ کلام و پیام نہیں۔ ممکن تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھیے کیا صورت درپیش آئے گی۔ مسلمانوں کی املاک کے واگزاشت کا حکم عام ہو گیا ہے جن کو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہو گیا ہے آج یکشنبہ یکم جنوری ۱۸۶۰ء ہے پہر دن چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک پر قبضہ پاؤ چاہو یہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب کو میری دعائیں کہنا اور حکیم میر اشرف علی کو بعد دعا کے یہ کہدینا کہ وہ حبوب جو تم نے مجکو دی تھیں۔ اُن کا نسخہ جلد لکھ کر بھیج دو۔ واللہ موجود ماسواہ معدوم۔ اپنی مرگ کا طالب غالب۔

ایضاً۔ برخوردار تمھارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ الور کا کچھ حال معلوم کر لوں اور کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور میں اُس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو اُس وقت تمھارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آج تک اُن کا خط نہ آیا۔ میں سوچا کہ اگر ابھی انتظار

نام ہے بے شبہ چشمۂ آبِ حیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے۔ خیر اگر یوں بھی ہے تو جانی آخر آجاتی ہے عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ تمھارا خط پہنچا تردد عبث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عُرف لکھنے کی حاجت۔ نہ محلّے کی حاجت۔ بے وسواس خط بھیج دیا کیجیے۔ اور جواب لیا کیجیے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے اس وقت مہمان ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہے لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اِسوقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

ایضاً آؤ میاں سیّد زادہ آزادہ دلی کے عاشق دلدادہ۔ ڈھے ہوئے اُردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو بُرا کہنے والے۔ نہ دل میں مہر و آزرم نہ آنکھ میں حیا و شرم۔ نظام الدین ممنوں کہاں۔ ذوق کہاں۔ مومن خاں کہاں۔ ایک آزردہ سو خاموش۔ دوسرا غالبؔ وہ بیخود و مدہوش نہ سخنوری رہی نہ سخندانی۔ کس برتے پر تتا پانی۔ ہائے دِلّی وائے دِلّی۔ بھاڑ میں جائے دِلّی۔ سُنو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ولد دلاور خاں۔ اور نانا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں ولد صاحب خاں۔ اس شخص کا حال از روے تحقیق مشرح اور مفصّل لکھو۔ قوم کیا ہے۔ عمر کیا ہے۔ طریق کیا ہے۔ احمد حسین خان کی لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے۔ طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھو اور جلد لکھو۔

ایضاً۔ سیّد خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو اُٹھا یا ہے۔ ایک غریب سیّد مظلوم کے چہرۂ نورانی پر جُھاسا نکلا ہے تمکو سرمایہ آرائش گفتار بہم پہنچا ہے میری دُعا اُن کو پہنچاؤ۔ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اَور ہے۔ سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے۔ اوائل ماہِ انگریزی میں روک ٹوک کی شدّت ہوتی تھی آٹھویں دسویں سے وہ شدّت کم ہو جاتی تھی اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے۔

کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا تو میں سنتا اور خط اٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ تمھارا خط جاوے۔ میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط شوق سے لکھیے گا۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو۔ تمھارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ۔ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمھاری باتوں میں آگیا اور آجتک اُسے خط نہیں لکھا۔ لاحول ولاقوۃ۔ سنو میر مہدی صاحب میرا کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب لکھو تپ تو رفع ہو گئی۔ پیچش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو۔ پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمھارا پرہیز اگر ہوگا بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہوگا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر اشرف علی میں اور اُن میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے۔ پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو اُن سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمھاری کیا گت آئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ ذقرا گاؤ خورد اسکے معنے کیا ہیں پوچھو اور نہ چھوڑیو جب تک نہ بتائیں۔ اس وقت پہلے تو آندھی چلی پھر مینہ آیا۔ اب مینہ برس رہا ہے۔ میں خط لکھ رہا ہوں۔ سرنامہ لکھ کر چھوڑ دوں گا جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمھیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔

ایضاً ہا ہا ہا میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے۔ بیٹھو یہ رامپور ہے دار السرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے۔ پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اس کا

لکھوں میری بلا لکھے۔ اب جو تم خط لکھو گے اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لئے سلام تک بھی اس میں نہ ہوگا تو میں اس کا جواب انکھوں سے لکھوں گا۔ اور ہاں میاں تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اس کا مرنا سنا ہوگا۔ اس غریب کا قول ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو نہ معلوم ہوگا کہ کون سی لڑکی مری۔ کاش اس کے باپ کا نام لکھتے تا کہ میں جانتا کہ کونسی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں۔ اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ہے توضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمھارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اسواسطے ایک لفافہ تمھاری پسند کا تمھاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے ان کو دیکھکر دل خوش ہوا۔ تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ ادھر گئے۔ میں ادھر آیا۔ ظاہرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں انکی کتاب رہ گئی اب ان تک کیوں کر پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ یہاں لڑکے سنو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے سو وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا۔ اسواسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمھارے علاقہ سے دعا۔ صوفی صافی ہوں۔ اور حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں ؎ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ۔ یہ جواب ہے تمھارے اس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی۔ یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا کہ اگر تمھارے خط میں انکو دعا سلام لکھونگا تو انسے تم کاہے کو کہو گے۔

آج ۲۰ مارچ کی ہے پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں۔ آنچ ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی تو کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہوگا کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تم کو خدا یہاں لائیگا تو اس کی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور یہ خط دکھا دینا۔ ؛

ایضاً برخوردار نور چشم میر مہدی کو بعد دعاے حیات و صحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا۔ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے تپ ابن بنکر آئی تھی جو اسکو روکتے ہوئے شرمائے۔ حکیم اشرف علی ابھی آ گئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھکر آج ڈاک میں بھیجدیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے حق تعالیٰ تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر مجھکو سنائے۔ سنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں تمنے مجھکو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے ؎ بغیر در شکر آلبت رُو بجا دارد ؛ پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہے مجھکو کیا پیام ہے کچھ نہیں۔ شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ اودھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یارب سرنامہ میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا۔ یہ کیا سر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُس کے موافق عمل کروں گا۔ جب بلائیں تب جاؤں گا۔ دیکھو اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک جو کھا پیا سا بھی رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے میرے تفقد کا حکم بھجوایا۔ حکام سے مجکو عزت دلوائی۔ میرے صبر و ثبات کی داد ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلوی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے۔ نثر میں خودنمائیاں کرنے لگے کئی دن سے تمہارے خط کی جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے رحم و حرکت کر دیا ہے۔ آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں۔ بھائی تم تو اردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو۔ اردو بازار میں نہر کے کنارے رہتے رہتے رود نیل بن گئے ہو۔ کیا قتیل کیا رود نیل یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں لو سنو اب تمہاری دلی کی باتیں ہیں۔ چوک میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا اُس میں سنگ و خشت و خاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں ڈھا کر رستہ چوڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے۔ پنشن داروں سے حاکموں کا کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جواں بخت کے سالے ولایت علی بیگ جے پور کی زوجہ ان سب کی الہ آباد سے رہائی ہو گئی۔ دیکھئے کیمپ میں رہیں یا لندن جائیں خلق نے از روے قیاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑا دی ہے سو سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء میں عموماً شہر میں آباد کیے جائینگے اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپئے دیئے جائیں گے۔ خیر آج بدھ کا دن ۲۲ دسمبر

پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے اُنکی بندگی مجھ سے کہی ہے خدا کیواسطے میری دعا اُن سے کہدینا۔ ٭

ایضاً میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب سانڈرس صاحب بہادر نے مجکو بلایا۔ پنجشنبہ ۲۴۔ فروری کو میں گیا۔ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے میں اُلٹا پھر آیا۔ جمعہ ۲۵ فروری کو گیا۔ ملاقات ہوئی۔ کرسی دی۔ بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اُٹھا کر پڑھتے رہے۔ جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے منٹگمری صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمھارے باب میں لکھتے ہیں کہ اُن کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ہو۔ حقیقت کہی گئی۔ ایک کاغذ آمد ولایت لے گیا تھا وہ پڑھوا دیا پھر پوچھا تم نے کتاب کیسی لکھی ہے اُسکی حقیقت بیان کی کہا ایک منٹگمری صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہمکو دو میں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا۔ دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر۔ کتابوں سے کیا اطلاع۔ پنشن کی پرسش سے کیا مدعا۔ یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے۔ غرضکہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا۔ میں اپنے گھر رہا۔ دوشنبہ ۲۸۔ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے میں بیٹھکر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گدلہ کپتان کی چھٹی آئی۔ سواری مانگی۔ جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون لال کو دے جاؤ وہ اُدھر سوار ہو گئے میں اِدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت التفات سے باتیں کرتے رہے۔ کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط منٹگمری صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی بھیجا جاوے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمھاری پنشن کے باب میں اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو۔ عرض کیا بہتر۔ اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تمکو معلوم تھا

پڑا ہے اُسکو دیکھ لوں اور پھر کسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہے گا۔ سبک سیر کیوں نہ ہو جاؤں کہ یہ سب مو طوی چھوڑ کر نکل جاؤں۔ پنشن جاری ہوئے پر بھی تو سوا رامپور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں۔ تم نے ثباتِ قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ۔ چُپکے ہو رہو اور مجھکو کسی عالم میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا عمل میں آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ کس مقدمہ کا ذکر ہے

ایضاً سید صاحب۔ اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا۔ میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں۔ میر سرفراز حسین نہیں کہ اُن کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آ گئے۔ کمال ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندۂ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں تمہارے بھائی نے سخت شورش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کے واسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤنگا۔ میں نے سلام بنا دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو میں اُن کو دونگا۔ محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ غرہ صفر ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آ گیا۔ سو پہلے تو مجملاً سُنو ایک غدر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبا کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آ جاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سُنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزارہا مکان گر گئے۔ سینکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے

گئی ہے۔ اب شنبہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے۔ اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو۔ اب صورت کیا ہے اور آئندہ عزیمت کیا ہے۔ میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار۔ میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے۔ حضرت آیئے سلام علیکم۔ مزاج مبارک کہیئے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین سلّمہم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ کیا کروں میں کہیں تم کہیں وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جا ہوں گے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہے ہے کیوں کر ایک جا ہوں گے۔ دیکھئے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے۔ اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے۔ بنیے سے بیانا سو دیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم مجھکو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لونگا اور اس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہوگا۔ بھائی یہ میں نے اپنا رازِ دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان تھا نہ خواہش کا۔ دیکھا اس نقش قدیم کا حال۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جب تک جواب نہ پاؤں کہیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے دیکھئے کب آئے آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس ہیچ میں کیا ہیچ

میر نصیر الدین کو دُعا - حکیم میر اشرف علی کو دُعا - یوسف ہفت کشور کو دُعا -

ایضًا - واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ - بات اتنی ہی ہے کہ میرا پلنگ مجھکو ملا میرا بچھونا مجھکو ملا - میرا حمّام مجھکو ملا - میرا بیت الخلا مجھکو ملا - رات کا وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرو ہو گیا میری جان بچی - میرے آدمیوں کی جان بچی ؎ اکنون شبِ من شب ہست روزم روز است

بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا - مَیں گمان کرتا ہُوں کہ نہیں پہنچا اگر پہنچتا تو بے شک وہ تمہاری نظر سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھکو وہ روداد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی - پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو - اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا اُدّم ناک میں کر دیا تھا اب ان سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے - حسن بھی کیا چیز ہے - قادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے - تم ان سے خواہشِ وصال کرتے ہوئے ڈرو میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے - نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب اُن سے لکھوا کر بھجواؤ - یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو - پانی گرم - ہَوا گرم - تپ مستولی - اناج مہنگا - بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا میر امداد علی آشوب کا بیٹا - محمد میر - شبِ گزشتہ کو گزر گیا - آج صبح کو اُس کو دفن کر آئے - جوانِ صالح - پرہیزگار - مومنین کا پیش نماز تھا - اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن - مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤں گا - اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا - رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائیگا اور مدار المہام امر واقعی لکھ بھیجے گا - میرن صاحب کو دُعا - اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا - ہم بھی تمہاری طرز کا اتباع کریں گے - حکیم میر اشرف علی کو دُعا کہنا - اور کہنا کہ

گلی گلی ندی بہ رہی ہے۔ قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مینہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے۔ جنھوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بونے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال۔ اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دعا۔

ایضاً

بے مے نہ کند در کفِ من خامہ روانی   سردست ہوا آتش بے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں۔ ہاتھ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی ہے۔ مگر ہائے آتشِ سیال کہاں کہ جب دو جرعے پی لئے فوراً رگ و پئے میں دوڑ گئی دل توانا ہو گیا۔ دماغ روشن ہو گیا نفسِ ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا۔ ساقیِ کوثر کا بندہ اور تشنہ لب۔ ہائے غضب ہائے غضب۔ میاں تم پنشن پنشن کہہ رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر۔ جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اُس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں۔ تم کو پنشن کا فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھیے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو گا تمکو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسفِ ہند نہ سہی۔ یوسفِ دہر سہی۔ یوسفِ عصر سہی۔ یوسفِ کشور سہی۔ اُنکی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے۔ مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپئے مہینا بھیجے جاؤنگا۔ اب اُنکا تقاضا ہے رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں۔ خرچ جلد بھیجو۔ ورنہ نالش کیجائیگی اور تمکو گواہ قرار دیا جائیگا۔ بہر حال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھوا دینا۔ میر سرفراز حسین کو دعا

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیسے کہ مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا انکو ہماری دُعا کہنا

ایضاً میری جان تم کو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے۔ اگر خط پہنچا ہے تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے۔ کل حکیم اشرف علی آئے تھے سر منڈوا ڈالا ہے مُحلّقِینَ رُؤسَکُم پر عمل کیا ہے۔ میں نے کہا سر منڈوایا ہے۔ تو ڈاڑھی رکھو۔ کہنے لگے و اینکہ آرم کہ جامہ ندارم۔ واللہ اُن کی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آگئے اور برقرار و بحال رہے خدا کا شکر بجا لایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خیر سُنی جائے۔ میرا سلام کہنا اور مبارکباد دینا۔ خبردار بھول نہ جائیو۔ تمہاری شکایت بیجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط مجھکو پانی پت سے بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیمار ہے۔ ایاز کو خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بیجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچکر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہاری قلم سے نہیں نکلتا۔ اُن کی خیر و عافیت نہ اُن کی بندگی نہ بندگی لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے۔ یہ باتیں اچھی نہیں۔ میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں والدہ اُن کی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلالیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آجائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں۔ میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے بود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرا پنشن۔ اُس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو تم کو اطلاع دیجائیگی۔ شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ کرایہ کو مکان ملنے لگے۔ چار پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

اگر تم میں اُن میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی اُن کو معلوم ہو کہ خینظ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تمھارے یہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ؎

مَیں بھولا نہیں تجکو اے میری جاں کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکاں

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے قاسم جان کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے۔ مَیں جس مکان میں رہتا ہُوں۔ عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں چھلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے۔ کتابیں قلمدان سب توشہ خانہ میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا۔ کہیں چلمچی دھری ہوئی۔ خط کہاں بیٹھکر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرصت ہے۔ مالکِ مکان کو فکرِ مرمت ہے۔ آج ایک ان کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔ انور کی ناخوشی۔ راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرمی کی شرارت۔ یاس کا عالم۔ کثرتِ اندوہ و غم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا رنج۔ آوارگی کا ملال جو کچھ کہو وہ کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سُنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملے گا۔ مگر وہ اختیار ایسا ہوگا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا۔ آدمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رفعِ مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو۔ تندرستی حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں؎ تندرستی ہزار نعمت ہے ✤ ہائے بیٹِ مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے مجکو پسند آیا ہے؎

تنگدستی اگر نہ ہو سالک تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دُعا۔ آہا ہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں۔ حضرت

حاکمِ صدر مجکو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب کو دعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی بترکی جواب عربی بعربی جو انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں۔ نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا۔

ایضاً۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعہ۔ چاندنی چوک۔ ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا۔ ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی۔ ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہونگے دیکھئے کہاں اترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیردار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ جھجر۔ بہادر گڈھ۔ بلب گڈھ فرخ نگر۔ دوجانہ۔ پاٹودی۔ لوہارو۔ چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے۔ اس میں سے دوجانہ ولوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر ان دونوں کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود۔ اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان۔ بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم باسد۔ تینوں مردود و مطرود و محروم و مغموم۔

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ۔ جاں نثار خاں کے چھتے کی۔ خان چند کے کوچہ کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز میدان نکلنا سُن جاؤ۔ غالبِ افسردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا۔ حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسفِ ہند میر افضل علی کو دعا۔ غالب۔

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے - آیندہ کیا ہو گا سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر اُن کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیئے مگر خیر میں عزیز داری و یگانگی کی رو سے دُعا لکھتا ہوں - میرن صاحب کو دُعا اور بعد دُعا کے بہت سا پیار - میر نصیر الدین کو دُعا - زیادہ کیا لکھوں - *

ایضاً - میاں کیوں ناسپاسی و ناحق شناسی کرتے ہو - چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمھارا مُنہ چشم بیمار کے لائق کہاں - چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں - تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو - خیر ہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو - تم زحیر کی عادت رکھتے ہو - عوارض چشم سے تمکو کیا علاقہ - میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دُکھتی - میں نے خط تمھیں جان کر نہیں لکھا - تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں وہاں آونگا مجکو خط بھیجنے میں تامل ہوا - لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو - تنخواہ کی سُنو - تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس روپئے ہوئے - سود خرچ کے جو پانے تھے وہ کٹ گئے - ڈیڑھ سو متفرقات میں اُٹھ گئے مختار کار دو ہزار لایا - چونکہ میں اُس کا قرضدار ہوں روپیہ اُس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیئے - حساب کیا - سُود مُول سات کم پندرہ سو ہوئے - میں نے کہا میرے قرضۂ متفرق کا حساب کر - کچھ اوپر گیارہ سو روپئے نکلے - میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے - نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجکو دو - پانسو سات تم لو - یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا - خزانہ سے روپیہ آگیا ہے - میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں بات رہ گئی پت رہ گئی - حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے ہیں جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا - میرا دارو گیر سے بچنا کرامت اسد اللّٰہی ہے ان میوں کا ہاتھ آنا عطیۂ ید اللّٰہی ہے - حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانیکا مستحق نہیں

فرصت نہیں ورنہ مجھکو ضرور خط لکھتا رہتا۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دُعا۔ ٭

ایضاً جانِ غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجھکو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی اب اچھا ہوں۔ تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے۔ محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے اُن کو دیکھا نہیں اب کی بار درد میں مجھکو غفلت بہت رہی کہ تم جانے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تمہاری آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلّی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اُڑی اُس کو آپ نے از راہِ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہرحال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا۔ مَیں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اُس کا جواب نہیں لکھا۔ یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس اُلفت پر اطلاع پائیں۔ ٭

ایضاً۔ سید صاحب کل پہر دن رہے تمہارا خط پہنچا یقین ہے کہ اُسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سُن لو گے مَیں کیا لکھوں مَیں نے بھی جو کچھ سُنا ہے اُنہیں سے سُنا ہے اُن کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنّا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصوّر کے مطابق ہے مَیں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا۔ سو روپیہ کی ناحق زیرباری ہوئی چونکہ یہ زیرباری میرے بھروسے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی مَیں نے اس چھیاسٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور رُوسیاہیاں بہت اُٹھائی ہیں جہاں ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیرباری سے دل کُڑھتا ہے۔ وبا کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام۔ لوٹ ایسی سخت۔ کال ایسا پڑا۔ وبا کیوں نہ ہو۔ لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے ؎

ایضاً۔ جانِ غالب تمھارا خط پہنچا غزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے ہر اک سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے ÷ مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہوگیا۔ اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی میاں یہ اہلِ دہلی کی زبان ہے۔ ارے اب اہلِ دہلی ہندو ہیں یا اہلِ حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں خس کی ٹٹی پروا ہوا اَب کہاں لطف وہ تو اُسی مکان میں تھا۔ اَب میر خیراتی کی حویلی میں وہ چھت اور سمت بدلی ہوئی ہے بہرحال بیگزرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہوگیا۔ لال ڈگی کے کنوئیں یک قلم کھاری ہوگئے۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں سوار ہوکر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا۔ مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ ایک صحرا لَق و دَق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہُو کا مکان ہوجائے یاد کرو مرزا گوہر کے باغچہ کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اَب وہ باغچہ کے صحن کے برابر ہوگیا یہانتک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہوگیا فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اَٹ گیا۔

کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو اَب ہنی سڑک کیواسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک میدان ہوگیا۔ پنجابی کٹرہ۔ دھوبی واڑہ۔ رامجی گنج۔ سعادت خاں کا کٹرہ۔ جرنیل کی بی بی کی حویلی۔ رامجیداس گودام والے کے مکانات۔ صاحب رام کا باغ حویلی۔ اُنمیں سے کسی کا پتہ نہیں ملتا قصہ مختصر شہر صحرا ہوگیا تھا اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہوگیا تو یہ صحرا صحرای کربلا ہوجائیگا اللہ اللہ دلی والے ابتک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے حُسنِ اعتقاد ارے بندۂ خدا۔ اُردوے بازار نہ رہا اُردو کہاں دلی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہے کیمپ ہے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہر الور کا حال کچھ اور ہے مجھے انقلاب سے کیا کام۔ الگزنڈر ہیدرلی کا کوئی خط نہیں آیا ظاہرا اُنکی

یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے - چاہ آب ہے - ابر بے باران ہے - نخل بے ثمر ہے - خانہ بے چراغ ہے چراغ بے نور ہے - ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں - امر ضروری لکھ لیا - زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا - اور اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی ساڑھے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا قصّہ نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی - خیر ہم نے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو خفا نہ ہو - میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے - فارسی نثر میں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا انکو بھیجدوں نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علیخاں مر گئے - حامد علیخاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی - کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اُس نے غسل صحت کیا - باقر علیخاں کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے - حسین علیخاں کے گلے میں دو غدود ہو گئے ہیں - شہر چپ چاپ - نہ کہیں بھاوڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اُڑایا جاتا ہے - نہ آہنی سڑک آتی ہے نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے دلّی شہر خموشاں ہے - کاغذ بھر گیا ورنہ تمہارے دل کی خوشی کیواسطے ابھی اور لکھتا ۔

ایضاً سید صاحب تمہارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن زمانہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو روپے ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے - سبحان اللہ باوجود اس تہیدستی کے پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپیے گئے بلا سے آبرو بچی - اب میر سرفراز حسین کو چاہیئے کہ انور چلے جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے - میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجھکو لکھیں - پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں - حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا - عملہ میں ہر چند تفحص کیجیے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں بتاتا - بہرحال اتنا سنتا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام　　ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اس میں بڑی کسرِ شان تھی بعد رفعِ فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اُردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب کہ اسی ہفتہ میں غایت اسی مہینہ میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہنچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے اگر ڈول بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں اگر مقدور مساعدت کریگا تو میں بے شرکتِ غیرے اُسکو چھپواؤنگا۔ مگر یہ خیال محال ہے۔ میرے مقدور کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے وَاللہُ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیر۔ خدا کا بندہ ہوں۔ علی کا غلام۔ میرا خدا کریم۔ میرا خداوند بخشی علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی آنچ مدہم ہو گئی ہے۔ پان سات دن بڑا زور شور رہا۔ پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلّی میں آیا کل رات کو اُس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا۔ اِنَّا لِلہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ اور میں بھی ویا ہی۔ الگزنڈر ہدرلی مشہور بہ الک صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں اور مجھ میں متوسط تھا۔ اس جرم میں ماخوذ ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہمکو کیا۔

ایضاً۔ ہاں صاحب کیا چاہتے ہو۔ مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا۔ اب اور کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں۔ فقیر نہیں جو دُعا لکھوں۔ تمہارا دماغ جل گیا ہے لفافہ کو گرید کرو۔ مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤ گے کیا۔ یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں خیریت ہے وہاں کی خیر و عافیت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہوا مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دُعا کہنا۔ اور ہاں حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دُعا کہنا۔ لازمہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتے رہو۔ کیوں بیچ کھیوا لگوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہائے کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عرف بننے دیا۔ نہ اپنا ہم تخلص ہم پہنچایا۔ فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت طلب ہوئی اُس نے اچھی لکھی۔ کل ہفتہ کا دن ساتویں اگست کی مجکو اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے کئے گئے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے۔ تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ ۱۵ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آیندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام فخر الدین خاں کی دو ایک رُوبکاریاں ہوئی ہیں۔ صورت اچھی ہے۔ خدا چاہے تو رہائی ہو جاے صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ دفتر بند کیا۔ اور یہ لکھدیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک مَیں نے ۱۵ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھیجو۔ اب پھر تمکو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تا کہ مَیں اُس کے آگے کی عبارت تم کو لکھکر بھیجدوں۔ ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آ جائیں تو مجکو اطلاع کرنا۔

ایضاً۔ مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج رفتار کا بُرا ہو ہمنے اسکا کیا بگاڑا تھا مُلک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا۔ چند مفلس و بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے ؎

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک — اَور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد ہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے۔ کل سے مجکو یہ شعر بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ مَیں تمکو کیا لکھوں وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہیں آتی مجھ سے خط پر خط لکھ لیتے ہو۔ آنسوؤں سے پیاس نہیں بجھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کرسکتی۔ بہر حال کچھ بکتا ہوں تمکو لکھتا ہوں۔ پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم۔ دیر آید درست آید۔ بھئی مَیں تم سے بہت آزردہ ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں اظہار مسرت نہ مجکو تہنیت بلکہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہوں پس اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر۔ میاں کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں شراب پینے کو نہیں۔ جاڑے آتے ہیں لحاف توشک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا۔ منشی امید سنگھ اندور والے دلّی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنھوں نے وہ نسخہ دیکھا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اُس کو میں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ مسودہ بھیجا گیا۔ ۸؍ فی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی اُمید سنگھ نے لیں۔ پچیس روپیہ چھاپہ خانہ میں بطریق ہنڈوی بھجوا دئے مہتمم مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیے ہے۔ حکام نے بکمال خوشی اجازت دی پانسو جلد چھاپی جاتی ہے اُس میں پچاس جلد میں شاید پچیس جلد منشی اُمید سنگھ مجکو دیں گے۔ میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا۔ پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ اُن کو جاگیر اگست میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی اُمید سنگھ اندور جانے والے تھے اگر ختم کر کے مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔

ایضاً خوبیٔ دین و دُنیا روزی باد۔ میر اشرف علی صاحب نے تمھارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصور تمھارا ہی کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو۔ جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجکو دیکھو کہ میں کب سے دلّی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہمنام

روپیہ کے یک مشت پانے کی اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھکر ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیج دیں سو یہاں اُس کی تعمیل بطرز مناسب ہوگی۔ کم و بیش دو مہینہ میں سب روپیہ مل جائیگا اور ہاں صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو سَو روپیہ خزانہ سے منگوا لو۔ مَیں نے کہا صاحب یہ کیسی بات ہے کہ اَوروں کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو۔ فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ در اجرا کا حکم ملجائیگا۔ اَوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئیگی۔ مَیں چُپ ہو رہا۔ آج دوشنبہ یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سَو روپیہ منگا لوں۔ پر یار ولایت کے انعام تو خدا ہی سے ہے حکم تو اسی کے حکم کے ساتھ اُس کی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھکر ہم کو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور اُس میں کیا لکھا ہے چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی کہکر مجھ سے مانگی اور مَیں نے دی۔ اب دیکھوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے اسوقت تمھارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجکو باتیں کرنیکا مزا ملا تو دونوں کا جواب ابھی لکھ کر روانہ کیا۔ اب مَیں روٹی کھانے جاتا ہُوں۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب۔ میر نصیر الدین کو دُعا ۔

ایضاً۔ سید صاحب تم مجرم نہ مَیں گنہگار۔ تم مجبور مَیں لاچار۔ لو اب کہانی سُنو۔ میری سرگزشت میری زبانی سُنو۔ نواب مصطفےٰ خاں بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو اُن کی تقصیر معاف ہوئی۔ اور اُن کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں۔ مَیں بمجرد استماع اس خبر کے ڈاک میں بیٹھکر میرٹھ گیا اُن کو دیکھا۔ چار دن وہاں رہا۔ پھر ڈاک میں بیٹھکر اپنے گھر آیا تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا۔ منگل کو آیا۔ آج بدھ دوم فروری ہے مجکو آئے ہوئے

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُنکا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہوگئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں اسکے یہ معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہوگئے۔ یہ باتیں تمھاری ہمکو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سُنا ہوگا بہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں ؎ کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں ✽ دلّی والوں میں اک بچا ہی یہ ✽ میر تقی کا مقطع یوں ہے ؎ میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں ✽ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ ✽ میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ آرے میاں تم نے کچھ اَور بھی سُنا کل یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والا اُن کا دائم الحبس ہوگیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھے گا خدا کرے اُس نے جھوٹ سُنا ہو۔ لو بھئی اَب تم جاہو جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علیخاں بھی۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا حسین علیخاں یہ ہم روزہ خور ہیں۔ وہی حسین علیخاں جس کا روزمرّہ ہے کھلونے منگا دو۔ مَیں بھی بجار جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سُنا دینا برخوردار میر نصیر الدین کو دُعا پہنچے۔ ✽

ایضًا۔ میر مہدی جیتے رہو۔ آفریں صد آفرین۔ اُردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجکو رشک آنے لگا۔ سُنو دلّی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے۔ یہ طرزِ عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے محلہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر مَیں نے اُس کو بحِل کیا۔ اللہ برکت دے۔ میری پنشن اور واجبات کے انعام کا حال کما ھو حقہ مجھ کو ولد حسن الطاف خفیہ ایک طرزِ خاص پر تحریک ہوئی۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکمِ پنجاب کو لکھا کہ حاکمِ دہلی سے فلاں شخص کی پنشن کے چڑھے ہوئے

ایضاً میری جان خدا تم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے۔ بُڑھا ہونے آیا۔ داڑھی میں
بال سفید آ گئے۔ مگر بات سمجھنی نہ آئی۔ پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو۔
یہ تو جانتے ہو کہ دلّی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملا۔ یہ
فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا
روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آیندہ ماہ بماہ
ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا۔ تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُسکو
کچھ نسبت ہے یا نہیں۔ یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی اَنمِلی ہے ع چیل بسولا لے گئی
تو کاہے سے پھسکوں راب۔ علی بخش خاں پچاس روپے مہینا پاتے تھے بائیس
مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو چھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چڑھا رہا آیندہ ملنے
میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خاں سو روپیہ مہینے کا پنشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو
روپیے ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا۔ بائیس مہینے
کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اس کو اٹھارہ سو ملے۔ مُنّا جمعدار دس روپیہ مہینے کا
اُسکو بھی سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آیندہ
کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ مجھکو بھی مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط پر خط لکھے تو
آخر خط پر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ دلوا دیں
میں نے وہ سو روپیے نہ لئے۔ اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ
مہینا پانے والا ہوں۔ سال بھر کے ساڑھے سات سو روپیے ہوتے ہیں۔ سب
پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجھکو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں۔ مثل اَوروں کے
مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے۔ ابھی اس میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ

نواں دن ہے۔ انتظار میں تھا کہ تمھارا خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے۔ آج صبح کو تمھارا خط آیا دوپہر کو
مَیں جواب لکھتا ہُوں سنو روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے + کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے
میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لاہوری
دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر کے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر حوالات
میں بھیج دیتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جُرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید
رہتا ہے اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے
تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا۔ مَیں نے کہا بھائی تو
مجھے نقشے میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔ عبارت یہ کہ اسد اللہ خاں پنشن دار سنہ ۱۸۵۰ء سے
حکیم پٹیالے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں
کے زمانہ میں نکلا اور نکالا گیا۔ کرنیل براون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اُس کی اقامت کا مدار ہے
اَب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا۔ اَب حاکمِ وقت کو اختیار ہے۔ پرسوں یہ عبارت جمعدار نے
محلے کے نقشے کے ساتھ کوتوالی میں بھیجدی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکانات
کیوں بناتے ہیں جو مکان بن چکے ہیں اُنہیں ڈھا دو۔ اور آئندہ کو ممانعت کا حکم سُنا دو۔ اور یہ
بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدرِ
مقدور نذرانہ دے۔ اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے
گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کے بسنے کی
کون مہورت ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ
شہر میں آتے ہیں اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ۔ نورِ چشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دُعا
اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دُعا بھی۔ اِس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔ +

تا اُن کی بُرائی اَوروں میں سرایت نہ کرے ٹوکرے میں سے پھینک دیئے۔ میں نے کہا بھائی یہ کیا کام ہے مگر میں تمھاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا۔ تمھارے پاس روپیہ کہاں جو تم نے آم خریدے خانہ آباد و دولت زیادہ۔ لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے۔ قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام پتلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ سرور میں ہو تو مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ اُن کے علم کی کُنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں چالیس پچاس روپیہ کو لے گئے ہیں۔ میری دُعا کہدینا۔

ایضاً۔ کیوں یار کیا کہتے ہو۔ ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں۔ تمھارا خط پڑھ کر دو دو بار یہ شعر پڑھا ؎ وعدۂ وصل چوں شود نزدیک + آتشِ شوق تیز تر گردد + کلو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جایئے گا نہیں میں آتا ہوں۔ بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں اُن کو بلاتا۔ اُنھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں حاضر ہوتا ہوں۔ دو گھڑی کے بعد وہ آئے۔ اِدھر کی بات اُدھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا۔ اجی کیوں حضرت آپ میرن صاحب کو نہیں بُلاتے۔ صاحب میں تو اُن کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا اُن کو پتا لکھا ہے کہ وہاں ٹھہر کر مجکو اطلاع کرو میں شہر میں بلا لونگا۔ صاحب اب وہ ضرور آئیں گے۔ آخر کار اُن سے اجازت لے کر اب تمکو لکھتا ہوں کہ اُن سے مختصر یہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو۔ یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو باسی عید یہاں کرو۔ یہ میرا حال سُنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجکو آگیا ہے۔ اس طرف سے خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا روزہ کھا کھا کر کاٹا۔ آیندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

ڈھنڈھورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلّی کے حمقا جو بام پڑے ہوئے ہیں مُنہ کھول کر رہ گئے۔ اب جب وہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہو گی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دُعائیں پہنچیں۔ برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے سنایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے مَیں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اُسی کاغذ کو لفافے میں رکھ کر ٹکٹ لگا کر سرنامہ لکھ کر کلیان کے حوالے کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا۔ تم نے جلے پھپھولے پھوڑے۔ لو اب تاؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سُن لیا ہو گا مگر وہ جو کچھ تم نے سُنا ہو گا بے اصل باتیں ہیں۔ پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر۔ یہاں کے حاکم نے اگر ایک رُوبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اُس میں کیا ضرر۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ مَیں نے بکس بند کیا۔ باہر تختوں پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں۔ مَیں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ۔ اُس کے سر پر ایک ٹوکرا اُس پر گھاس ہری بچھی ہوئی۔ مَیں نے کہا اہا ہا سلطان العلما مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے فیضِ خاص نہیں عام ہے شراب نہیں آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے۔ ایک ایک آم کو ایک ایک سربمُہر گلاس سمجھا یا وہ انگور سے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ بنیشہ گلاس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرا ہے میاں کہتا تھا کہ ایسی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے۔

چھپ چکا ہے۔ کل اتوار تعطیل ہے پرسوں دوشنبہ ہے دیکھئے یہ کاغذ کیوں کر تقسیم ہوں یہ
کیفیت عموماً شہر کی ہے۔ خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسوں کوتوال کو
حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خاں پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں کوتوال نے
موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترے جائیں گے اور
میری بے مقدوری ظاہر کر آئیں گے۔ تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ مل جائے گا
اور آیندہ کو پنشن جاری ہو جائیگا۔ نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرونگا
کچھ مہینے یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پائے گا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں اُس طلب
کے جواب میں بھی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کے بھیج دو تو میں آؤں۔
دیکھو اب دس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور میری طرف
سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور میرن صاحب کو پیار کیا و کہنا۔ غالب

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زادہ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دُعاے درویشانہ قبول فرماویں آپکا مع الخیر
وطن پہنچنا اور بزرگوں کے قدمبوس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو ؎
یوسف از مصر بکنعان آمد۔ تفرقہ اوقات و سفر رامپور و شدت تموز مقتضی اس کی ہوئی کہ
ہنوز تمھارے مسودات دیکھے نہیں گئے تا نزول باران رحمت الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو
اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیئے گا اور اپنے والد ماجد
یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچائیے گا
اور عرض کیجیئے گا کہ آرزوے دیدار حد سے گزر گئی۔ یارب جبتک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ
میں اور انوار الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور اُن سے ہم کلام نہ ہو لوں میری روح کو

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا اور شیخ احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دعا۔ یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں۔ شکرم میں۔ کرانچی میں چوپہیے میں یعنی ڈاک میں آئیں۔ بلّی ماروں کے محلہ میں میرے مکان پر اُتریں۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی مظہر علی رہتے ہیں میرے اُن کے مسکن میں ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زنہار کوئی نہیں روکتا یہ اصلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں۔

ایضاً۔ میاں کیوں تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے۔ وہ وہاں اچھی طرح ہے حاکموں کے ہاں آنا جانا نوکری کی تلاش میں۔ حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں۔ وہاں کے حکام سے ملتے ہیں وہاں پنشن کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجکو آتے ہیں جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ ہندوستانی عملداری میں ایسا امن و امان ہوگا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری میں چین ہوگا۔ اُمرا اور شرفا کی حکام سے ملاقاتیں بقدر رتبہ و لحاظ توقیر۔ پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں۔ اور ایک نقل سُنو وہاں کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ میں ہنود بھرے ہوئے ہیں۔ اہلِ اسلام نہیں ہیں۔ ہنود کو اور علاقوں پر بھیج دیا اور اُن کی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلّی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے۔ لکھنؤ کے سوا اور شہروں میں عملداری کی وہ صورت ہے جو غدر سے پہلے تھی۔ اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ مَیں نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درونِ شہرِ دہلی بشرطِ ادخالِ جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہے۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

تو مجھے اطلاع دیجیے۔ ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر رُوئے سخن آپ کی طرف ہے آپ کا خط میرے نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوایا۔ جو آدمی خط لیکر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل آیو دوسری بار حضرت نہ ملے۔ میں نے اُس کے جواب سے قطع نظر کر کے اپنی خدمتگزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یاے تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اُس نے خط تمہارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا۔ اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۰ اگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں باقی اُن کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دُعا پہنچائیے گا۔ والسلام۔

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مرشد اس مطلع و حُسن مطلع کو کیا سمجھوں اور اُس کا شکر کیونکر بجا لاؤں۔ خدا کی بندہ نوازیاں ہیں کہ مجھ ننگِ آفرینش کو اپنے خاصانِ درگاہ سے بھلا کہلواتا ہے۔ ظاہراً میرے مقدر میں یہ سعادتِ عظمیٰ بھی تھی کہ میں اس قہرِ عام میں جیتا بچ رہا اللہ اللہ ایسے کُشتنی سُوختنی کو یوں بچایا۔ اور پھر اس رُتبہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائیں باغ تصور کرتا ہوں واسطے خدا کے اس اشعار نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعویٰ خدائی کرنے میں محابا نہ کرے گا۔ کتابِ افادت مآب و پنج آہنگ نسخۂ لطیف شریف تالیف اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ گرچہ چوہدری صاحب اور حضرت سید شاہ امیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم میں متردد ہوں کہ آیا میرا قیاس مطابق

قبض کا حکم ہو۔ لیکن ۱۲۷۷ھ میں دو مہینے باقی ہیں اب کے محرم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے۔ مشفقی مکرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام کہیے گا اور یہ پیام پہنچا دیجیے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمناے دیدار بعید مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے خواہشِ وصل مقدر ہے جو مذکور نہیں ÷ اُن کے اُس خط کا جواب جو پرسوں مجھکو پہنچا ہے موم جامہ میں لپیٹ کر بھیجوں گا ان شاء اللہ العزیز۔ ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر روے سخن آپ کی طرف ہے۔ جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہاں تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک میں قطب الدین سوداگر کی حویلی میں اُترے ہیں۔ مرفی صاحب کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں۔ لیکن ہنوز قائم مقام ہیں۔ وہ صاحب جن کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سپاٹو گیا ہے۔ ایک دن فقیر بھی اُن کے مکان پر چلا گیا تھا۔ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونوں اُن میں جمع ہیں آنکھیں اُنکے حسنِ صورت سے روشن ہو گئیں اور دل اُن کی سیرت سے خوش ہو گیا۔ واہ خاک پاک بلگرام میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا۔ ÷

ایضاً۔ مخدوم زادہ عالی شان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم امن و امان عز و شان و علم و عمر سے برخوردار رہیں۔ ہمارے حضرت ہمکو بھول گئے۔ ہاں سچ ہے اُن کا لطف چودھری عبدالغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا۔ جب جوہر نہ رہا تو عرض کہاں بہرحال جناب حضرت شاہ عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطریں اُن کی نظر سے گزر جائیں۔ چودھری عبدالغفور خاں صاحب کو سلام کہیے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا میرا گناہ ہے یا اُس کے سوا کوئی اور قصور ہے اگر یہی جرم ہے تو معاف کیجیے۔ اگر کوئی جرم بھی ہے

آج لکھ رکھو۔ اُٹھے کون بجس کھولے کون۔ لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی۔
ادب مقتضی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو۔ حضرت نسخۂ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں
مکمل ہو کر مسودات کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں۔ پرسوں
تک آجائیں گے بعد اُس کے انطباع کی فکر ہو گی۔ جب وہ عزیمت امضا پذیر ہو جائے گی۔
حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی۔ حضرت سید عالم کو نیاز۔ خورشید عالم کو سلام۔
چودھری صاحب کو نہ سلام نہ نیاز۔ صرف یہ پیام کہ ہم تمھارے خط کو مفرحِ رُوح سمجھتے تھے
باتوں کا مزا ملتا تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفۂ رُوحانی منقطع کیوں ہوا۔
صاحب یہ روش اچھی نہیں۔ گاہ گاہ رسل و رسائل کا طور بنا رہے۔

بنام مولوی عبدالغفور خاں بہادر نسّاخ

جنابِ مولوی صاحب قبلہ۔ یہ درویشِ گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرمتِ
حال کا شاکر اور آیندہ افزایشِ عنایت کا طالب ہے۔ دفترِ بے مثال کو عطیۂ کبریٰ اور موہبتِ
عظمےٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے
اس ہیچ میرز ہیچمداں کو قابلِ خطاب و لائقِ عطائے کتاب جانا۔ مَیں دروغگو نہیں۔ خوشامد
میری خو نہیں۔ دیوانِ فیض عنوان اسمِ بامسمےٰ ہے۔ دفترِ بے مثال اس کا نام بجا ہے۔ الفاظ
متین۔ معانی بلند۔ مضمون عمدہ۔ بندش پسند۔ ہم فقیر لوگ۔ اعلانِ کلمۃ الحق میں بیباک
و گستاخ ہیں۔ شیخ امام بخش طرزِ جدید کے موجد اور پُرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ ان
سے بڑھ کر بصیغۂ مبالغہ نسّاخ ہیں۔ تم دانائے رموزِ اُردو زبان ہو۔ سرمایۂ نازشِ قلمرو ہندوستان
ہو۔ خاکسار نے ابتدائے سنِ تمیز میں اُردو زبان میں سخن سرائی کی ہے پھر اوسط عمر میں بادشاہِ دہلی

واقع ہے یا نہیں۔ ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونوں میں تردد باقی نہیں معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک بھتیجا بھائی ہے۔ نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ مجموعہ نثر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اُردو سب نسخے اُس کے کتب خانہ میں تھے۔ وہ کتب خانہ ڈر کر عرض کرتا ہوں جتنیس ہزار روپیہ کی لیت کا ہوگا لُٹ گیا۔ ایک ورق نہیں رہا ہاں چھاپے کی پنج آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوب بہ دو عیب ہیں۔ ایک تو یہ جو بعد انطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اُس میں نہیں۔ دوسرے کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق ہے بے مبالغہ یہ ہے کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں۔ بہر حال اگر فرمایئے تو لے کر بھیج دوں۔ مخدوم زادہ ہائے والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر پہلے اُن کی خدمت میں اور پھر سید مقبول عالم کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں ✣

ایضاً بعد حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قبلہ رُوح و رَوان جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد۔ کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے۔ اضمحلال قویٰ کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ جو کچھ لکھتا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ آج دوپہر کو میر عبدالعزیز صاحب آئے ہیں بے کلاہ و پیراہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اُن کو دیکھ کر اُٹھا مصافحہ کیا اُنھوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤں گا عرض کیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لائیں خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لیجائیں وہ تشریف لیگئے میں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہے جی میں کہا آؤ بیکار کیوں رہو۔ خط کا جواب

ہندی فارسی نظم و نثر کے سودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن دونو گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب ہی نہ اسباب ہا پھر اب مَیں اپنا کلام کہاں سے لاؤں - ہاں تمکو اطلاع دیتا ہُوں کہ مئی کی گیارھویں ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا اپنا حال مَیں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبانِ قدیم میں ہے - کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اُس نثر کے ساتھ شامل ہے - یہ کتاب مطبع خلائق آگرہ میں منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ مہر و منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے - فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اُس کے سوا اور کہیں نہیں - اگر جناب منشی امیر علی خاں صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلائق سے منگالیں اور ملاحظہ فرمائیں - ۵

بنام قاضی عبدالجمیل صاحب

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں بلاغ سلام مسنون الاسلام کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہے - دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے - پہلے خط کے حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں - سیاہی اس طرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے - اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور مَیں عینک کا محتاج نہیں لیکن بااینہمہ اُس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور بہرحال میرا اندیشہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے

کا نوکر ہو کر چند روز اُسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے نظم و نثر فارسی کا عاشق و مائل ہوں۔ ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغِ اصفہانی کا گھائل ہوں جہاں تک ممکن ہو سکا فارسی زبان میں بہت کچھ بکا۔ اب نہ فارسی کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دُنیا میں توقع نہ عقبیٰ کی اُمید۔ مَیں ہوں اور اندوہِ ناکامئ جاوید جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں ؎

چشم کشودہ اند بکردارہائے من
زآیندہ نااُمیدم و از رفتہ شرمسار

اِک کم ستر برس دُنیا میں رہا اب کہاں تک رہوں گا۔ ایک اُردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا۔ تین رسالے نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اب اَور کیا کہوں گا۔ مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد نہ پائی۔ ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ ؎ لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ٭ دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد ٭ سچ تو یوں ہے کہ قوتِ ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبیعت میں وہ مزہ سر میں وہ شور نہ رہا۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اسی سبب سے فنِ کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ مُعرضِ گفتار میں موافق سوال جواب دیتا ہوں۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہاں پیش کیا آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیوں کر بخشا جاتا ہے۔ حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جواہدا کی آبادی اور مجکو ارسال نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہیں جب تک میں جیتا رہوں نامہ و پیام سے شاد۔ اور بعد میرے مرنے کے دُعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا۔ والسلام بالوف الاحترام

بنام مرزا یوسف علیخاں صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر انجان بنے جاتے ہو۔ واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا۔ ہاں بھائی ضیاء الدین خان صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب

آپ سے ملیں تو میرا سلام کہئے گا۔ اور میرا ملال اُن سے بیان کیجئے گا۔ صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں۔ ظاہرا مولوی صاحب اوّل روز آئے ہوں گے۔ جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں مولوی صاحب بیٹھتے حقہ پیتے۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں

ایضاً۔ پیرو مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس دَر کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۲ اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرطِ حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤں گا۔ نمایشگاہِ بریلی کی سیر کہاں۔ خود اس نمایشگاہ کی سیر میں جس کو دُنیا کہتے ہیں دل بھر گیا۔ اب عالمِ بیرنگی کا مشتاق ہوں لا اِلٰہ اِلّا اللہ لا موجود اِلّا اللہ لا مؤثر فی الوجود اِلّا اللہ

ایضاً۔ قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالے کر دی ہے۔ خدا کرے بحفاظت آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتوان۔ گویا نیم جاں رہ گیا ہوں۔ ایک کم ستّر برس دُنیا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی۔ جہاں اَب میں جانے والا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔

ایضاً۔ جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھے قوتِ ناطقہ پر تصرّف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اب رنجور نہیں۔ تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں۔ جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے رُوح متحرک ہوں ؎ یکے مُردہ شخص بمردی رواں ۔ اس مہینے میں رجب سنہ ۱۲۸۱ھ سے ستّرواں برس شروع اور اس مقام و آلام کا آغاز ہے۔

ایضاً جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔ تفقد نامہ مرقومہ ۱۴ ستمبر میں نے پایا۔ حضرت

آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجیے اُس میں بین الاوراق و بین المصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑیے۔ آپکے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے روشن ہیں مگر بین السطور مفقود۔ اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اُٹھاتا ہُوں اور اُس دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہُوں۔ مسودہ تو آپکے پاس ہوگا اُس سے مقابلہ کر کے معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی۔ مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرح کو کیا کیجیے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں۔ پڑھیے گا۔ مَیں کبھی اُس محفل میں جاتا ہُوں۔ اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے اب کے نہ ہو۔ اور اب کے ہو تو آیندہ نہ ہو۔ والسّلام مع الاکرام۔

ایضاً۔ قبلہ آپکو خط کے بھیجنے میں تردّد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی۔ ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے مجھکو جو دوست خط بھیجتا ہے۔ وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجھکو بلّی ماروں میں خط پہنچتا رہا۔ خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جو آپنے بھیجا وہ مجھکو پہنچا۔ بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوط کا جواب کیا تک لکھوں میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں۔ اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو آپنے ہنگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے اُس کا جواب بندگی ہے۔ اور کورنش اور آداب۔ دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا وسوسہ سو اُس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر جناب مولوی اعجاز خاں صاحب کا میرے ہاں آنا۔ اور میرا اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجھکو بڑا رنج ہوا۔ مگر

کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں۔ کتاب سے نفرت۔ شعر سے نفرت۔ جسم سے نفرت۔ روح سے نفرت۔ یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع ہے ؎ خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم۔ جو ایسے مخمصہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر ہوں تو معاف ہوں۔ مجھے کیوں شرمندہ کیا۔ میں اس ثنا و دعا کے قابل نہیں۔ مگر اچھوں کا شیوہ ہے۔ بروں کو اچھا کہنا۔ اس مہرگستری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں ٭

ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے۔ عنایت نامہ کے ورود نے شادماں کیا۔ مگر مبہم جو نگارش پذیر تھی اُنھوں نے حیران کیا۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں۔ آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا۔ اہدا کو دوام کیا ضرور ہے۔ خصوصاً جبکہ ذاتِ خود حاجت ہو۔ حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک و بے مزہ ہے۔ آم کہاں سے ہو۔ نہ پہاوٹ نہ برسات۔ دریا پایاب ہو گئے۔ کنوئیں سوکھ گئے۔ اثمار میں طراوت کہاں سے ہو۔ جناب اسکا خیال نہ فرماویں۔ اپنی کشت کو غلط کر دونگا۔ پر نکال آئندہ تک جیونگا آپکے ہی آم کھاؤنگا

ایضاً حضرت بہت دنوں میں آپنے مجھکو یاد کیا۔ سالِ گزشتہ ان دنوں میں میں رامپور تھا۔ مارچ ۱۸۶۶ع میں یہاں آگیا ہوں۔ اب یہیں ہوں۔ میں نے آپکا خط پایا ہے۔ آپ نے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا۔ حق تعالیٰ والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھے اُن کا عطیہ ماہ بماہ مجھکو پہنچتا ہے۔ کرم گستری اور اُستاد پروری کر رہے ہیں۔ میرے رنج سفر اُٹھانے کی اور رامپور جانے کی حاجت نہیں۔ خلیفہ حسین علی صاحب رامپور میں مجھے ملے ہونگے مگر واللہ مجھکو یاد نہیں۔ نسیان کا مرض لاحق ہے۔ حافظہ گویا نہ رہا۔ شامہ ضعیف۔ سامعہ باطل۔ باصرہ میں نقصان نہیں۔ البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے ؎ پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ٭ بہر حال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئے ہیں تو البتہ وہ آپکے پیام جو آپکی زبان سے محول تھے بدستور اُن کی بغل میں رہے۔ اور مجھ تک نہ پہنچے۔ یہ شہر

کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا۔ کوئی محکمہ تخفیف میں آئے کوئی گانو شلاک جائے
آپ کا عہدہ آپ کو مبارک آپ کا دولتخانہ سلامت۔ ہاں وہ جو آپ نے ابن الخال کا اس محکمہ
میں وکیل ہونے کا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپ کو اس کا اندیشہ
کیا ہے۔ حاکم سمجھ لیگا۔ وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے مگر صدر امین اور سشن جج حکام
کریں گے۔ میں تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ بدستور ہوں دیکھئے کب بلاتے ہیں اور جب تک
جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں والسلام بالوف الاحترام۔+

ایضاً جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔ مکرمی مولوی غلام غوث خاں صاحب
بہادر میر منشی کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں پھوڑا پھنسی کہیں نہیں۔ مگر ضعف
کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ۔ ضعف کیوں کر نہ ہو۔ برس دن صاحب فراش رہا ہوں
ستر برس کی عمر جتنا خون بدن میں تھا بے مبالغہ آدھا اس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا
سن کہاں جو اب پھر تولیدِ دمِ صالح ہو۔ بہر حال زندہ ہوں اور ناتوان اور آپ کی
پرسشہائے دوستانہ کا ممنونِ احسان۔ والسلام مع الاکرام۔+

ایضاً جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ۔
آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں۔ اصل صاحب فراش میں ہوں۔ بیس دن سے پانو پر ورم ہو گیا ہے۔ کفِ پا
و پشت پا سے نوبت گذر کر پنڈلی تک آماس ہے۔ جوتی میں پانو سماتا نہیں۔ بول و براز کے
واسطے اُٹھنا دشوار۔ یہ سب باتیں ایک طرف درد تحلیل روح ہے۔ ۱۲۷۷ھ میں میرا
مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا۔ مگر اس تین برس میں ہر روز مرگِ نو کا مزا چکھتا
رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں۔ پھر میں کیوں جیتا ہوں۔ روح
میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے جس طرح طائر قفس میں۔ کوئی شغل۔ کوئی اختلاط

ایضاً آداب بجالاتا ہوں آپکا نوازشنامہ پہنچا۔ غزلیں دیکھی گئیں۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و اسقام دیکھتا ہوں تو رفع کردیتا ہوں اور اگر سُقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرّف نہیں کرتا۔ بس قسم کھاکر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں۔ سُبحان اللہ سرآغاز فصل میں ایسے ثمراے پیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ میمنت اور شادمانی ہے۔ یہ ثمر رب النوع اثمار ہے اس کی تعریف کیا کروں۔ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور ادا کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو بااین ہمہ رُواں پروری اور کرم گستری دیاد آوری سلامت رکھے۔ جمعہ کے دوپہر کے وقت کہار پہنچا۔ اور اُسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکرے خالی دے کر روانہ کیا۔ یہاں سے اُس کو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے۔ +

بنام مردان علی خان رعنا

خانصاحب عالی شان مردان علیخان صاحب کو فقیر غالبکا سلام۔ نظم و نثر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مؤنث ہونیمیں اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا۔ ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتنی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر۔ اور جفا مؤنث ہے بے شبہ و شک۔ والسّلام مع الاکرام۔ +

ایضاً خانصاحب شفیق عالیشان کو میرا سلام۔ کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفافہ آج رامپور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار مَیں نے دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ در الخ شعر رعنا ؎

بہت غارت زدہ ہے۔ اشخاص باقی نہ امکنہ۔ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آ جائے گا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھجوا دیا جائے گا ؎ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ؛ ایک دوست کے پاس بقیۃ النہیب والغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دوں گا۔

ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی خدمتگزاری میں حاضر رہا ہے جو حکم آپکا ہوتا ہے اُس کو بجا لاتا ہوں۔ مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے۔ اُن میں میں کہ جس کا آپ نے قافیہ درد دل لکھا ہے میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لے کر میرا کلام گمان کیا ہے۔ ہر چند میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں ہے۔ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اُس کو بھی دیکھا۔ وہ غزل نہ نکلی سُنئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجئے ؎ اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں ؛ میں نے کہا لا حول ولا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت اسی طرح زمانۂ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا ؎

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے سُن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اُس کے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اسد اور شیر اور بُت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہیں ہے۔ بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا واللہ باللہ وہ شعر خدنگ رنگ کے قافیہ کا میرا نہیں۔ ؛

کو زوال ہے اور یہ حال ہے ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ ✤ وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اُردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے مَیں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور بھیجے تھے اُن میں سے جو صاحب الیٰ الآن موجود ہیں اُن سے بھی عند الضرورت اسی زبانِ مروّج میں مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ پارسی مکتوبوں اور رسالوں اور نسخوں اور کتابوں کے مجموع اجزا چھاپا ہو کر اطراف و اقصاے عجم میں پھیل گئے۔ حال کی شرح ان کو کون فراہم کرے جو شرح کر مجموع و یکجا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آیندہ ہوں اُنہیں کو جنابِ احدیت جلّت عظمتہٗ مقبولِ قلوبِ اہلِ سخن و مطبوعِ طبائعِ اربابِ فن فرمائے اور مَیں اَب اپنے تمہارے عمرِ ناپائدار کو پہنچ کر آفتابِ لبِ بام اور ہجومِ امراضِ جسمانی و آلامِ روحانی سے زندہ در گور ہوں کچھ یادِ خدا بھی چاہیے نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزدِ دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہوگا۔ اگر اُس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم رہے گا۔ پس اُمیدوار ہوں کہ آپ انہیں نذورِ محقّرہ یعنی تحریراتِ روزمرہ اُردوے سادہ و سرسری کو غنیمت جان کر قبول فرمائے رہیں گے درویشِ دل ریش و فرو ماندہ کشاکشِ معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دُعا مانگیں۔ اللہ بس ما سویٰ ہوس۔ ✤

ایضاً قبلہ و کعبہ فقیر یاد رکاب ہے۔ سہ شنبہ چہارشنبہ ان دونوں دنوں میں سے ایک دن عازم پانچہ ہو دیگا۔ تقریب ہاں کے جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے وہاں رہنا ہوگا اَب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپور بھیجیں مکان کا پتا لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور خط میں اُٹھاتا ہوں حسنِ اتفاق سے اصلاحِ خمسہ کے وقت دوستِ غمگسار یارِ وفا شعار علامہ روزگار ختم العلماء المتبحرین

گزرا ہے مرا نالۂ دل چرخِ کہن سے	تھا رُوح کا ہمدم نہ پھرا جا کے وطن سے

نالۂ دل بنا دیا۔ نواب صاحب اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں۔ فارسی غزل تم نے بیفائدہ لکھی دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتا لکھا۔ سو مَیں نے دوسرے دن تمھارے خط کا جواب روانہ کیا۔ منشی نول کشور صاحب یہاں آئے تھے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہیں۔ تمھارے وہ مدّاح اور مَیں اُن کا ثنا خواں ۔

بنام مولوی عبدالرزاق شاکر

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی عبدالرزاق شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالی شان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچایئے۔ مَیں تو آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیئے کہ مجکو باوجود شدتِ نسیان آپکا تشریف لانا یاد ہے۔ چھاپے کے اجزا اُٹھا کر مَیں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں ؎

ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست	خود را بخاکِ رہ گزر حیدر افگنم
منصور فرقۂ علی اللّٰہیاں منم	آوازۂ انا اسد اللّٰہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو ابھی وہ قصہ یاد ہو۔ اتحاد ابھی دلیل مودّت رُوحانی ہے۔ اخی مکرمی میر قاسم علیخاں کو سلام پہنچے۔ سالِ گذشتہ کی تعطیل کیطرح دلّی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلے جائیگا۔ حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہو اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں۔ یہ مرتبہ میری ارزش کی فوق ہے کہ مَیں آپکے کلام میں حک و تصرف کروں۔ بندہ نواز زبانِ فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری و ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارتِ غریزی کو

بنام مفتی سیّد محمّد عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نوازش نامہ آیا۔ مَیں نے اُس کو حرزِ بازو بنایا۔ آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عز و افتخار ہے۔ فقیر اُمیدوار ہے کہ یہ دفترِ بے معنی سراسر دیکھا جائے نہ پیشِ نظر دھرا رہے بلکہ اکثر دیکھا جائے۔ مَیں نے جو نسخہ بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے۔ ذہٹ دھرم ہُوں مجھے اپنی بات کی پَچ ہے دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہُوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد جُدا چاہتا ہُوں۔ طرزِ عبارت کی داد جُدا چاہتا ہُوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہُوں لیکن پچپن برس سے محوِ سخن گزاری ہُوں مبدأ فیاض کا مجھ پر احسانِ عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی و سرمدی لایا ہُوں۔ مطابق اہلِ پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہُوں۔ مناسبت خداداد۔ تربیت اُستاد۔ حُسن و قبح۔ ترکیب پہچانتے فارسی کے غوامض جاننے لگا۔ بعد اس تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطعِ برہان کا لکھنا کیا ہے۔ گویا باسی کڑھی میں اُبال آیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہامِ ملامت کا ہدف ہوا ہے کہ یہ تنک مایہ معارضِ اکابرِ سلف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہُوں کہ حضرت برہانِ قاطع و قاطعِ برہان کی ایک نمط ہے۔ بُرہانِ قاطع نے کیا لُٹھا۔ نینو۔ نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اُس کو قاطع لقب دیا ہے۔ بُرہان جب تک غیر کے کسی بُرہان کو قطع نہ کرے کیونکر بُرہان قاطع نام پائے گی۔ برہانِ قاطع کی صحت میں جتنی تقریریں کیجئے گا وہ قاطعِ بُرہان کی صحت ہونے کے کام آئے گی۔ قطعِ تاریخ کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اُس کا گہنا ہے جناب نواب صاحب کا نیازمند اور بندۂ فرمانبردار ہُوں۔ بعد عرض سلام کے شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہُوں۔ آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے

مولوی مفتی صدرالدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص آزردہ دام بقاؤہ وزاد علاؤہ مجھ سے ملنے کو غم خانہ پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا حضور کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان اور رطب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم اور بیان کے آپکے صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خرسند ہوئے نادیدہ دغائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بتمنائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہٰذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیگا

بنام مولوی عزیز الدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلّی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ قاسم جان کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔ ہاں اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خان کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب عالی شان انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔ ضیاء الدین خاں اور اُن کے بھائی مع قبائل و عشائر لوہارو ہیں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اُڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں۔ تمھارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہے۔ بھیمی کی کان میں کتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدرالدین خان لاہور میں ایز دبخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں میں نے آپ خبر کر دی حکیم احسان اللہ خان اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ امر نبی بخش خاں ساکن دریبہ انکی خبریں ہو گئیں۔ محض آپکے پاس بھیجتا ہوں خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ قاضی عبدالجمیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو۔ آپ اُن سے میرا سلام نیاز کہیئے۔ اور خط کے نہ پہنچنے کی اُن کو خبر پہنچایئے

تشویش ہے خدا کی قسم میں یہاں خوش اور تندرست ہوں۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے کہ پہر دن چڑھے تک میرے آدمی بھی روٹی کھا چکتے ہیں۔ شام کا کھانا بھی سویرے آتا ہے کئی طرح کے سالن پلاؤ تنجن بسندے دونوں وقت روٹیاں خمیری چپاتیاں۔ مربّے اچار میں بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلّو اچھا ہو گیا ہے۔ سقا مشعلچی۔ خاکروب سرکار سے متعین ہے حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے۔ آجتک دو ملاقاتیں ہوئی ہیں تعظیم تواضع اخلاق کسی باب میں کمی نہیں۔ ظہیر الدین خاں بہادر کو دعا پہنچے۔ یہ خط لے کر تم اپنی دادی صاحب کے پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ۔ اور اُن سے یہہ کہدو کہ وہ بات جو میں نے تم سے کہی تھی وہ غلط ہے۔ اُس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت۔

ایضاً۔ میاں تمھارا خط پہنچا۔ آج میں نے اُس کو اپنے خط میں ملفوف کر کے آگرہ کو روانہ کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی مجکو خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو اب بھی نہ لکھتے۔ انصاف کرو لکھوں تو کیا لکھوں کچھ لکھ سکتا ہوں۔ کچھ قابل لکھنے کے ہے تم نے جو مجکو لکھا تو کیا لکھا اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں بس اتنا ہی ہے کہ ابتک ہم تم جیتے ہیں زیادہ اس سے نہ تم لکھو گے نہ میں لکھوں گا۔ ظہیر الدین کو دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ تمکو اور ظہیر الدین کو اور اُسکی ماں کو اور اُسکی بہن کو اور اُسکی لڑکی کو تمھاری ماں دعا کہتی ہے اور دعائیں دیتی ہے یہ رقعہ حیدر حسن خاں کے نام کا ہے انکو حوالہ کر دینا اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً میاں تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سے وہ سپاہی جو اُن کے اوپر متعین تھا اُٹھ گیا اور اُن کو حکم ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو۔ مگر شہر میں رہو باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر ہفتہ میں ایکبار کچہری میں حاضر ہوا کرو۔ چنانچہ وہ پیچھے باغ کے پچھواڑے مرزا جاگن کے مکان میں آ رہے ہے۔ صفدر میرے پاس آیا تھا۔ یہ اُسکی زبانی ہے۔ جی اُنکے دیکھنے کو چاہتا ہے مگر از راہ

لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دُکان بے رونق ہے۔

بنام عضدالدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاؤہ۔ تمہارا رقعہ پہنچا۔ جو دم ہے غنیمت ہے اس وقت تک مع عیال و اطفال جیتا ہوں۔ بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں۔ قلم ہاتھ میں لیئے پر جی بہت لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے تو کہہ لیں گے ورنہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ نحاسی کا حال معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اُس کی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے۔ مَیں یُوں سمجھتا ہُوں کہ یہ چھوکری قسمت والی اور حُرمت والی تھی۔ تمہاری اُستانی تمکو اور ظہیرالدین کو اور اُس کی ماں کو اور اُس کی بہن کو دُعا کہتی ہیں اور مَیں پیار کرتا ہُوں اور دُعا دیتا ہُوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۹ر جنوری ۱۸۶۰ع

ایضاً۔ یہاں حقیقتِ حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ابتک جیتا ہُوں۔ بھاگ نہیں گیا نکالا نہیں گیا۔ لُٹا نہیں۔ کسی محکمہ میں اب تک بُلایا نہیں گیا۔ معرضِ بازپُرس میں نہیں آیا آیندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیر زماں خاں نے مجھے آگرہ سے خط لکھا اُس میں ایک رقعہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیرالدین کے۔ اب مجکو ضرور آپڑا کہ اُس کو تمہارے پاس بھیجوں۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا۔ ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہُوں اگر پہنچ جائے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیجدینا۔ مَیں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا۔

غالب۔ مرسلہ دوشنبہ۔ چارم جمادی الاول ۱۲۷۷ھ۔ جواب طلب۔

ایضاً صبح شنبہ ۱۲ر ماہ اکتوبر ۱۸۶۶ع۔ اقبال نشان عضدالدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علی شاہ کی دُعا پہنچے۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے

کرو۔ بھائی انصاف کرو اُس نے اگر حکیم احسن اللہ خاں سے رجوع کی اور وہ تمھارے بھائی بھی ہیں اور تم کو اُن سے استفادہ بھی ہے اگر گھبرا کر حکیم محمود خاں کے پاس گیا تو اُن کے باپ سے تم کو نسبت تلمذ کی ہے ابتدا میں اُن سے پڑھے ہو۔ پس یہ غریب سوائے تمھارے اگر گیا تو تمھارے ہی علاقہ میں گیا وہ بھی گھبرا کر۔ اور خفقان سے تنگ آکر۔ اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اُس پر بہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بدل اُس کا معالجہ کرو۔ التفات کا طالب۔ غالب ؎

ایضاً۔ میاں پہلے ظہیرالدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو۔ کہیں اور جائیں گے یا یہاں آئیں گے اگر یہاں آئیں گے تو کب تک آئیں گے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو اور لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام الدین اور میرے خط کا جواب نہ لکھیں۔ خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہے۔ نجات کا خدا سے اور تم سے اس رقعہ کے جواب کا طالب۔ غالب ؎

ایضاً بھائی میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیا ہوں۔ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے۔ پھوڑا بدستور ہے رستا ہے۔ خیر محلِ اندیشہ نہیں ہے رِس رِس کر مادہ نکل جائیگا۔ اس سے اور زیادہ خستہ و غم زدہ ہوں قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے۔ بہر حال ــ مرگیست بنام زندگانی۔ حضرت خضر کی جگہ ہے۔ ایک مکان دلکشا۔ کوچہ کی سیر۔ بازار کا تماشہ۔ دو کمرے دو کوٹھریاں۔ آتشدان۔ صحن وسیع اس کو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے۔ اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خوروں کا مجمع گوہ کے ڈھیر۔ کہیں حلال خوروں کا بچہ ہگ رہا ہے۔ کہیں بیل بندھا ہوا ہے۔ کہیں کوڑا پڑا ہوا ہے۔ عیاذاً باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان میں۔ تم نے وہ مسودہ کیوں نہیں بھیجا۔ میں خدمتگزاری کو آمادہ ہوں۔ نجات کا طالب۔ غالب ؎

احتیاط جا نہیں سکتا۔ مرزا بہادر بیگ نے بھی رہائی پائی۔ اس وقت سنا ہے کہ وہ خاں صاحب کے پاس آئے ہیں یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائیں گے یہاں نہ رہیں گے۔ قدم شریف میں وہ رہتے ہیں آج پانچواں دن ہے کہ حکیم محمود خاں مع قبائل و عشائر پٹیالہ کو گئے ہیں بمقتضائے وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑ کر یہاں آرہا ہوں اس طرح کہ محلسرا میں زنانہ اور دیوان خانہ میں مردانہ۔ پنشن کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے دیکھیے بعد کیفیت کے جانے کے پنشن ملتا ہے یا جواب ہو۔ پنجشنبہ ۱۹ شعبان ۱۲۷۵ھ مطابق یکم مئی ۱۸۵۹ع

ایضاً۔ بھائی ہوش میں آؤ میں نے تمکو خط کب بھیجا اور رقعہ میں کب لکھا کہ شیرزماں کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں میں نے ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیرزماں خاں نے میرے خط میں بندگی لکھی تھی اور وہ بندگی اس رقعہ میں لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہوں۔ بس بات اتنی ہی تھی۔ وہ ہی بندگی لکھی ہوئی گویا لپٹی ہوئی تھی سو حضرت کو پہنچ گئی۔ خاطر عاطر جمع رہے۔ غالب ؎

ایضاً۔ میاں چاول بُرے۔ بڑھتے نہیں۔ لمبے نہیں۔ پتلے نہیں۔ اب زیادہ قصہ کرو پُرانے اور پتلے چاول آئیں۔ ایک روپیہ کے خرید کرکے بھیجدو۔ یاد رہے نئے چاول قابض ہوتے ہیں اور پرانے چاول قابض نہیں ہوتے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ شام کو میر مجدالدین صاحب کہتے تھے کہ حکیم غلام نجف خاں کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی دس بارہ جزو کی ایک کتاب شرکی مجکو لکھوانی ہے یہ معلوم کرلو کہ وہ صاحب روپیہ کے کئے جزو لکھیں گے اور روز کس قدر لکھ سکتے ہیں یہ تو اب لکھو اور پھر دو پہر کے بعد اُن کو میرے پاس بھیجدو تاکہ میں اُن کو کاغذ اور منقول عنہ حوالہ کردوں۔ ظہیرالدین کو دعا کہو اور اُس کا حال لکھو۔ غالب ؎

ایضاً حکیم غلام نجف خاں سُنو اگر تم نے مجھے بنایا ہے یعنی اُستاد اور باپ کہتے ہو۔ یہ امر از روے تمسخر ہے تو خیر اور اگر از روے اعتقاد ہے تو میری عرض مانو۔ اور ہیرا سنگہ کی تقصیر معاف

کیا پیش آیا ہے اگر تم معلوم کرسکو یا کچھ تمکو معلوم ہوگیا ہو تو مجکو خبر دو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ کیوں ظہیرالدین کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجکو الگ لکھتا یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا حکیم غلام نجف خاں خط لکھنے بیٹھے تیری بندگی لکھ دی۔ تیرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں اس بندگی کے آگے آنے کی مجھے کیا خوشی۔ غالب صبح یکشنبہ۔ ۱۱ر جنوری سنہ ۱۸۶۳ع۔

ایضاً بھائی میرا ذکر سنو۔ ہر شخص کو غم موافق اُس کی طبیعت کے ہوتا ہے۔ ایک تنہائی سے نفور ہے ایک کو تنہائی منظور ہے۔ تاہل میری موت ہے۔ میں کبھی اس گرفتاری سے خوش نہیں رہا پٹیالے جانے میں ایک سبکی اور ذلت بھی اگرچہ مجکو دولت تنہائی میسر آجاتی لیکن اس تنہائی چند روزہ اور تجرید مستعار کی کیا خوشی۔ خدا نے لاولد رکھا تھا شکر بجا لاتا تھا خدا نے میرا شکر مقبول و منظور نہ کیا یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے یعنی جس لوہے کا طوق اُسی لوہے کی دو ہتکڑیاں بھی پڑ گئیں خیر اس کا کیا رونا ہے یہ قید جاودانی ہے۔ جناب حکیم صاحب ایک روز از راہ عنایت یہاں آئے کیا کہوں کہ اُن کے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے خدا اُن کو زندہ رکھے میاں میں کثیر الاحباب شخص ہوں۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوست اس باسٹھ برس میں مر گئے۔ خصوصاً اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا۔ اس راہ سے مجکو جو دوست اب باقی ہیں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اب ان احبابوں میں سے کوئی میرے سامنے نہ مرے کیا معنی کہ جب میں مروں کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو دنیا میں ہو۔ مصطفےٰ خاں کا حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مرافعہ میں چھوٹ جائے ورنہ حبس ہفت سالہ کی تاب اس ناز پروردہ میں کہاں۔ احمد حسین مے کش کا حال کچھ تم کو معلوم ہے یا نہیں مخنوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھا ہی نہیں۔ پنشن کی درخواست دے رکھی ہے بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ میری صفائی

ایضاً صاحب تم سچ کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خاں کی غمخواری اور مددگاری کا کیا کہنا ہے مگر اور سے مجھکو لینا نہیں یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھے کچھ نہ آئے گا۔ بفرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ سو وہ بھی مجھے بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے۔ اُن کا قرض ادا ہو جائے گا۔ احیاناً اگر خلاف میرے عقیدے کے پانسو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میاں فضل کو دیکر مجھکو لکھنا۔ باقی کے واسطے میں جس طرح لکھوں اُس طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ چلی بنا خیالی پلاؤ پکا لیا۔ اب روداد سنو۔ نواب صاحب کا اخلاص و التفات روز افزوں ہے۔ آج منگل کا دن۔ ۱۲ جمادی الثانی کی اور ۲۴ اکتوبر کی ہے۔ کھانے کی اور گھوڑوں اور بیلوں کی گھانس والنے کی نقدی ہوگئی لیکن اس میں میرا فائدہ ہے نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا ہفتہ دو ہفتہ کے مدت اُس کی ہے۔ بعد جشن کے رخصت ہوں گا۔ خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تم کو آ دیکھتا ہوں۔ ظہیر الدین خاں کو دُعا۔

ایضاً۔ صاحب کل آخر روز تمہارا خط آیا میں نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر بھائی ضیاء الدین خاں صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ یقین ہے کہ اُنہوں نے پڑھ لیا ہوگا ما کتب فیہ معلوم کیا ہوگا۔ تمہارے یہاں نہ ہونے سے ہمارا جی گھبراتا ہے۔ کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہے۔ کہو اب خیر سے کب آؤ گے برس کے مہینے کے دن راہ دکھاؤ گے۔ یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے

ع زمین سخت ہے آسمان دور ہے۔ جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ تونگر غرور سے مفلس سردی سے اکڑ رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھینچنے کی قید شدید نے مارا۔ اِدھر انسداد دروازۂ آبکاری ہے۔ اُدھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے۔ اِنّا للّٰہ وَ اِنّا اِلیہِ رَاجِعُونَ۔ مولوی فضل رسول صاحب حیدر آباد گئے ہیں۔ مولوی غلام امام شہید گئے سے وہاں ہیں۔ محی الدولہ محمد یار خاں مُورتی نے ان صورتوں کو وہاں بلایا ہے پر یہ نہیں معلوم کہ وہاں انکو

ایضاً۔ بھائی تمہارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو شیر زماں خاں نے دیا ہوگا۔ پھر ظہیرالدین خاں نے تم سے کہا ہوگا۔ کہو کوئی طرح شہر میں تمہارے آنے کی بھی ٹھہری یا نہیں۔ بعد تیس کوس اور آدھ کوس کا برابر ہے۔ میری جان تم ہنوز دو جانے میں ہو مجکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا باجازتِ سرکار کے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر میں کیا کروں کیوں کر وہاں آؤں شہر میں تم ہوتے تو جرأت کر کے تمہارے پاس چلا آتا۔ شیر زماں خاں صاحب ایک بار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤں گا مگر نہیں آئے۔ خدا جانے اُنکے والد کی رہائی ہوئی یا نہیں۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہنا اور اُنکو میرے پاس بھیجدینا۔ اور تم کو اُنکے والد کا جو حال اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجکو لکھ بھیجو۔ ظہیرالدین کو دُعا۔ از غالب۔

ایضاً بھائی ہاں غلام فخرالدین خاں کی رہائی زندگی دوبارہ ہے خدا تم کو مبارک کرے سُنا ہے کہ لوہارو بھی اُن دونوں صاحبوں کو مل گیا۔ یہ بھی ایک تہنیت ہے۔ خدا سب کا بھلا کرے۔ مجکو ڈپٹی کمشنر نے بلا بھیجا تھا صرف اتنا ہی پوچھا کہ غدر میں تم کہاں تھے جو مناسب ہوا وہ کہا گیا وہ ایک خط آمد ولایت میں نے پڑھا ہے تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ انداز ادا سے پنشن کا بحال برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے۔ مگر پندرہ مہینے پچھلے ملتے نظر نہیں آتے۔ میاں یہ الور میں کیا فساد برپا ہوا ہے۔ خدا خیر کرے۔ واسطے خدا کے جو تم کو معلوم ہوا ہو اور جو معلوم ہو جائے اُس سے مجکو بھی اطلاع دینا۔ غالب۔

ایضاً برخوردار سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان کو میری دُعا پہنچے۔ تمہاری تحریر پہنچی تم جداگانہ خط کیوں لکھا کرو۔ خط لکھا اور بیرنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہا اپنے آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھیجدیا۔ مکان کا پتا ضرور نہیں۔ ڈاک گھر میرے گھر کے پاس ڈاک منشی میرا آشنا اب تم ایک کام کرو آج یا کل ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہیں وہ لو مانسنگی مضبوط کاغذ کا لفافہ کرو

اور بے گناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ موافق قول عوام چوبے ولدرنہ ہوگا۔ تجکو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا فارغ البال اور خوش حال رہتا یہ بھی خبط ہے جو میں کہہ رہا ہوں خدا جانے پنشن جاری ہوگا یا نہ ہوگا۔ احتمال تعیش و تنعم بشرط تجرید صورت اجرائے پنشن میں سمجھا ہوں اور وہ موہوم ہے۔ بیدل کا شعر مجکو مزا دیتا ہے ؎ نہ شامِ ما را سحر نویدی نہ صبح ما را دمِ سپیدی ٭ چو حاصلِ ماست ناامیدی غبار دُنیا بفرقِ عقبےٰ ٭ اسوقت جی تم سے باتیں کرنے کو چاہا جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب

بنام حکیم غلام نجف خاں

جانِ جاناں از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالےٰ قبلہ یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے دس آدمی کے کہ وہ اس میں عزیز بھی تھے یہ سب وہاں سے نکالے گئے مگر صورت نہیں معلوم کہ کیوں کر نکلے۔ پیادہ یا سوار تہی دست یا مالدار۔ مستورات کو تو رتھیں دے دی تھیں۔ ذکور کا حال کیا ہوا۔ اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں ہیں اور کہاں رہیں گے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے مورد تفقد و ترحم ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جبرِ کسر کی توقع ہے یا نہیں۔ تفضل حسین خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا مغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین خاں مرحوم کا خویش ہے اس کی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں او غالب ہے یہ امر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بانفراد لکھیے۔ خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرطِ اطلاع ضروری فرمائی اور ہاں صاحب آپ جانتے ہوں گے۔ علی محمد خاں کو وہ جو میر منشی عزیز اللہ خاں کا خویش ہے اگر کچھ اُس کا بھی ذکر سنا ہو تو میں اُس کا خیر طلب ہوں۔ غالب۔ جواب طلب۔ ٭

آگرہ مرادآباد کیا جاتے ہیں۔ مرادآباد یہاں سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحب دو چار دن میں پھر آئیں گے اگر اُن کی ملاقات کو مرادآباد جائیں گے۔ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو واقع ہوگا تمہیں لکھوں گا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو۔ تم کو جو خط لکھتا ہوں گویا تمہاری اُستانی کو لکھتا ہوں کیا تم سے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ؟ اب اُن کو خیال ہوگا کہ انگریزی خط میں کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لئے جاؤ اور حرف بہ حرف پڑھ سناؤ لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں۔ کبھی میرا دل بہلاتے ہیں۔ کبھی مجھکو ستاتے ہیں۔ بکریاں۔ کبوتر بٹیریں۔ تُکل۔ کنکوا۔ سب سامان درست ہے۔ فروری مہینے کے دو دو روپے لیکر دس دن میں اُٹھا ڈالے۔ پھر پرسوں چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جان کچھ ہم کو قرض حسنہ دو ایک روپیہ دونوں کو قرض حسنہ دیا گیا آج ۱۴ ہے مہینا دُور ہے دیکھئے کئے بار قرض لیں گے یہاں کا رنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائے گا وہ مفصل تم کو لکھوں گا اور تم اپنے والا کو سنا دینا۔ اور ہاں بھائی یہ بھی گھر میں پوچھ لینا کہ کدارناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ بانٹ دی یا نہیں تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیجدی ہو غالب شنبہ ۱۴ فروری ۱۸۶۱ء

ایضاً صاحب تمہارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیرالدین خاں کا آگرہ جانا میرا خط اُس کا موسومہ تمہارے پاس پہنچا اور اُس کا آگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیرالدین کی دادی کا بعارضۂ سرفہ وسعال رنجور ہونا کدارناتھ کا مجھ سے خفا ہونا مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا فضل حسن سے میرے واسطے دریوزہ تفقد کرنا یہ مدارج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیرالدین کا خط تم نے کیوں کھولا وہ مغلوب الغضب ہے تم پر خفا ہوگا اُس کی دادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایک نسخہ اُس کے پاس مولا ئی حکیم کا ہے وہ پکوا دو اور ذرا خبر لیتے رہو۔ کدارناتھ لڑکا ہے وہ مجھ سے کیا خفا ہوگا

اور بیرنگ لکھ کر کلیان کے ہاتھ ڈاک گھر میں بھجوا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں ہو وہ
مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خاں کو دُعا کہنا۔ اب میرا حال سنو
تعظیم و توقیر بہت ملاقاتیں تین ہوئی ہیں ایک مکان کہ وہ تین مکانوں پر مشتمل ہے رہنے کو ملا ہے
یہاں پتھر تو دوا کو بھی میسّر نہیں خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچی دیواریں اور کھپریل
سارے شہر کی آبادی اسی طرح پر ہے مجکو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ
گفتگو درمیان نہیں آئی میں خود اُن سے ابتدا نہ کروں گا وہ بھی مجھ سے بالمشافہ
نہ کہیں گے مگر بواسطہ کارپردازانِ سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرّر کرتے ہیں میں
سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی لیکن آج تک کہ جمعہ آٹھواں دن
میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا دونوں وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ سب کو
کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شکر کس مُنہ سے ادا کروں۔
ایک دریا ہے کوسی سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت ہے
صاف سبک گوارا سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمہ سے محفوظ ہوں
صبح کو بھوک خوب لگتی ہے۔ لڑکے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہاں ایک عنایت
دو دن سے کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ والدُّعا۔ جمعہ۔ ۳ر فروری سنہ ۱۸۶۰ء - ۴
الیضاً میاں تم نے بُرا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج سہ شنبہ ۱۴ر فروری صبح کے
وقت یہ لفافہ پہنچا۔ اور اسی وقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہیں خط نواب
گورنر جنرل بہادر کے چیف سکرٹر کا ہے ترجمہ اُس کا یہ ہے۔ از دفتر خانہ سکرٹر اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے
عرضی دینے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد
فرمائیں گے۔ از کیمپ لودیانہ۔ ۲۸ر جنوری سنہ ۶۰ء یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر

خط نہ پہنچا ہو۔ ایسے وقت تمہارا خط آیا۔ میں نے لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھیں۔ اب عنایت اللہ کو تمہارے گھر بھیجتا ہوں اور پچھوا منگواتا ہوں کہ پتا وہاں سے کیا لکھا جاتا ہے۔ لو صاحب عنایت اللہ آیا اور یہ پُرزہ لایا ہے پتہ سرنامہ پر لکھتا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیجدوں گا۔ حکیم ظہیر الدین خاں کو دعا بیٹا اسوقت مجھ میں دم نہیں دعا پر قناعت کر۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں بھیج چکا ہوں۔ جھوٹے پر لعنت تو بھی کہہ بیش باد۔ نواب مصطفٰے خاں کل شہر میں آگئے مع قبائل آئے ہیں۔ ذی قعدہ میں چھوٹے لڑکوں کے ختنہ اور ذی الحجہ میں محمد علی خاں کی شادی کریں گے۔ آج پانچواں دن ہے شہر میں مرغ کے انڈے برابر اولے پڑے کہیں کہیں اس سے بڑے بھی۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جدید آئے۔ دربار کیا۔ میری تعظیم اور مجھ پر عنایت میری تمنا سے زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصل سن لو گے۔ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً میاں آج صبح کو تم آئے تھے۔ میں اس کمبخت کے قصے میں الجھا کہ تم سے کہنا بھول گیا۔ اب میر عنایت حسین صاحب تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ جس امر میں یہ تم سے کوشش چاہیں تم کو میری جان کی قسم بدل متوجہ ہو کر اس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر در صورت سعی خدا کے ہاں سے تم کو بڑا اجر ملے گا۔ اور میں تمہارا ممنون ہونگا۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً میاں میں تم سے رخصت ہو کر اس دن مرادنگر میں رہا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرٹھ پہنچا نواب مصطفٰے خاں نے ایک دن رکھ لیا آج شنبہ ۱۰ جنوری یہاں مقام ہے۔ نو بج گئے ہیں۔ بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مفت کا کھانا ہے خوب پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ کل شاہجہان پور۔ پرسوں گڈھ مکتیشر رہوں گا۔ مراد آباد سے پھر تم کو خط لکھونگا۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے ہوئے انکی دادی کو بھجوا دیے ہیں تم اس اپنے نام کے خط کو لیکر ڈیوڑھی پر جانا اور استانی جی کو پڑھکر سنا دینا اور خیر و عافیت کہدینا۔ جناب خانصاحب کو میرا سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد کو دعا کہدینا۔ ہاں

روپیہ جو خزانہ میں جمع ہوگا آخر وہی لائیگا۔ خائف ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میر تماشہ دیا اور چھاپہ کا نہ بانٹا۔ مکان کے روکنے کو اور کس طرح لکھوں۔ شہاب الدین خاں کو لکھا۔ شمشاد علی بیگ کو لکھا۔ اب تم کو لکھتا ہوں۔ ستمبر کے جو دے آیا ہوں۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر بھیجا کروں گا۔ بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سہ ماہیہ یہاں سے بطریق ہنڈوی بھیج دوں گا۔ اسمٰعیل خاں صاحب کو میری دعا کہو اور یہ کہ ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوا دیں اور حویلی کے پاے خانہ کی صورت درست کرا دیں۔ ہائے قسمت اس قسمت پر لعنت کہ میاں فضل حسن میرے مُربّی و محسن نہیں اور پھر والے محرومی کہ مطلب آری نہ ہو۔ خدا کرے نہ ہو۔ لونڈوں کا احسان زہرِ قاتل ہے۔ فضل اللہ خاں میرا بھائی ہے اُس کا احسان مجھکو گوارا۔ سو بار اُس سے کہا اور ہزار بار کہوں گا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب آپ اُس سے زنہار نہ کہیئے گا اور نہ لکھیئے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو۔ والّا لا۔ نواب صاحب دورے سے آج شام کو یا کل آجائیں گے جشن جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۲ نومبر ۱۸۶۶ء۔ صبح کا وقت۔

ایضاً شنبہ ۴ ذیقعد۔ یکم اپریل۔ میاں تمھارا گلہ میرے سر و چشم پر۔ لیکن میرا حال سُن لو اور اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر دلپذیر کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اُس کا جواب لکھ رکھا۔ دوسرے دن ڈاک میں بھجوایا۔ مضمون بتغیر الفاظ یہ تم جو پھوڑے پھنسی میں مبتلا رہتے ہو اس کا سبب یہ کہ مجھ میں تمھارا لہو ملتا ہے اور میں احتراق خون کا پُتلا ہوں۔ پھر تمھارا خط آیا۔ تیسرے دن اس کا جواب بھجوا دیا۔ مضمون یہ کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے مل گیا اور وہاں پہنچتے ہی مجھکو خط لکھا۔ رسید ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط دونوں پیڈ تھے۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط رہ گئے ہوں۔ شیخو پور کی ڈاک کے ہرکاروں نے نہ پہنچایا میرا کیا قصور۔ البتہ سرنامہ پر صرف بستی کا نام اور تمھارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا۔ شاید اس سبب سے

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ دو جہاں کے حضور میں کورنش و تسلیم پہنچاتا ہوں اور ہزار زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیا توپ ہے جس کی آواز سے رعد کا دم بند۔ اور رنجک کے رشک سے بجلی کو پیچ۔ گولا اُس کا خدا کا قہر۔ دھواں اُس کا دریائے عشق کی لہر۔ استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جھوٹ سے دفتر بھرتا ہوں کیسی رنجک کیسا دھواں۔ کیسا گراب وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اُس کی آواز سے رستم کا زہرہ آب ہو جائے اب بارود ہو تو رنجک اڑے آگ دہکائیں تو دھواں ہو۔ گولہ پتھر اگر اُس میں بھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف اُس کی آواز پر مدار ہے۔ نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ایک آواز اور اُس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے۔ دشمن سُنے تو ہیبت سے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صدائے صُور سے دونا ہے مگر یہی کہتے بن آتا ہے کہ صُور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے دیکھو تو کیسی مدت ہے توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ رُوبرو آئے وہ ڈھ جائے۔ دانا آدمی اسے زنجیری گولا کہتا ہے کہ توپ میں سے نکل کر پھر وہیں اُلجھ رہتا ہے اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی اور تمہارے ہاتھ کہاں سے آئی جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر میں جابجا اسی کا بیان ہوتا ہے حق تعالیٰ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عزّ و کرامت رکھے۔

بنام نواب میر ابراہیم علیخاں صاحب بہادر المتخلص بہ وفا

ولی نعمت کو غالب کی بندگی۔ بسبب ضعف پیری کے خدمتگزاری میں درنگ واقع ہو جائے تو معاف رہوں۔ قاصر کبھی نہ رہونگا ان شاء اللہ العظیم۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے۔ دوسری غزل ہفتہ آئندہ میں پہنچ جائے گی۔ ضعف اعضا اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہوئے

بھائی میں ازروے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہوں آپ جو شخص تم سے پوچھا کرے اُس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہدینا کہ رام پور کو گیا ہے یعنی سب کو معلوم ہو جائے اور کوئی تذبذب میں نہ رہے۔ مرقومۂ چاشتگاہ شنبہ ۱۶ جنوری۔

ایضاً۔ برخوردار حکیم غلام نجف خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دُعا پہنچے۔ بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ میں فقط پالکی پر مراد آباد پہنچا۔ ۲۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہے۔ دونوں لڑکے دونوں گاڑیاں اور رتھ اور آدمی سب پیچھے ہیں اب آئے جاتے ہیں۔ رات بخیر گزرے بشرطِ حیات کل رام پور پہنچ جائیں گے گھبرایا ہوا ہوں تیسرا دن ہے پاخانہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت ہیں اپنی استانی سے کہدینا۔ مرزا شہاب الدین خان کو نواب ضیاء الدین کو سلام۔ میرا رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا۔ ضرور ضرور۔ ظہیر الدین دعاے خواہ ہوگا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب۔

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۸۶۰ء۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دُعا پہنچے۔ کہو میاں تمہارا مزاج کیسا ہے اور تمہارے بھائی مرزا تفضل حسین خاں کیسے ہیں اگر ملو تو میری دُعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا اور اپنے والد ماجد کو میری دُعا کہنا کہ تمہارا خط میرے خط کے جواب میں تھا اُس میں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ سنو میاں ظہیر الدین تم اپنی دادی کے پاس ابھی چلے جاؤ اور اُن سے میری اور دونوں لڑکوں کی خیر و عافیت کہو اور پوچھو کہ شہاب الدین خاں نے اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپئے پہنچا دیئے یا نہیں۔ کدار ناتھ ڈیوڑھی پر آکر جعفر بیگ وفادار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ اچھا میرا بیٹا۔ یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھ کر جلد مجھ کو لکھو ورنہ کبھیو۔ خط کے جواب کا طالب غالب

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں بنام نجم الدین حیدر صاحب عم الشان

رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں -

ایضاً پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علی خاں صاحب کو بندگی - غزل پہنچتی ہے خط ازروئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے - قبلہ آپ کے بھائی صاحب میر عالم علی خاں صاحب مجھ پر کیوں خفا ہیں کہ اپنی غزل نہیں بھیجتے - یہ امر اُن کے خاطر نشان ہو جائے کہ غالب آپکے دادا کا غلام اور خدمت بجالانے کو آمادہ ہے جواب کا طالب غالب - نہم ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ ہجری

ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم - و بجناب میر ابراہیم علی خاں بہادر کورنش مقبول باد - تصویر مہر تنویر مجھے پہنچی - اور مَیں نے رسید لکھ بھیجی - عجب ہے کہ آپ کو اُس کے پہنچنے میں تردّد ہے - ارسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا یعنی تصویر میاں داد خاں کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہو گی - دونوں غزلیں بعد اصلاح کے بھیجتا ہوں - اپنی غزل آپ رہنے دیں اور سید صاحب کی غزل اُن کو حوالہ کر دیں - نجات کا طالب غالب جمعہ ۲۴ اگست ۱۸۶۶ء

ایضاً - جناب تقدس انتساب سید صاحب قبلہ والا مناقب عالیشان نواب سید ابراہیم علیخان بہادر مدظلہ العالی - بعد بندگی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خاں صاحب مدظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپکے گھر مولود مسعود پیدا ہوا - ایک عبارت رنگین مرتب کر کے اکمل الاخبار میں مَیں نے چھپوا دی ہے - اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب ممدوح کا جو انہوں نے یہاں بھیجا تھا وہ بھی چھپوا دیا - اور تین قطعے تاریخی بہاری لال ناظم اور میر فخر الدین مہتمم مطبع نے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھپوا دیں - چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہوں

رباعی

حق داد بہ سید زپئے انعامش — فرخ پسرے کہ وجہ ست اکرامش

تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش — ارشاد حسین خاں کہ باشد نامش

کہ قبلہ و کعبہ میر عالم علی خاں کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آزردہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی
پہنچیں۔ دیکھئے اس ہو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں۔ مزا اس میں ہے کہ اب یہ بھی
یاد نہیں آتا کہ آزردہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے۔ شاید اُس بندۂ خدا
کو حضرت کی غزلیں بھیجی ہوں گے۔ خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب کیطرف
میرے پاس بھیجدے تو میر صاحب کی خدمت میں بھیجدوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اُن غزلوں کو
جو اب آئی ہیں میں بھیجوں گا یہ اکہتر برس کی عمر کی خوبی ہے اب میر صاحب قبلہ کو خط
پڑھوا دیجئے گا۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲ر اکتوبر ۱۸۶۶ء ع۔

ایضاً۔ سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر غالب علی شاہ کا سلام۔
وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے ؎ بس شوقِ قتل سے ہے الخ گم ہوگئی ہے پھر لکھ کر بھیجئے۔
اور قصور معاف کیجئے یہ غزل جو اُس غزل کے بعد بھیجی ہے فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے
میر صاحب قبلہ سید عالم علیخاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب کے مہینے
میں وطن کو جاؤنگا اور وہاں سے تیرے پاس آؤں گا آج بحساب جنتری ۲۷۔ اور از روئے رویت
۲۸ر رجب کی ہے۔ غزلیں اُن کی موجود مگر بھیج نہیں سکتا۔ آپ میری بیگناہی کے گواہ رہیں
قبلہ ضعف نے مضمحل کر دیا ہے۔ حواس بجا نہیں۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے
تہترواں برس شروع ہو گیا ہے۔ غذا باعتبار آرد و برنج مفقود محض۔ صبحکو پان سات بادام کا
شیرہ ۱۲ بجے آب گوشت۔ شام کو چار کباب تلے ہوئے۔ بس آگے خدا کا نام۔ ہاں حضرت جناب
حکیم سید احمد حسن صاحب کی تحریر سے کچھ حال ناسازی کا اخوان و احباب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث توزع
ضمیر ہے۔ متوقع ہوں کہ اُس فساد کے رفع ہونے سے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کو آگہی بخشئے۔
اور اس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمائیے گا۔ اسد بے دستگاہ پنجم دسمبر ۱۸۶۶ء ع

شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے - خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر ہو شاعر بھی ہو تخلص کیا ہے
نامہ نگار کا حال بسبیل اجمال یہ ہے کہ ریاست سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محفوظ رہا ہوں -
بیوفائی کا داغ نہیں لگا ہے پنشن قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے - زندگی کا رنگ اچھا دیکھتا ہوں - دیکھیے
مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں - یہ مکرم مخدوم آپکے ہمنام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالیمقام
ظاہرا بہت درویش نواز ہیں کہ اس گمنام گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے - میری طرف سے
سلام باشتیاق تمام پہنچائیے - والسّلام - راقم جواب کا طالب - اسد اللہ - المتخلص بہ غالب -

ایضاً مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب باور کریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تمہارا دوست اور
تمہارا دعا گو ہے - تمہاری نثر کی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمتگزاری منظور ہے

عشق نے غالب نکما کر دیا ✤ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۶۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلالِ قویٰ - ضعفِ دماغ - فکرِ مرگ - غمِ عقبیٰ - جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں میں اب
وہ نہیں ہوں - نظم و نثر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جوہرِ فکر کی درخشندگی
کہاں - بوڑھا پہلوان پیچ بتاتا ہے زور نہیں لوا سکتا - بہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیئے اور کہیئے
کہ آپ بے تکلف اپنا کلام بھیجا کریں یہاں سے بعد حک و اصلاح خدمت میں پہنچ جایا کریگا - غالب ۱۲ ستمبر ۱۸۶۰ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صحیح النسب تاجِ امتِ مرحومہ محمد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ -
جب آپ مجکو قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر میں آپکو کیا لکھوں - خدا کیواسطے غور کیجیے کہ قبلہ قبلہ اور کعبہ کعبہ
یہ کیا ترکیب ہے - چونکہ آپ نے مجھے اُستاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصوّر کیجیے
زنہار قبلہ قبلہ کبھی نہ لکھیئے یہ سُوء ادب ہے بہ نسبت قبلہ عیاذاً باللہ - آپکا عطوفت نامہ پہنچا - میرے
پہلے خط کا بدیر پہنچنا اور اسکی دیر رسی کا سبب مجکو معلوم ہوا - اب اس کا خیال رکھوں - یہ آپ کو

قطعہ	غالب حال سنین ہجری چوں یکصد و بست و چہار ماند		معلوم کن از خجستہ فرزند این ست شمار عمر دلبند	

یہ تو ظاہر ہے کہ سنہ ۱۲۸۰ھ میں جب خجستہ فرزند کے اعداد میں سے سنہ ۱۲۸۰ لے لیئے تو ایک سو چوبیس بچتے ہیں اُن کو مَیں نے دُعاے عمر مولود قرار دیا۔ حق تعالیٰ اس مولود کو تمھارے سامنے عمرِ طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب۔

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یارب یہ ایک خط جو مجھکو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے اُدھر سے اظہارِ آشنائی ہے۔ میری طرف سے یہ بیجائی ہے کہ مجھکو ان کی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی۔ سوچتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی۔ خانہ نسیان خراب۔ عشرۂ سابعہ کے مرحلہ کا رہ پیما ہوں شاید اگر جیوں گا تو اس کا بھی مجھکو علم نہ رہے گا۔ کہ مَیں کون ہوں اور کیا ہوں۔ ۶۵ برس کی عمر ہوئی حواس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل۔ حواس باطنی میں سے حافظہ زائل بسبب نسیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدایا کیا اس عمر میں سب آدمی ایسے ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپ کو سید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھ دونگا خط کا کیا عنوان لکھوں۔ بندہ پرور فقیر معاف رہے۔ حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف رہے۔ مولوی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ اُن کا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقاتِ ظاہری اکثر اُن کے خطوط آتے رہتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھکو یاد دلاتے رہتے ہیں۔ نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنامہ یاد فرمائیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائیں بہر حال تمھارا دُعا گو ہوں۔ خیر مَیں جو ہوں۔ اس خط کے جواب میں ایسا کچھ لکھو کہ تمکو پہچان جاؤں۔ کب ملے تھے۔ کئی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ یہ سب مدارج جان جاؤں نثر کے

بادشاہ کے دم تک تک باتیں تھیں - خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھر اس طرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی - کاغذ کا پرزا سونے کا تار پشمینہ کا بال باقی نہ رہا شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا کیا ایک اچھے گانو کی آبادی تھی اُن کی اولاد کے لوگ تمام اُس موضع مین سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر - اسکے سوا کچھ نہیں - وہاں کے رہنے والے اگر کوئی بچے ہونگے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں - اُن کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے اب جب وہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھوں - کیا کروں کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہو سکے گا سید صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر یہی مرضی ہے تو اتحاف و اہدا تکلف محض ہے - فقیر بے سوال ہیں اگر کچھ بھیجدیں گے رَد نہ کرونگا - کم و بیش پر نظر نکریں جتنے کا چاہیں نوٹ خط میں لپیٹ کر بھیجدیں - والسلام از اسد اللہ - روز شنبہ - یکم ستمبر ۱۸۶۶ء -

ایضاً پیر و مرشد - تین برس عوارض احتراق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی آپکے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا - کوئی عنوان ناکشودہ پڑا رہا ہوگا البتہ حاجی مصطفےٰ خاں کا آنا مجکو یاد ہے - یقین کرتا ہون کہ اُنھوں نے از روے مشاہدہ میری خستگی تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا اب مَیں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بیمار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں - بوڑھا - بہرا - اپاہج - بدحواس - ناتوان فلک زدہ آدمی ہوں عہد کرتا ہوں کہ جب آپکا خط آئیگا اُسکا جواب لکھوں گا - جب غزل آئیگی اُسکو دیکھ کر پھر بھیجونگا مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفےٰ خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں وہ آپکو بھجوا دیں گے - آیندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے اُس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے - نجات کا طالب غالب - ۲۴ - جولائی ۱۸۶۶ء

ایضاً حضرت پیر و مرشد ان دنوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے

معلوم رہے کہ آپ کے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں ہے۔ دو باتیں جس خط کا جواب نہیں پہنچا اُسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوئے اور میرے پاس نہیں پہنچے ؏ بہارِ گلستانِ احمد حسن٭ یہ سجع کیا بُرا ہے ؏ دلِ حیدر و جانِ احمد حسن٭ یہ اُس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں میں سے ایک سجع مہر پر کھُدوا لیجیے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غالب۔ ۱۹۔ ذی الحجہ۔

ایضاً حضرت پیر و مرشد۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو سے لکھ گیا ہوں۔ دونوں غزلیں پہنچتی ہیں۔ جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجکو تعارف اسمی ہے اُن کو میرا سلام کہیئے اور کہیئے کہ حضرت جناب مولوی صدرالدین صاحب بہت دن حوالات میں رہے۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا روبکاریاں ہوئیں۔ آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائداد ضبط۔ ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے۔ فنانشل کمشنر اور لفٹنٹ گورنر نے از راہِ ترحم نصف جاداد واگذاشت کی۔ اب نصف جاداد پر قابض ہیں۔ اپنی حویلی میں رہتے ہیں۔ کرایہ پر معاش کا مدار ہے۔ اگرچہ یہ امداد اُنکی گزارے کو کافی ہے۔ کس واسطے کہ ایک آپ و ایک بی بی تیس چالیس روپے مہینے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش جیراسی کی اولاد اُن کی عترت ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغ بالی سے نہیں گزرتی۔ ضعفِ پیری نے بہت گھیر لیا ہے۔ عشرہ ثامنہ کے اواخر میں ہیں خدا سلامت رکھے بہت غنیمت ہیں۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً سید صاحب حسب النصاب قبلہ۔ عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا۔ پس و پیش ایک لطف نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علیخاں بہادر کا اور ایک لطف نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیخاں بہادر کا پہنچا۔ میں علی کا غلام اور اولاد علی کا خانہ زاد لیکن بُوڑھا و ناتوان اور مسلوب الحواس اور بے سر و سامان۔ خدمت بجالانے میں عذر کروں تو گنہگار درنگ و توقف کا مضائقہ نہیں لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور اور سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو۔ جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن مولانا فخرالدین علیہ الرحمۃ کا حال پوچھتے ہو۔ این دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب بُرد و قصاب در راہ مُرد

ایضاً پیر و مرشد۔ کرم محترم کا خط کل ۱۸۔ محرم کو پہنچا۔ آج ۱۹۔ کو جواب لکھتا ہوں۔ آپ پر اور میر ابراہیم علیخاں
اور میر عالم علیخاں پر میری جان نثار ہے۔ مضیٰ مامضیٰ۔ اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب بھیجدیا
کیجیے۔ اُسی طرح میں فرداً فرداً بعد اصلاح بھیجدیا کرونگا۔ مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرہ منظوم
ارسال فرمایئے گا۔ اُسکی اصلاح میری حد وسع سے باہر ہے۔ میرا شیوہ نہیں ہے۔ خط بیرنگ بھیجدیا۔ یہ خط
عمداً بیرنگ بھیجتا ہوں کہتے ہیں کہ پیڈ کے تلف ہونیکا احتمال ہے اور بیرنگ کا نہیں۔ اسد اللہ۔ شنبہ دوم جون سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً قبلہ ڈاک کے ہرکارہ نے کل دو خط ایکبار پہنچائے ایک آپکا خط مع غزل اور ایک نواب میر ابراہیم علیخاں
کا خط مع غزل۔ آج تین باتیں ضروری لکھنی تھیں۔ اسواسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں۔ ایک بات کہ یہ غزل کا
کاغذ واپس بھیجتا ہوں نہ اسکو پھاڑ سکوں نہ پانی میں دھو سکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں تغیر
ردیف ایسی ہے کہ اب ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہیئے آپ اور غزل لکھیے اسکو ہرگز دیوان میں نہ
لکھیے۔ یہ بھی اس ضمن میں مناسب ہے کہ میر ابراہیم علیخاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے
خط میں لکھ   اپنے خط میں کس راہ سے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہیں۔ اسی فصل میں
یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپکی یہ غزل سُلاکر سوئے اور نہاکر سوئے اور تاریخہائے بنائے مسجد دیکھکر
اور اصلاح دیکر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں۔ اور دوسری یہ بات ہے کہ آپ سید
صاحب کا حال مفصل لکھیے۔ ایسا کئے لاکھ کا ملک بڑودہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو ملا ہے کہ اُن سے
دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے۔ آگے اس راج میں حسام الدین حسین خان بڑے معزز اور مکرم
متوسل تھے اور بیر حاصل جاگیریں رکھتے تھے۔ سید ابراہیم علیخان صاحب اسی خاندان میں سے ہیں
اور ہاں یہ بھی لکھیے کہ میر عالم علیخاں کو اُن سے اور آپکو ان دونوں صاحبوں سے کیا قرابت ہے
تیسری بات یہ ہے کہ جب خط بھیجیے تو اہل کلکتہ کیطرح آدھا آدھا دوبار کر کے نہ بھیجیے گا۔ میرے نام کا
لفافہ جس شہر سے چلے اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہجائے تو رہجائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں

جواب اگر ادا نہ ہوئے ہوں تو موجبِ ملالِ خاطرِ اقدس نہ ہو ؎

اتفاقِ سفر اُفتادہ بہ پیری غالب — آنچہ از پاے نیامد زعصا مے آمد

رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار روزینہ خوار ہوں۔ رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دُعا گوے دولت کو درِ دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلّی سے رامپور روانہ ہوا۔ بعد قطع منازلِ ستّہ وہاں پہنچا۔ بعد اختتام بزم عازم وطن ہوا۔ ہشتم جنوری کو دلّی پہنچا۔ غرض راہ میں بیمار ہوا پانچ دن مرادآباد میں صاحبِ فراش رہا اب جیسا فرسودہ رواں ناتواں تھا ویسا ہوں۔ جوابِ خطوطِ مجتمعہ لکھ سکتا ہوں۔ نواب میر جعفر علیخان مبرور و مغفور کا خاندان سُبحان اللہ ؎

ایں سلسلہ از طلاے ناب ست — ایں خانہ تمام آفتاب ست

نواب میر غلام بابا خاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں۔ راہ و رسم نامہ و پیام مدّت سے باہم گر جاری ہے آپکا حکم بے تکلّف بجا لاؤنگا۔ جناب میر ابراہیم علیخاں صاحب اور حضرت میر علیخاں صاحب کی خدمتگزاری کو اپنا فخر و شرف جانونگا اسوقت بکس کھولا ہے خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اس کا جواب آئے گا تب فقیر حکم بجا لائے گا۔ اسداللہ۔ چارشنبہ۔ ١٧۔ جنوری ١٨٦٦ء ع

ایضاً پیر و مرشد۔ آپکو میرے حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچگیا۔ رعشہ پیدا ہوگیا بینائی میں بڑا فتور پڑا۔ حواس مختل ہوگئے۔ جہاں تک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا۔ اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سُوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے کہتے ہیں کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبرِ سن کے خدا تعالیٰ نے فرض اور پیمبر نے سنّت معاف کردی تھی۔ میں متوقع ہوں کہ میرے دوست خدمتِ اصلاحِ اشعار معاف کریں خطوطِ شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکیگا لکھ دیا کرونگا زیادہ حدِ ادب۔ راقم اسداللہ خان غالب۔ ١٠۔ اپریل ١٨٦٦ء ع

اور بزرگ میں میرے حق میں دعا کریں کہ اب تہتر برس سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی اور بھی ہو تو تعالیٰ تھوڑی سی صحت اور طاقت عنایت کرے تاکہ دوستوں کی خدمت بجالاتا رہوں۔ غالب۔ ۳۔ جولائی ۱۸۶۶ء

ایضاً جناب سید صاحب قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کی بندگی مقبول ہو اور یہ عرض بھی قبول ہو کہ جناب معلیٰ القاب نواب ابراہیم علیخاں بہادر کی خدمت میں میری بندگی عرض کریں بارے بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچنا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت میں چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہیں ہو سکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر رہوں گا عنایت کی نظر ہے میرے حال پر یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا ہونے والا ہے مجکو تاریخ تولد کا خیال رہے گا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کرلوں گا تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گئی ہو گی وہ بھیجدونگا اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی غزلوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل بدل منظور ہے۔ جس مہینے تک مَیں زندہ ہوں اُس مہینے تک خدمت بجالاؤں گا۔ ۱۷۔ جولائی ۱۸۶۶ء۔

بنام تفضل حسین خاں صاحب

کیوں صاحب یہ چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و اُستادی سب پر پانی پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پانسو کی چیز ہوتی اور مَیں تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ دس روپیہ کی سو وہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجکو دے ڈالو تمکو مبارک رہے مجکو مستعار دو۔ مَیں اُس کو دیکھ لوں جو میرے پاس نہیں ہے اسکی نقل کرلوں پھر تم کو واپس بھیجدوں۔ اس طرح طلب پر نہ دینا دلیل اس کی ہے کہ مجکو جھوٹا جانتا ہو۔ میرا اعتبار نہیں یا کہ مجکو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب ابھی میرے آدمی کو دیدو۔ باللہ واللہ نہیں ہے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کرکے تمکو بھیجدوں۔ اگر تمکو واپس نہ دوں تو مجھ پر لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب حامل رقعہ کو نہ دو تو تمکو آفریں۔ غالب۔

بھیج کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو۔ اسد اللہ۔ ۲۵۔ ستمبر ۱۸۶۶ء

ایضاً حضرت یہ آپکے مجد امجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت الحکام تواتر ورود اشعار پھر یہ ہنجار کہ سو روپے کے رسید سو بار مانگتے ہو۔ میر ابراہیم علیخاں صاحب کی غزل جس کا ایک شعر یہ ہے

علی علی جو کہا تا سحر تو یوں سمجھے
کہ ذوالفقار سے کٹتی ہے اب ہماری رات

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپ اُس کا تقاضا کیے جاتے ہیں۔ غزلیں آپکی برستی ہیں کہاں تک دیکھوں۔ آپکی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں۔ بہتّر برس کا آدمی پھر رنجور دائمی غذا یکقلم مفقود۔ آٹھ پہر میں ایکبار آبِ گوشت پی لیتا ہوں۔ نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشکہ۔ آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ہاتھ کی گیرائی میں فرق۔ رعشہ مستولی۔ حافظہ معدوم۔ جہاں جو کاغذ رہا وہ وہیں رہا۔ میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں رکھکر بھول گیا ہوں خلاصہ یہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپکے خط میں پہنچا۔ روپیہ وصول ہوا۔ معاً خرچ ہوا۔ اُنکی ایک غزل بابت ہماری رات۔ جسکا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل اُنکی اب میرے پاس نہیں۔ اور جناب میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہیں اگر ملجائیں گی تو بعد اصلاح بھیجونگا۔ آپکی غزلیں شمار سے باہر ہیں بکس میں دیکھوں گا کتابوں میں ڈھونڈھوں گا۔ مدعا یہ آپ اور دونوں سید صاحب اس کا التزام کریں کہ ایک غزل اپنے خط میں بھیجیں جب وہ غزل اور اُس کا جواب پہنچ جاوے تب دوسری غزل خط میں ملفوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو۔ آپ یہ میرا خط غور سے پڑھ لیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھوا دیں از روئے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔ اسد یکرنگ ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۶۶ء

ایضاً سید صاحب قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کا سلام پہنچے۔ وہ جو آپنے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیمجاں ہوں۔ خط نہیں لکھ سکتا ایک لڑکے سے یہ چند سطریں لکھوا دیں ہیں جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہے۔ آپ سید ہیں

اور وہ دو ہزار روپیہ مہینا جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں بلکہ لکھنؤ کچھ نہیں کھلتا کہ اُس بہارستان پر کیا گزری۔ اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے۔ خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا۔ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تمکو کچھ زیادہ آگہی ہوگی امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے۔ پتا مسکن مبارک کا کشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم۔ ظاہرا اسی قدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا تفتہ کو دُعا کہیئے گا اور اُن کی اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا جس میں آپ کے خط کی اُنہوں نے نوید لکھی تھی۔ والسّلام۔

ایضاً بھائی صاحب از روے تحریر مرزا تفتہ آپ کا کچھ کتابوں کی تزئین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی نبی بخش نے دو بار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی بیگ نے لکھا ہوگا۔ یارب اُن کے دو خط آگئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوگا تو اُن کا خط کیوں نہ آتا۔ اپنے حسنِ اعتقاد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بمقتضاے یکدلی ہے جب اپنا کام سمجھ لیے تو مجکو لکھنا کیا ضرور ہے مگر اسکو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں مطبع اخبار آفتاب عالمتاب میں یکم ستمبر ۱۸۵۳ء حال سے حکیم احسن اللہ خاں کا نام لکھوا دینا۔ اور دو نمبروں کا اخبار اکبارہ بھجوا دینا۔ اور آیندہ ہر ہفتہ اسکے ارسال کا طور ٹھہرا دینا۔ کیوں صاحب یہ امر کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں۔ کیا اُنہوں نے بھی وہ خط تمکو نہیں پڑھایا ہر چند عقل دوڑائی کوئی ڈھنگ کی وجہ خیال میں آئی اب حصولِ مدعا سے قطع نظر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے تو اس امرِ خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آجاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت سہی غمِ گیتی شراب کم کیا ہے
غلامِ ساقیٔ کوثر ہوں مجکو غم کیا ہے
سخن کو خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقیں ہے ہمکو بھی لیکن اُب اُس میں دم کیا ہے

علامۂ محبت ازلی کو برحق مان کر اور پیوندِ غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے - مانا کہ روشنائی اُنکے اجارے میں آگئی ہے یہ بھی دلیلِ آشنائی ہے کیا فرض ہے کہ جب تک دیدوادید نہ ہولے اپنے کو بیگانہ یکدگر سمجھیں البتہ ہم تم دوستِ دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے خط جس میں مَیں نے آپکو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہو اجاتا اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجیئے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیے گا ہاے میجر جان جاکوب کیا جوان مارا گیا ہے - سچ اُس کا یہ شیوہ تھا کہ اُردو کے فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلوانا - یہ بھی نہیں ہے کہ جن کا میں ماتی ہوں - ہزارہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں - جیوں تو کوئی غمخوار نہیں - مروں تو کوئی عزادار نہیں - غزلیں آپ کی دیکھیں - سبحان اللہ - چشمِ بد دور - اُردو کی راہ کے تو سالک ہو گویا اس زبان کے مالک ہو - فارسی بھی خوبی میں کم نہیں مشق شرط ہے اگر کیے جاؤگے لطف پاؤگے - میرا تو گویا بقول طالب آملی اَب یہ حال ہے ؎

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی
دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شُد

جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے خط مجکو لکھا ہو تو کیوں کر مجکو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو - پہلے تو اپنا حال لکھیئے کہ مَیں نے سُنا تھا کہ اب کہیں کے صدرامین ہیں - پھر اکبرآباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی راجہ بلوان سنگہ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں

اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں مغفرت کرے۔ چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے۔ باآنکہ یہ کوچہ چھُٹ گیا۔ اس فن سے مَیں بیگانہ محض ہو گیا ہُوں لیکن اَب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں۔ اُس کا مرنا زندگی بھر نہ بھُولوں گا۔ جانتا ہُوں کہ تمھارے دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامۂ عشق مجازی چھوڑ دو ؎ سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی * عشق محمد بس ست و آل محمد * اللہ بس ما سویٰ ہوس۔

ایضاً ؎ شرطِ اسلام بود ورزش ایمان بالغیب * اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمانِ من ست *
حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخاں عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اُسکا منشا کیا ہے کبھی مَیں نے بزمِ احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سُنتا ہُوں کہ وہ طرحداری کا ذکر مَیں نے مغل جان سے سُنا تھا جن ایام میں کہ وہ نواب حامد علیخاں کے نوکر تھے اور اُس میں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مُغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمہارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجکو دکھائے۔ بہرحال تمہارا حلیہ دیکھکر تمہارے کشیدہ قامت ہونے پر مجکو رشک نہ آیا کسواسطے میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے۔ تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا کسواسطے کہ جب مَیں جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اُس کی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے ہاں مجکو رشک آیا اور مَیں نے خونِ جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈاڑھی گھُٹی ہوئی ہے وہ مزے یاد آگئے۔ کیا کہوں جی پر کیا گزری۔ بقول شیخ علی حزیں ؎

تا دسترسم بود زدم چاک گریباں	شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب ڈاڑھی مونچھ میں بال سفید آگئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی مگر یاد رکھیے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام۔ مُلّا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کنجڑہ

ایضاً صاحب میرے۔ عہدۂ وکالت مبارک ہو۔ موکلوں سے کام لیا کیجیے۔ پریوں کو تسخیر کیا کیجیے۔ مثنوی پہنچی۔ جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہے۔ انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ جلیشوں کا استغنائے کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے۔ اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا۔ بیان بخشایش ہم گنہگاروں تک کیوں پہنچے گا گر ہاں اس راہ سے کہ مستحق کرامت گنہگارانند بخشش کا متوقع ہوں۔ میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا کہ نثر ہے۔ اور مضمون اسکا کیا ہے۔ مرزا یوسف علیخان آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لیلیا ہے اُسمیں رہتے ہیں اُن کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتا لکھ دینا۔ اور یہ بھی آپکو معلوم رہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ سو روز سے شعاع مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمھارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو اب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پہر چھ گھڑی کی نشست رہتی ہے ابھی یہیں سے اُٹھ کر گئے ہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں اور شعاع مہر کے مداح اور بیان بخشایش کے مشتاق ہیں ٭

ایضاً جناب مرزا صاحب آپکا غم فزا نامہ پہنچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخاں عزیز کو پڑھوا دیا۔ اُنھوں نے جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپکا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اُس کی اطاعت اور تمھاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا۔ سنو صاحب شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنوں یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہو۔ لیلی اُس کے سامنے مری تھی۔ تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری بلکہ تم اُس سے بڑھ کر ہوئے کہ لیلی اپنے گھر میں اور تمھاری معشوقہ تمھارے گھر میں مری۔ بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہیں جس پر مرتے ہیں اُسکو مار رکھتے ہیں۔ میں بھی مغل بچہ ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا

آتا ہے۔ ہے ہے وہ حورا حیرن ہو جائیگی۔ طبیعت کیوں نہ گھبرائیگی۔ وہی زمردیں کاخ اور طوبیٰ کی ایک شاخ۔ چشم بد دور۔ وہی ایک حور۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ کہیں اور دل لگاؤ ؎

زنِ نو کن اے دوست در نوبہار　　که تقویم پارینہ ناید بہ کار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند۔ ذکر بہمہ جہت ناپسند اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالہ کیا۔ مکرمی نواب محمد علیخاں صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں پروردگار اُن کو سلامت رکھے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام۔ وہ دیکھے مجھ سے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا۔ مَیں منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائینگے وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ کو دکھائینگے اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجکو رقم فرمائینگے۔ مَیں کیا جانوں کہ حضرت حیدر وطن میں جلوہ افروز ہیں ؎ یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم۔ اب مجھے اُن سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجکو خط لکھیں اور لکھنو نہ جانیکا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ سب اِس خط میں درج کریں۔

ایضاً ؎ مرا بسادہ دلیہاے من توان بخشید　　خطا نمودہ ام و چشمِ آفرین دارم +

کل دوشنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی۔ صبحکو مَیں نے آپکو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھجدیا دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ تمھارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب مَیں آپ سے مانگتا ہوں وہ ہنوز نہیں پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی۔ دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا۔ بکس میں سے وہ تمھارے نام کا خط لکھکر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو۔ بعد چاہنے عفو کرم کے آپکے کل خط کا جواب لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ جلدوں کی آرایش کے باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں۔ یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائینگے۔ اہار مہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اس کا خیال اُن چار جلدوں میں ہے۔

منہ پر داڑھی سر پر بال۔ فقیر نے جس دن داڑھی رکھی اسی دن سر منڈایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا بک رہا ہوں۔ صاحب بندہ نے دستنبو جناب اشرف الامرا اجلاج فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی۔ سو اُن کا فارسی خط محررہ دہم مارچ مشتمل بر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آگیا۔ پھر مَیں نے تہنیت میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومہ چہاردہم آگیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مدح و تہنیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کے خدمت میں بواسطہ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل ان کا مہری خط بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی آگیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہیں۔ دیر آید درست آید۔ اناج کھاتا ہی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو ملے جاتی ہے ؎

ہر ایک بات میں کہتے تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہوگی رہا سلام وہ آپ پہنچا دیں گے ۔

ایضاً مرزا صاحب ہمکو یہ باتیں پسند نہیں پینسٹھ برس کی عمر ہے۔ پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی۔ ابتداے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہمکو زہد و ورع منظور نہیں۔ ہم مانع فسق و فجور نہیں۔ پیو۔ کھاؤ۔ مزے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی مکھی نہ بنو۔ سو میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے۔ کسی کے مرنے کا غم کرے جو آپ نہ مرے۔ کیسی اشک افشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی کا شکر بجالاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہوگئی اور ایک قصر ملا۔ اور ایک حور ملی اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکبخت کے ساتھ زندگی ہے۔ اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منہ کو

ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں تم جو مجھ سے محبت کروگے یا میری غمگساری میں محبت کروگے کیا تم کو غیر جانوں جو تمھارا احسان مانوں۔ تم سراپا مہر و وفا ہو۔ واللہ ہم باسمیٰ ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کے تصحیح میں اسواسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ بنا ہو صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہوجاے تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے۔ بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب متوجہ رہیں۔ منشی نراین صاحب نے میری کاپی دیکھنے کو بھیجی تھی۔ سب طرح میرے پسند آئی۔ چنانچہ اُن کو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۱۲ حضرت چار جلدیں یہاں کے حکام کو دو نگا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا۔ اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے زندگی پر۔ بہرحال یہ ہوس بھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدوں کی کچھ تزئین اور آرایش کیجاوے آپ اور بھائی صاحب اور اُن کا فرزند رشید منشی عبداللطیف و منشی شیو نراین یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور باجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے معہذا دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپیہ میں اور دو جلدیں چھ روپیہ میں تیار ہوں پھر سوچتا ہوں کہ بارے آرایش کی گنجایش کہاں۔ ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جاوے قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہ کہہ دیا جائے کہ تیری راے کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیجدیئے ۱۲ مطالب و مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم باہدگر ہمکلام ہوئے ✦

ایضاً مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو۔ ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمھارے جی میں آئی ہے۔ برسوں ہوگئے کہ تمھارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا بھجوایا۔ ہاں مرزا تفتہ نے باتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچوں کتابوں کے آغاز کے اُنکو دے آیا ہوں اور انھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوے جو تم نے مجکو خبر دی ہے کہ دو کتابیں

رہی بارہ روپیہ کی ہنڈوی، پہنچتے ہی روپیہ وصول کرکے مجھکو اطلاع دیجیے گا ورنہ میں متشوش رہونگا۔ حضرت یہاں دو خبریں مشہور ہیں ان کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹر اکبرآباد کے لفٹنٹ گورنر ہو گئے۔ خبریں دونوں اچھی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپکے لکھنے پر منحصر ہے ہاں صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح اور عملداری شاہی ساٹھ بیت ہے منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک ورق کاغذ مذہب پر لکھ کر بھیجوں۔ پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یہ یعنی چھاپا ہوئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ۔ منشی شیو نراین صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست کریں اور پھر مجھکو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپکے پاس بھیجدوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جاوے دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلی کتاب سے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اس طرح یہ بھی چھاپا جاوے کہ قصیدہ در مدح جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا مگر اتمام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہوگا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب صواب یعنی نوید قبول جلد لکھیے۔

ایضاً بندہ پرور۔ آپکا مہربانی نامہ آیا۔ آپکی مہر انگیز اور محبت خیز باتوں نے غم بیکسی بھلایا۔ کہاں میاں ڈھے کہاں سے دستنبو کی مناسبت کے واسطے یدبیضا ڈھونڈھ نکالا ہے آفرین آفرین ہزار آفرین۔ تیسرا مصرع اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے ؎ نامۂ جو سال خویش و دانشاں ❖ مرزا تفتہ کا خط ہاتھ سے آیا، اچھے لڑکے کیا اچھے ہیں آپ گھبرائیں نہیں وہ آنے کو آئے ہیں۔ اگر تمھیں بے ان کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین کہاں۔ جناب بندہ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ۱۲

ایضاً بھائی صاحب آپ کے خامۂ مشکبار کے صریرے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا بلکہ مجھکو اُنکی لوحوں کا خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے مجھکو تو موجب اس مصرعہ کے ع خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست ۔ دل میں خوش ہو کر چپ رہنا ہے۔ حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے۔ مجھکو آپکے حکم کا بجالانا منظور ہے۔ اس نذر کے بعد جب کوئی اُن کا عنایت نامہ آئے گا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا اُس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائیگا اب تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجھکو کب آئیگی آپکے فرطِ توجہ کا سب طرح یقین ہے۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں تو عجب نہیں ہے۔ جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیو نراین صاحب کی ہمت اُسکے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے۔ یارب اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پاجائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجائے۔ مرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں۔ مگر دُعا دوں اور دُعا لکھوں صاحب ڈھیل نہ کرو کام میں تعجیل کرو ع اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش ۔ خدا کرے نثر کی تحریر انجام پاگئی ہو۔ اور قصیدے کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو۔ قصیدہ کا نثر سے پہلے لگانا از راہ اکرام و اعزاز ہے ورنہ نثر میں اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے۔ یہ اُس کا دیباچہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت ان دونوں کے اجتماع کی یوں ہو کہ سر رشتۂ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے۔ سوائے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجھکو بھی آگہی دو۔ چاہو تمہیں ابتدا کرو اور ایک خط اُنکو لکھو اور اُسکا پرداز اسبات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہونیکو آئی ہیں اُنکی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے۔ یہ خط جواب طلب ہو جائیگا اور اُنکو جواب لکھنا پڑیگا۔

ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائیں اور پس و پیش ساتھ

کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر اُن کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر ہے۔ مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد منہائی یعنے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائینگی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئینگی۔ ہرچند کاریگروں کے دیر لگانیسے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو کہ ہم لوگونکی نگرانی اور دل کی پریشانی دُور ہو خدا کرے اُن تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپکی عنایتی بھی آئیں تا خاص و عام جابجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو مَیں نے کہا اُنہوں نے لکھ لیا۔ اُن دونوں کے گھر لُٹ گئے۔ ہزاروں روپیہ کی کتابخانے برباد ہو گئے اَب مَیں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اُس نے وہ کاغذ جو مجکو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجکو رونا آیا۔ غزل تمکو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس خط کے جواب چاہتا ہوں۔

غزل

درد منت کشِ دوا نہ ہوا — مَیں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو — اک تماشا ہوا گِلا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دِلستانی ہے — لے کے دل دِلستاں روانہ ہوا
زخم گر دب گیا لہو نہ تھما — کام گر رُک گیا رَوا نہ ہوا
کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب — گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی — بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی — حق تو یُوں ہے کہ حق اَدا نہ ہوا
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں — آج غالب غزل سَرا نہ ہوا

جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں۔ کبھی میں نے اُن کو دیکھا نہیں۔ خطوں کی میری اُنکی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی یوں بات ہو کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر نئے آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے نے ذریعہ جناب صاحب ایجنٹ بہادر دہلی۔ اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھجواتا ہوں اور صاحب سکرٹر بہادر گورنمنٹ کا خط اُسکی رسید میں بسبیل ڈاک پاتا ہوں۔ جب جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک بھجوایا۔ اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجکو خط آیا تو اُنھوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا۔ قبل ازین خانصاحب بسیار مہربان دوستان میرا القاب تھا۔ اس قدر شناس نے از راہ قدر افزائی خانصاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا۔ اب فرمایئے اُنکو کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں۔ برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں۔ بھائی اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں تم اور مرزا صاحب مجکو لکھو کہ لو صاحب دستنبو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا۔ مادہ تاریخ میں کیا برائی ہے جو تمھارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھسے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمھارا۔ یہ دونوں قطعے رہیں۔ اور اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں۔ اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روے سخن ساری خدائی کی طرف ہے بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور ان کا نام بھی اُس کتاب میں چاہیئے۔ اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیو نراین صاحب کا خط لایا۔ بارے قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اُسکا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی رفع ہو گئی۔ اب اُن سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے گا کہ شکر فرمایئے تو چندانکہ بافت ہاے تو۔ اور یہ اُن کو اطلاع دیجیگا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجکو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان کہ میں اُس کی رسید نہ لکھتا۔

جلدیں آپ کی بنوائی ہوئی آئیں۔ بالفعل ایک ورِ عقدہ سر رشتۂ خیال میں پڑا ہے یعنی اردوے اخبار مفید خلائق ذہن لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر آگرہ آئیں گے اور وساد لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائیں گے۔ اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر ان کی جگہ چیف سکرٹر بن جائیں گے پھر دیکھیے کہ یہ محکمہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرٹر کس کو بنائیں گے۔ میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں بہادر رہیں گے۔ ہمارے منشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے۔ بہر حال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھیے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھیے۔ جب تک اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر تھے تو یہ خیال میں تھا کہ اُنکی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے اُن کے پاس بھیجوں گا۔ اب حیران ہوں کہ کیا کروں۔ آیا ان کی جگہ سکرٹر کون ہوا اور جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انہوں نے سکرٹر کس کو کیا۔ میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا اور گورنر جنرل کا منشی کون ہے۔ جو آپ کو معلوم ہو اور جو معلوم ہو وہ دریافت کر کے لکھیے۔ قمر الدین خاں کا حال ضرور۔ منشی غلام غوث خاں کا حال پھر ضرور۔ بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کند ذہن اچھی طرح اُس کو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں۔ **غالب**

ایضاً بھائی صاحب خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں۔ خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گویا صفر کے مہینے میں عید آئے۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو منگواؤ۔ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی رائے کے بنوالو۔ اب آپ ورقہ کا ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں۔ قصیدہ کے مسودہ کا ورق مرزا تفتہ کے خط میں پہنچ گیا ہو گا۔ آپ نے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدہ کو دیکھا ہو گا۔ قصیدہ کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے۔ پر دیکھا چاہیے کہ صاحب مطبع کو کیا منظور ہے۔ اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے تو ہم پانچ سات روپیہ سے اور بھی اُن کا بھرنا بھریں گے۔

کا بھی قصیدہ مَیں نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھ لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے۔ معانی نازک۔ مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً خدا کا شکر بجالاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط جو آپ نے نقل کر کے بھیجدیا ہے۔ مَیں نے منشی شیو نراین کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اُس میں سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھدیا کرو۔ خط مفت میں تمام ہوجایا کرے گا اور تمھارے خط کے آنے کا نام ہوجایا کرے گا اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اُس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف رہا ؎ براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو ٭ وہی جواخبار آگرہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں صاحب ہوش میں آؤ اور مجکو بتاؤ کہ یہاں جوہارسیوں کی دُکانوں میں فرنج اور شام پین کے درجن دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں اور جوہریوں کے روپیہ اور جواہر سے گھر بھرے ہوئے ہیں میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیونکر اٹھاؤں گا۔ بس زیادہ باتیں نہ بنایئے اور وہ قصیدہ مجکو بھجوایئے۔ مَیں نے کتابیں جابجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے ؎ رات دن گردش میں ہیں سات آسمان ہورہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا ٭ دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے ؎

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا	کہتے ہیں ہم تجکو مُنہ دکھلائیں کیا
موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے	آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا
لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھائیں لگاؤ	جب نہ کچھ بھی ہو تو دھوکا کھائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ **غالب** کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل ناتمام ہے

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آزار بس ست ‌ ‌ آید بزبان ہرانچہ از دل برود +

بندہ پرور فقیر شکوہ سے بُرا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سواے میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہِ رہتے سے مُنہ نہ موڑے اور معہذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے۔ کیا مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجکو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہوگیا تھا اسواسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں نے اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ اُلٹے پھر آئے آپ شکوہ کاہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں جاتے وقت لکھا کہ مَیں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ مَیں کہاں رہتا ہوں۔ کل آپکا مہربانی نامہ آیا۔ آج میں نے اُس کا جواب بھجوایا کہئیے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں۔ پس دردمندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں۔ مرزا تفتہ سے آپ فقط اُن کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں آج توکلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں دیکھوں کیا دیکھتا ہوں۔

ایضاً بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تمہارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیج دیا تاکہ حال اُن کو مفصل معلوم ہوجائے۔ بعد اس رپورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بتصدق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تمکو مبارک کرے۔ اور منصب ہاے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچا دے واقعی کیا تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مردمی مردانگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر دُنیا میں کوئی بات نہیں۔ اَب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آیندہ تک صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مُغل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُسکے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجکو دکھائے تھے۔ اب ایک زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی آجائیگا کہ ہم تم بیٹھیں اور باتیں کریں۔ قلم بیکار ہو جائے۔ زبان بر سر گفتار آئے۔ انشاء اللہ خان

دو پارسلوں کا محصول - دو رجسٹریوں کا معمول - تین کتابوں کی لوحیں طلائی - یہ ساری بات اُس کے
میں کیونکر بن آئی - اور کیونکر معلوم کروں - کس سے پوچھوں - خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے
اظہار میں توقف نہ کرو - خفقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا - جہاں تمہیں میری
روحانی ہوں وہاں تکلف نہیں آتا - زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہوں اور شرمسار ہوں - کیا لکھوں -

ایضاً بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں - واہ دنیا کتنا شتاب لکھتا ہوں مطالب
مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ بار بار کئی خطوں میں تم کو غم و اندوہ
کا شکوہ گزار پایا ہے - پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجایش ہے بلکہ یہ غم تو
نصیب دوستان در خور افزایش بقول غالب علیہ الرحمۃ ؎

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو ✦ نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

ہے ہے حسن مطلع ؎

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ✦ ہوا تو دوست جس کا دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے - اگر خدانخواستہ شدائدِ غمِ دنیا ہیں تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو
ہم اس بوجھ کو مردانہ اُٹھا رہے ہیں تم بھی اُٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم ؎

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر ✦ نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

سحر ہوگی - خبر ہوگی - اس زمین میں وہ شعر منی ؎

تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہیں بہتر ✦ جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اُردو کا کیا اچھا اسلوب ہے - قصیدہ کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپا جاوے تو
ہمارے دیکھنے میں بھی آجاوے - کیا کہیے بھلا کہیے - یہ زمین ایک بار جہاں طرح ہوئی تھی مگر اور بھی تھی ؎

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے ✦ تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے

ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشاں اَور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اَور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اَور

لوگوں کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں ایک داغ نہاں اَور

ابرو سے ہے کیا اُس نگہ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر مگر اُس کی ہے کماں اَور

یارب وہ نہ سمجھیں ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھکو زباں اَور

ہر چند سبک دست ہوئے بُت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اَور

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رُکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اَور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے
جلاد سے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اَور

ہیں اور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ **غالب** کا ہے انداز بیاں اَور

دوشنبہ کا دن ۲۰۔ دسمبر کی۔ صبح کا وقت ہے۔ انگیٹھی رکھی ہوئی ہے۔ آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں یہ اشعار یاد آ گئے تم کو لکھ بھیجے۔ والسّلام +

ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک و سعید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار گھڑی دن چڑھے نامۂ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب برمحل پہنچا۔ آدمی کو موافق اُس کی تمنا کے آرزو برآئی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی برآئی کہ فوق برتر از وہم و خیال ہے۔ یہ بتاؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں تو صرف اس قدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی۔ دو کی لوحیں زریں اور پانچ لوحیں سیاہ قلم کی ہونگی۔ واللہ اگر تصور میں بھی گزرتا ہو کتابیں اس قسم کی ہوں گی۔ جبتک جہاں ہے تم جہان میں رہو۔ ائمۂ اطہار علیہم السلام کی امان میں رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے بنجائے نہ یہ کہ دو کتابوں کا بھی رنگ کھلائے اب میں حیران ہوں کہ آیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپیوں میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ بھی

ایضاً جناب مرزا صاحب دلی کا حال تو یہ ہے

گھر میں تھا کیا جو ترا غم اُسے غارت کرتا	وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو یہی منظر ہے کہ چند روز گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا۔ اہلِ قلم اور اہلِ فوج نے باتفاق رائے بہم گر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے ناسخ مرحوم جو تمہارے اُستاد تھے میرے بھی دوستِ صادق الوداد تھے مگر یک فنے تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے اُن کو کچھ علاقہ نہ تھا۔ سبحان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا حظ اُٹھایا ہے

خدا سے میں بھی چاہوں ازرہ مہر	فروغِ میرزا حاتم علی مہر

اگر اسی انداز پر انجام پائیگی تو یہ مثنوی کارنامہ اُردو کہلائیگی خدا تمکو جیتا رکھے تمہارا دم غنیمت ہے۔ صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا تمھارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کا غذ مقبول و مسموع حقتعالی اُن کو زندہ اور تندرست اور خوش و خرم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا اُنھوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرایش کی جس تفریق سے ٹھہرائی ہے وہ مجکو پسند آئی ہے کل میں نے اُن کو اجازت اُسی طرح کی ترمیم کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا بتصریح آپکو لکھ چکا ہوں اُسی پر عمل رہے۔ میں نے مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہیں اس امر کی اطلاع کر دی ہے۔ بھائی جان میں نے ایک قصیدہ جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں لکھا ہے

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے	کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب	خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

اور جو فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے۔ اس میں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کہا تھا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تھے اُنھوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھکر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجیے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے تو دس شعر کا قطعہ لکھ کر اُن کو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی اُن سے لی۔ اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں **قطعہ**

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی	زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے	ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے
اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجے	خالِ مشکینِ رُخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجر الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض	نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
صومعہ میں اسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز	میکدہ میں اسے خشتِ خُمِ صہبا کہیے
مسی آلودہ سرِ انگشتِ حسیناں لکھیے	سرِ پستانِ پریزادے مانا کہیے

غرضکہ بیس پچیس پھبتیاں ہیں۔ ہشعار سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض	اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لو حضرت آپکے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا دردِ دل سنو برخوردار منشی شیونراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُن کو میری دُعا کہو اور کہو کہ میاں میرا کلام بند ہے۔ اُس مطلبِ خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اُس کے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔ + -

دوسرا بھی یعنی کل پہنچ گیا ہوگا خاطر جمع رکھو جناب ارنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لے گئے سنتا ہوں کہ کلکتے جائینگے۔ میم اور بچوں کو ولایت بھیجکر پھر آئیں گے۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک انکا شکر گزار رہونگا مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو انکو میرا سلام کہنا مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا از غالب۔ مرقومہ دوشنبہ۔ ہفدہم جنوری ۱۸۵۹ء

بنام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی نبی بخش

صاحب لڑکے تمھارا ایک خط پھر بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اس کے کل ایک خط اور آیا۔ ریڈ صاحب کے وہاں آنے کا حال معلوم ہوا۔ آج ۶ دسمبر کی ہے۔ ۷ کو بموجب تمھارے لکھنے کے وہ وہاں سے جانیوالے ہیں اور مجھکو معلوم ہے کہ میرٹھ آئیں گے۔ دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خط روانہ کرونگا خاطر جمع رکھو۔ وہ صاحب مہر جیسا لکھیں مجھکو اطلاع دینا۔ رہی تمھاری مہر اُس کا کچھ خیال نہ کرو وہ جس طرح تمنے لکھا ہے پہنچائیگی۔ مگر بھائی ۱۸۵۸ء میں دن کے باقی رہے ہیں۔ آج ۶ دسمبر کی ہے ۲۴ وہ ۲۵ دن باقی رہے ہیں۔ ۱۸۵۹ء جنوری مہینے میں خدا چاہے تو کھد جائیگی تم میرے بجائے فرزند ہو۔ میرے بھتیجے ہو۔ جو تمھارا کام ہونے تکلف کہو شرم کیا اور تکلف کیوں یہ مہر کا کھدنا کونسا کام ہے۔ میرزا حاتم علی صاحب ملیں تو میرا سلام کہنا اور مرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں اور خط نہیں لکھتے۔ غالب۔ ۶ دسمبر ۱۸۵۸ء

بنام خواجہ غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو پارہ ابر کشتِ خشک سے کرے۔ یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اُس سے خبر پاکر بخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہوں۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط سیاً اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کس لیے کہ اُس خط میں حاکم اعظم کے نام عرضی ملفوف ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ڈاک ایک

ساٹھ شعر ہیں چھ صفحہ یعنی تین ورق پرچھپ کر دستنبو سے پہلے شیرازہ میں شامل کردیئے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہوجائیگی - کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہوں یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیونراین صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کریں گے اور جب باتفاق تم چاروں صاحب پسند کر دو گے تو گویا باجلاس کونسل اس قانون کا اجرا منظور ہوجائیگا اور اُمیدوار ہوں کہ اجراے قانون سے پہلے مجکو منظوری کی اطلاع ہوجائے تاکہ مسودہ اس قصیدہ کا بھیجدوں - ہتمم مطبع کو اگر کچھ تامل ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے منشی عبداللطیف کو دُعا کہنا - اور اُنکے عذر مقبول ہونے کی اُن کو اطلاع دینا - بیگم کو دُعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو یہاں باقر علی اور حسین علی تمکو بندگی اور اپنے بھائی بہنوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دُعا کہتے ہیں ہاں حضرت اب ایک امر مختصر کے واسطے جدا گانہ خط مرزا تفتہ کو کیا لکھوں - میری طرف سے دُعا کہکر اُن کو کہیئے گا کہ اخبار گزشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع آفتاب عالمتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے - کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور اُن کے خط کا جواب روانہ کریں گے - آپ چنرجی سہائے سے کہدیجیے گا اور تاکید کر دیجیے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں - بھائی مجکو اس مصیبت میں کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ میں مراسلت گویا مکالمت ہوگئی ہے روز باتیں کرتے ہیں - اللہ اللہ یہ دن بھی یاد رہیں گے خط سے خط لکھے گئے ہیں مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھوں گا تو لفافے بناؤنگا غنیمت ہے کہ محصول آدھ آنہ ہے ورنہ باتیں کرنے کا مزا معلوم ہوتا - چارشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ع - جو باتیں جواب طلب ہیں اُن کا جواب طلب ہے - +

ایضاً بھائی میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرے پاس لکھنو کے ایک پارسل کی رسید آگئی -

ہاں اردوے قیاس چاہتا ہوں کہ آپ اسی منصب ورابیٔ قدر میں شاد و شادماں ہیں جواب لفٹنٹی کے سکرٹری ہوئے ہونگے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میور صاحب بہاد درسے کا ہے کو ملنا ہوتا ہوگا لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمہ الہ آباد آگئے یا آئیں گے بہرحال اب کیوں آگرہ کو جائیں گے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے۔ میں تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں حقیقت واقعی پر کماحقہ اطلاع حاصل ہو تا کہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجے گا تو مجکو مول لے لیجے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

ایضاً جناب عالی آج دوشنبہ ۳۔ جنوری ۱۸۵۹ع کی ہے۔ پہر دن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رہا ہے ترشح ہو رہا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو کچھ میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے ؎

افق ہا پر از ابر بہمن مہی	سفالینہ جام من از مے تہی	

غمزدہ دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہرکارہ تمہارا خط لایا۔ سرنامہ کو دیکھکر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہی بہت خوش ہوا خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصول مدعا کے ذکر پر حاوی تھا افسردگی حاصل ہوئی ؎

ما خانہ رسیدگان ظلمیم	پیغام خوش از دیار ما نیست	

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں با آنکہ خط جواب طلب تھا جواب لکھنے لگا پہلے تو یہ سُنیئے کہ آپکے دوست کو آپکا خط پہنچ گیا مگر وہ دوبار مجکو لکھ چکا ہے کہ میں جواب اُس کا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں۔ جواب الجواب کا منتظر ہوں آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے۔ بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بامید مرگ جیتا ہوں۔ اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں۔ دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گزر جائیگی۔ جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئیگی کہ یہ کیا بکتا ہے مرنیکا زمانہ کون بتا سکتا ہے چاہیے الہام سمجھئے۔ چاہیے اوہام سمجھئے۔ میں نے سچ یہ قطعہ لکھ رکھا ہے قطعہ

دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہنچے ہوں گے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانو کہ جب تک حضرت اس سررشتہ سے معلوم کر کے نہ لکھیں گے۔ اب آپ جانیے اور یہ دل سودازدہ۔ میں اس کی سفارش کرنیوالا اور اس کے مدعا کا گزارش کرنیوالا کون۔ ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں۔ میرے جگر کاوی کی قدردانی ہوئی یا نہیں۔ پیشگاہ حکام سے موافق دستور کے خط کا امیدوار رہوں یا نہیں۔ اپنے حسن طبع کا شکرگزار رہوں یا نہیں۔ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجیے گا مجھ کو جلا لیجیے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیج دیا گیا۔ +

ایضاً قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا ہے اور کیونکر جیتا ہے۔ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند۔ اور میں بادہ ول فتوح جدید کا آرزومند پنشن کا احاطۂ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ سو ان کا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب مہربانی نہ عتاب۔ خیر اس سے قطع نظر کی۔ اب سنیے اودھ کی ۱۸۵۸ع سے بموجب تحریر وزیر علیہ شاہی کا امیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرماؤں اگر گنہگار ٹھہرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا اس بات پر کہ میں بے گناہ ہوں مفسد اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہوں۔ پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ میں جب کوئی کاغذ بھجوایا ہے بعلم چیف سکرٹر بہادر اور اس کا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ ان کے قبول کی اطلاع نہ ان کے ارسال سے آگاہی ہے جناب ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نفرمائی ان کی بھی کوئی تحریر مجھ کو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف نئی خبریں ہیں مختلف۔ کہتے ہیں کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ان کی جگہ کون سے صاحب عالیشان چیف سکرٹر ہوئے۔ مشہور جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سکرٹری کا کام کس کو دے گئے۔ ان کا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں

کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے۔ یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی روانگی کا خط آئے گا۔ لوہارو کو بھیجا جائے گا۔ جناب منشی نواب جان صاحب و جناب منشی اظہار حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو اُن دو صاحب کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچانے میں توقف نہ کیجے

تم سلامت رہو قیامت تک ؛

ایضاً مولانا بندگی۔ آج صبح کے وقت شوقِ دیدار میں بے اختیار نہ رہا۔ ڈاک۔ توسنِ ہمت پر سوار چل دیا ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا مگر یہ نہیں جانتا کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا آشنا بیخود ہوں کہ جب تک تم جواب دو گے میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا۔ آپ کا پہلا خط لکھنؤ سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط رامپور پہنچا میں وہاں بھی نہ تھا۔ خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا اُس حال میں کہ میں بیمار تھا۔ مینہ جاڑے کی شدت جاڑا کا مینہ۔ دھوپ کا پتا نہیں۔ پروے چھٹے ہوئے۔ نشیمن تاریک۔ آج نیرِ اعظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ خط لکھ رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں۔ اس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضمحل کر دیا۔ جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمہارے ماموں ہیں مگر اُن کے اور تمہارے معاملات مہر و وِلا جیسے کہ تمہاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دل نشین نہ تھے۔ ایسے محب کا فراق اور پھر بقید دوام کیوں کر جاں گزا نہ ہو۔ حق تعالیٰ اُن کو بخشے اور تمکو صبر دے۔ حضرت میں بھی اب چراغ سحری ہوں۔ رجب ۱۲۸۲ھ حال کی آٹھویں تاریخ سے اکہتر واں سال شروع ہو گیا۔ طاقت سلب حواس مفقود۔ امراض مستولی۔ بقول نظامی ع یکے مردہ شخصم بمردی رواں ؛ آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر خط تراش آگیا۔ مہینا بھر سے حجامت نہیں ہوئی۔ خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں

ایضاً قبلہ پیری و صد عیب ساتویں دہائی کے مہینے گن رہا ہوں۔ قولنج آگے دَوری تھا۔ اب دائمی ہو گیا ہے مہینا بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمع دفع ہو جاتے ہیں اور یہی مشا حیات ہے۔ غذا کم ہوتے ہوتے

	من کہ باشم کہ جاوداں باشم ور بگویند در کدامی سال	چوں نظیری نماند و طالب مُرد مُرد غالب بگو کہ غالب مُرد	

اب بارہ سو پچھتر ہیں اور غالبِ مُرد کے بارہ ستر ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچتی ہو پہنچ لے ورنہ پھر کہاں

ایضاً پیر و مرشد یہ خط ہے یا کرامت ہے۔ صاف صفائی ضمیر و کشف حجت کی علامت ہے۔ مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامنگیر۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا۔ سبحان اللہ جس دن یہاں مجکو وہ مطلب خطیر پیش آیا ہے اُسی دن آپ نے وہاں لکھنے کو قلم اُٹھایا ہے آپکو عارفِ کامل کیونکر نہ کہوں اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں۔ مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائیگا کہ وہ رازِ سربستہ آپ پر کھل جائیگا یعنی یکشنبہ ۲۰۔ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستنبو کا ایک مجلد اور ایک میں تین مجلد بسبیل ڈاک روانہ کرچکا ہوں خطوں کا چوتھے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹے ساتویں دن پہنچنا خیال کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی حقیقت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامہ پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرٹر بہادر اول کا نامِ نامی ہے۔ اور ایک کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر دوم کا اسمِ سامی ہے آج پانچواں دن ہے خط دونوں اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب امر آخری دفتر میں اُسکا پتا آجتک نہیں۔ اب کارپردازانِ ڈاک کو نہ بن جائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو باحتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجائش ہے آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائیں گے ابھی تو آپ سے مجکو انکے نہ پہنچنے کا سوال ہے کس واسطے کہ جب حکام مجکو اطلاع نہ دیں گے اُن کے نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے بہر حال یہ نیاز نامہ جس دن پہنچے اُس کے دوسرے دن جواب لکھیے۔ جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیے۔ آپ کے عنایت نامہ میں

دسویں بارھویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ میں نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا اُسکا جواب آگیا۔ اب میں نظم ونثر کا مسودہ نہیں رکھتا۔ دل اِس فن سے نفور ہے دو ایک دوستوں کے پاس اُسکی نقل ہے انکو ہر وقت کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا۔ کل اور اگر کل آگیا پرسوں بھیجدونگا۔ بھائی امین الدینخاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے۔ علاؤ الدین خاں نے اُسکی نقل اُنکو بھیجدی ہیں دیوان پر نہیں چڑھاتا۔ مسودہ بھیجتا ہوں۔ تقدیم و تاخیر بندوں کے مطابق ملحوظ رہے۔ گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں۔ معہذا امراضِ جسمانی و آلامِ رُوحانی۔ ۔

ایضاً در نا اُمیدی بسے اُمید ہست
پایانِ شبِ سیہ سپید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہوں **توطیہ** سنہ ۱۸۵۹ء میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ لے گئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں۔ جب لشکر میرٹھ سے دلّی میں آیا بموافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم میں گیا۔ میر منشی صاحب سے ملا۔ اُنکے خیمہ میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں گو اے مجرم اس حکم پر ممنوع نہ ہوا۔ جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے میں نے قصیدۂ حسبِ معمولِ قدیم بھیجدیا۔ مع اِس حکم کے واپس آیا کہ آیندہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں مایوسِ مطلق ہو کر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقعہ اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری سنہ ۱۸۶۳ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلّی آئے اہالی شہر حسبِ طلب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس گئے اور اپنے نام لکھوائے۔ میں تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا جگہ سے نہ ہلا۔ کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایک کامگار ہوا۔ شنبہ ۲۸ فروری کو آزادانہ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر پاس بھیجا۔ بلا یا گیا مہربان ہا کر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ وہ حاکمِ جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو

اگر معدوم نہ کہو تو بمنزلۂ مفقود کہو۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں جس کی شدت سے پھنا جاتا ہوں۔ اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں میرے ایک رشتہ کے بھتیجے نے بوستان خیال کا اردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے ایک ورق اس کا بصورت پارسل لکھ بہیئت خط بھیجتا ہوں۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجیے۔ میرا مدعا اس ورق کے ارسال سے یہ ہے کہ اگر آپ کے پسند آوے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے۔

ایضاً بندۂ گنہگار سراسر عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اُٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلاے ناگہانی نازل ہوا ہوں ؏

	بایدکہ کنم ہزار نفریں برخویش	آما بہ زبان جادۂ راہ وطن	

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب قرابت آپ کو اور باندازہ مہر و محبت مجھ کو۔ وہ مغفور میرا قدردان اور مجھ پر مہربان تھا حق تعالیٰ اُس کو اعلیٰ علیین میں سبیل دوام قیام دے۔ رامپور ہی میں تھا کہ اودھ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اس کو کہتے ہیں۔ جدت طرز اس کا نام ہے۔ جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم بروے کار لائے خدا تم کو سلامت رکھے اور میرے اور دکھنی برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انصاف عطا کرے۔ لو اب خط کا جواب جلد بھیجو تا یہ طریقہ مسلسل ہو جائے۔

ایضاً قبلہ آپ کا خط پہلا آیا اور میں اس کا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا مگر شام کو اسی وقت پڑھ لیا۔ آدمی کے حوالہ کیا آج صبحدم مجھ کو دیا۔ میں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتام تحریر سنبل کر کے ڈاکخانہ میں بھجوا دوں گا۔ والی رامپور کو خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دونوں مہینوں کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ آئندہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے آج جمعہ ۲ جولائی ہے محصول کیا

نہیں ہو سکتا۔ جب یہ سرزمین مخیم خیامِ گورنری ہوئی میں اپنی عادتِ قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے بلا چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ اسوقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایامِ غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اُس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط اُن کے نام لکھکر اُن کو بھیجا۔ مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص مظنۂ محض ہے امیدوار ہوں کہ اسکی تحقیقات ہو تا کہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب ہوا۔ اب ماہِ گزشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے مُلک کے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ مقدمہ طے ہوا دربار و خلعت موقوف پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ ولا موثر فی الوجود الا اللہ۔ ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۸ء میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم کو اُن کو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غزلیں اُردو کی بھیجتے میں اصلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی پنشن کھلا ہوا۔ اُن کے عطایا فتوح گنے جاتے تھے۔ جب یہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں۔ تو زندگی کا مدار اُن کے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۶۰ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط محررۂ ۸۔ مارچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔

ایضاً قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کی کون سی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات ہے جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اُترے ہوئے تھے شرفاء میں تعارف بناے محبت و مروت ہے

میرے تصور میں بھی نہیں جملہ معترضہ میر منشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا۔ جب حکام بمجرد استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میر منشی کی سے حسن طلب بایماے حکام ہوگی وَلِلّٰہِ الحمد اَلطافُ خفیۃ بقیہ روداد یہ ہے کہ دوشنبہ دوم مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب لوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا۔ اثناے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے۔ متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر۔ حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہمکو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں لکھواکر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ؎

کارساز ما بفکر کار ما   فکر ما در کار ما آزار ما

شنبہ ۲۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجکو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔ انبالہ جاؤگے تو دربار اور خلعت پاؤگے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا۔ نہال ہوگیا۔ اب انبالہ کہاں جاؤں جیتا رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا؎

کار دنیا کسے تمام نہ کرد   ہر چہ گیرید مختصر گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجالاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم نشتر کار کھتی ہے اب درگ قلم کی خونابہ فشانی دیکھو۔ گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو بین بقیۃ السیف تھے اُن کو حکم دیا اور دربار عام میں سے سواے میرے کوئی نہ تھا یا چند مہاجن مجکو حکم نہ پہنچا جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب

نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اُس کا آپ کو بھی بھیجدیا ہے آپ اُسکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں اُن کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے مسمّی بہ محرق قاطع برہان۔ اُنہوں نے اسکی توہین اور سودہ کی تفضیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے اور ایک طالب علم مسمّی بہ عبدالکریم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر اُس نے بفتواے علماے شہر مرتب کیا ہے۔ ایک میرے دوست نے بصرف زر اُسکو چھپوایا ہے۔ ایک نسخہ اُس کا آج اسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل رسال کیا ہے اس شہر میں ایک میلا ہوتا ہے پھول والوں کا میلا کہلاتا ہے۔ بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے اُمراے شہر سے لیکر اہل شہر قطب جاتے ہیں تو تین ہفتہ تک وہیں رہتے ہیں مسلمانوں ہنود دونوں فرقے کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں۔ بھائی ضیاء الدین خان اور شہاب الدین خان اور میرے دونوں لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب دیوان خانہ میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک خدمتگار بھائی صاحب وہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اُترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔

ایضاً قبلۂ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دُعا ہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دُور بینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۳۰ جنوری کو کئے اُنکے جواب تم نے ۲۷ جنوری کو لکھ کر بھیجدیئے کیوں نہ کہوں روشنضمیر ہو۔ اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ ۳۰ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھجوایا اور ۳۱ کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں پیچ و تاب باقی رہا۔ کتاب کے با

چہ جائے انکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو۔ روز ملاقات سے اُس دن تک کہ حضرت دکن کو
روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی اس سے آپ بھی
کہ مولوی صاحب آپ کے ہمنشین و ہمدم تھے۔ اور مجھ میں آپ میں پیوند ولائے روحانی متحقق ہے
آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ مجھ میں اُن میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الاثنین
کی طرف متوجہ ہوتے۔ اب سُنیئے حال منشی حبیب اللہ کا میں نے اُن کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں
تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدرآباد سے آیا۔ اُس میں دو غزلیں خط کا مضمون یہ کہ
میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں۔ آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہوں۔ ان دونوں غزلوں کو اصلاح
دیجئے۔ اس امر کی فقط وہ بادی نہیں۔ بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات
نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں۔ میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب میرے حک و
اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ
فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ عادات و عندیات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا
جانوں۔ آمدم بر سر مدعا۔ منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا
بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل اُنکی آئی اور اُنھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید
اکبرآبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں۔ میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا
کہ مولانا شہید اکبرآباد کے نہیں لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے
نہیں لکھی۔ اس میں سے توہیں کے معنے مستنبط ہوں تو میں اُن کا متہم سہی۔ اب میں نہیں جانتا
کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا

ایضاً قبلہ میرا ایک شعر ہے ؎ خود بیش خود کفیل گرفتاری من است ٭ ہر دم بہ پرسش دل
مایوس می رسد ٭ یہ معاملہ میرا اور آپکا ہے۔ خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط برہان قاطع کے

تھا نہیں ہوا کرتے یوں سنا مجھے یاد نہ آیا۔ یہاں تک تو میں ممدوح نہیں ہو سکتا مگر استعجاب پر بے محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہو کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اولیا کا یہ حال ہے۔ وائے بر حال ہم اشقیا کے یہ حکایت شکایت نہیں۔ میں دُنیا داری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ شیاد و کیاد ستّر برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا ہوں۔ ستّر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے۔ زمرۂ خواص میں سے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو مخلص صادق الولا دیکھے ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرا منشی غلام غوث سلمہ اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا۔ اور خلوص اخلاص اُسکا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیر خواہِ خلق۔ حسن و جمال چشم بد دُور کمال مہر و وفا صدق و صفا نوراً علیٰ نور۔ مَیں آدمی نہیں۔ آدم شناس ہوں ؎

نگہم نقب ہمی زد نہ نہاں خانۂ دل   مژدہ یاد اہلِ ریا کہ ز میداں رفتم

غایتِ مہر و محبت جس کے ملکہ کا تمکو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوتا ایک کو تو مَیں رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا۔ دُعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اُس کا داغ نہ مجھے دکھائیو۔ اس کے سامنے مر رہوں میاں مَیں تمہارا عاشق صادق ہوں۔ بھائی ابھی قطعے نہیں آئے۔ داغ ہذیاں کے دو مجلد اور بھیجونگا

بنام نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب بہادر

جناب قبلہ و کعبہ آپ کو دیوان کے دینے میں تامل کیوں ہے۔ روز آپ کے مطالعہ میں نہیں رہتا بغیر اسکے دیکھے آپ کو کھانا ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں دیتے۔ ایک جلد ہزار جلد بن جائے میرا کلام شہرت پائے۔ میرا دل خوش ہو۔ تمہاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں تمہارے بھائی کی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گزرے۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہیں۔ رہا کتاب کے

جو کچھ لکھا ہے وہ بھی کیہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اسکو مفید مطلب فرض کروں لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکرٹر بہادر سابق لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کئے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کیواسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جاوے۔ اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے۔ نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے دو نسخے جو ان دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے انمیں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے رد و قبول۔ تعریف و آفرین کچھ بھی نہیں قیاس جو چاہوں سو کروں یقین کچھ بھی نہیں ۱۰۔ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجھکو آیا ہے کہ اُس قصیدہ کے صلا اور جائزے کے واسطے کہ جو بتوسط لارڈ الن برا سائل نے بھجوایا ہے خطاب اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو بتوسط گورنمنٹ اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۱۰۔ دسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں نے پایا۔ فروری مارچ اپریل خوشی اور توقع میں گزرے۔ مئی ۱۸۵۷ء میں فلک نے یہ فتنہ اُٹھایا۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جابجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل حکم ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے تو یہ تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جانیکا یقین کیونکر حاصل ہو۔ جہاں یہ تفرقہ اور بے اتفاقی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو۔ جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھوں پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور دو صورتوں میں کیا لکھوں۔ کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دو نو ایک وقت میں پہنچیں۔ تو جواب طلب نہیں اسکا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے

ایضاً میں جادۂ آزردگی یار سے خوش ہوں ÷ یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا ÷ پیر و مرشد

جو لکھوں۔ اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہدینا۔ اور تمکو بھی تمھاری اُستانی دعا کہتی ہیں زیادہ زیادہ از غالب۔ دوشنبہ ۸ر فروری ۱۸۶۰ع۔

ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطے خدا کے تم نے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان کا کیا حال کردیا ہے یہ اشعار جو تم نے بھیجی ہیں خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل کردیے ہیں دیوان تو چھاپے کا ہے متن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پر ہوں تو میرے نہیں ہیں بالفرض اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھدیئے ہیں خلاصہ یہ کہ جس مفسد کے یہ شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور پردادا پر لعنت اور وہ ہفتاد پُشت پر ولد الحرام اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو اُڑ کے میاں غلام نجف۔ دوسرے تم میرے کمبختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمھارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمھارا خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجکو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا قضا و قدر کے امور میں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہو جائے تا کہ سب یکجا باہم آرام سے رہو اپنے کاتب کو کہدینا کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھے۔ اگر لکھدیئے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا اور ورق اُسکے بدلے لکھوا کر لگا دینا مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمھارے کاتب نے نقل کیا ہے میرے پاس بھجدو تا کہ میں اُس کو ایک نظر دیکھکر پھر تمکو بھیجدوں۔ زیادہ زیادہ۔ آج میرے پاس ٹکٹ ہے ورنہ دام معاف رکھنا۔ والسّلام

ایضاً بھائی تمھارا خط پہنچا۔ کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ مَیں اُس کا جواب لکھتا پھر سوچا کہ مبادا تم آزردہ ہو اسواسطے آج یہ رقعہ تمکو لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اَب جو خط تمھیں لکھوں اُس کے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمھارے ابّا و عمّ مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے ان شاء اللہ تعالیٰ اَب کے جو خط تم کو لکھوں گا اُسکا مضمون یہی ہو گا خاطر جمع رکھنا۔ اور اگر میرا خط

تلف ہونے کا اندیشہ نہ نقصان ہے۔ کتاب کیوں تلف ہو گی۔ احیاناً اگر ایسا ہوا اور دلی لکھنو کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو مَیں فوراً بسبیلِ ڈاک رامپور جاؤنگا۔ اور نواب فخرالدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان نکلوا دونگا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ اب ہاں سے لیکر بھیجدو۔ وہ نہ کہیں گے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ہاں یہ کہوں کہ نواب ضیاءالدین خاں صاحب نہیں دیتے تو کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب وہ تمھارے بھائی اور تمھارے قریب ہو کر نہیں دیتے تو مَیں اتنی دُور سے کیوں دُوں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھیجدو وہ اگر نہ دیں تو کیا کروں۔ اگر دیں تو میرے کس کام کا۔ پہلے تو ناتمام پھر ناقص بعض بعض قصائد اس میں سے اوروں کے نام کر دیے گئے جیسے اور امین ای ممدوح سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لے گیا ہے اس میں یہ دونوں قباحتیں موجود۔ تیسری یہ کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرعہ غلط یہ کام تمھاری مدد کے بغیر انجام نہ پائیگا اور تمھارا کچھ نقصان نہیں ہاں احتمال نقصان وہ بھی از روے وسوسہ و وہم اُس صورت میں مَیں تلافی کا کفیل جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں۔ بہرحال راضی ہو جاؤ اور مجھکو لکھو تو مَیں طالب کو اطلاع دوں اور طلب اُسکی جیسے بارہ ہو تو کتاب بھیجدوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب

بنام مرزا شہاب الدین احمد خاں صاحب

بھائی تمھارا خط حکیم محمود خاں صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ انصاف کرو کتاب کوئی سی ہو اُس کا پتہ کیونکر لگے۔ لوٹ کا مال چوری چوری کہتے کھتیریوں میں بک گیا اور اگر سڑک پر بکا تو مَیں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور جیسا ہو رہو

	بر دلِ نفس اندوہ گیتی بسر آید	اگیر یدکہ گیتی ہمہ یکسر بسر آید	

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سُن لیا کرتے ہو۔ اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائیگا۔ ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ اور وہ بھی کون سی خوشی کی بات ہے

گھنٹہ بھر بھانڈ کے طائفہ کا تماشہ ہے اب تم کہو استاد میر جان کو کیوں کر بھیجو گے اُن کو کہاں یاد گے اور علاؤالدین خاں نے حسب الحکم تمہارے چچا کے لکھا ہے۔ لوہارو کی سواریاں آئی ہوئی شاید کل یا پرسوں جائیں اس کی فکر آج کرو۔ امین الدین خاں بیچارہ اکیلا گھبراتا ہوگا۔ چکیدن نیم۔ رسیدن نیم یہ غزل علاؤالدین کو بھیج چکا ہوں۔ تم علاؤالدین خاں کو لکھو کر بڑی شرم کی بات ہو کہ

ہر دم آزرگی غیر سبب راچہ علاج ٭ اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو۔ واہ واہ غیر سبب یہ کہاں کی بولی ہے

از خواندن قرآں تو قاری چہ فائدہ ٭ عیاذاً باللہ امیر خسرو قرآن کو کہ بسکون رائے قرشت والف ممدودہ ہے۔ قرآن بروزن پُران لکھیں گے۔ یہ دونوں غزلیں دو گدھوں کی ہیں۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھ دیا ہو۔ غالب

ایضاً نور چشم شہاب الدین خاں کو دعا کے بعد معلوم ہو یہ جو رقعہ لے کر پہنچتے ہیں ان کا نام حسین علی ہے اور یہ سید ہیں۔ دوا سازی میں یگانہ۔ رکاب داری میں یکتا۔ جان محمد ان کا باپ ملازم سرکار شاہی تھا۔ اب ان کا چچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا الور میں نوکر ہے۔ بہر حال ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینا ملے گا اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ پانچ روپیہ میں میں کیا کھاؤنگا۔ یہاں زن و فرزند کو کیا بھجواؤں گا۔ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمہارا پسند آئیگا تو اضافہ ہو جائے گا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر تو قع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں مگر دونوں وقت روٹی سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جا سکتا۔ سنو میاں حق بجانب اس غریب کے ہو روٹی بغیر بات نہیں بنتی۔ یقین ہے کہ تم رپورٹ کرو گے تو اس امر کی منظوری کا حکم آجائے۔ یہ قصہ فیصل ہوا۔ اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھے پیشگی دو تا کہ کچھ کپڑا لتا بناؤں اور کچھ گھر میں دے جاؤں راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنی رائے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا قصہ

دو چار دن نہ پہنچے تو مجھکو اسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گلہ نہ کرنا اور ہاں صاحب تم جو خط لکھتے ہو تو اُس میں احمد سعید خاں کا کچھ ذکر نہیں لکھتے - لازم ہے کہ اُسکی خیر و عافیت اور اُسکی بہن کی خیر و عافیت لکھتے رہا کرو - یہاں تمھاری پھوپھی اور تمھارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں - والدعا - از غالب -

یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۸ء

ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خاں - اچھی طرح ہو - غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سُنا ہوگا ہفتے کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے احباب کو رخصت کرکے راہی ہوا - قصد یہ تھا کہ پلکھوے رہوں وہاں قافلے کی گنجایش نہ پائی - ہاپور کو روانہ ہوا - دونوں برخوردار گھوڑوں پر سوار پہلے چل دیے چار گھڑی دن رہے میں ہاپور کی سرائے میں پہنچا - دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوے اور گھوڑوں کو ٹہلتے ہوئے پایا - گھڑی بھر دن رہے قافلہ آیا - میں نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا - دو شامی کباب اُس میں ڈالدیے - رات ہوگئی تھی شراب پی لی کباب کھائے - لڑکوں نے ارہر کی کھچڑی پکوائی خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی - دن کے واسطے سادہ سالن پکوایا ترکاری نہ ڈلوائی - بارے آجتک دونوں بھائیوں میں موافقت ہے - آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہیں اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اُتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے دونوں بھائی مل کر کھالیتے ہیں آج میں نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا - چار بجے پانچ کے عمل میں تا پر چل دیا - سورج نکلے بابوگڈھ کی سرائے پر آپہنچا - چارپائی بچھائی - اُسپر بچھونا بچھا کر حقہ پی رہا ہوں اور یہ خط لکھ رہا ہوں - دونوں گھوڑے کوتل آگئے دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں - وہ آئے اور کھانا کھالیا اور چلے - تم اپنی اُستانی کے پاس جاکر یہ رقعہ سراسر پڑھ کر سُنا دینا شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا - + -

ایضاً میاں وہ قاضی تو مسخرہ چوتیا ہے - اُن کا خط دیکھ لیا - خیر ہاں علاء الدین خاں کا خط

بارہ پھوڑے ہر پھوڑے پر ایک زخم۔ ایک جراح ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھاہے اور پاؤ بھر مرہم درکار۔ نو دس مہینے بے خور و خواب رہا ہوں اور شب و روز بیتاب۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اُٹھی۔ جاگ اُٹھا۔ تڑپا کیا پھر سو گیا۔ پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں سے تین حصے دن یوں گزرے۔ پھر تخفیف ہونے لگی۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا نئے سرے رُوح قالب میں آئی اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہوں۔ لیکن ناتوان و سُست ہوں حواس کھو بیٹھا۔ حافظہ کو رو بیٹھا اگر اُٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اُٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قد آدم دیوار اُٹھے۔ آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا مرنا نہ سُنا۔ میری خبر نہ لی۔ میری مرگ کے مخبر کی تقریر اور مثلہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ در صورت مرگ نیم مُردہ اور در حالت حیات نیم زندہ ہوں ؎

در کشاکش ضعفم نگسلد رُوان از تن
اینکہ من نمے میرم ہم ز ناتوانیہاست

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجیے گا تو اُن کو خوش اور مجھکو ممنون کیجیے گا۔

ایضاً پیر و مرشد حضور کا توقیع خاص اور آپ کا نوازشنامہ۔ یہ دونوں حرز بازو ایک دن اور ایک وقت پہنچے۔ توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا۔ ناسازیٔ مزاج مبارک موجب تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے لیکن تسکین خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں مئی کی ہنڈوی پہنچی۔ اس کا بھی حال سابق کی سی ہنڈوی کا سا ہے یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں

اپنے نام کا علائی مولائی کو بھیجدو - غالب - سہ شنبہ - ۲۴ ستمبر ۱۸۶۱ء

ایضاً تمھارے بھائی کا خط تمھارے پاس بھیجتا ہوں - کلیات اُردو جو تم نے خریدے ہیں ایک اُسمیں سے چاہو اپنے چچا کی نذر کرو چاہو بھائی کو تحفۃً بھیجو - مَیں نے اسوقت اُنکے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے بعد ارسالِ خط مولوی سدید الدین خاں صاحب میرے ہاں آئے اُثناے حرف و حکایت میں مَیں نے شاہیں کی حقیقت پوچھی جوابدیا کہ ہاں عربی میں ایک بلبجے کا نام شاہیں ہے - صورت اُسکی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہیں صراح میں مَیں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علائی کو خط لکھو یہ رقعہ ملفوف کردو - غالب -

رباعی

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تمنے
ثاقب حرکت یہ کی ہے بیجا تمنے
حاجی کلو کو دے کے بیوجہ جواب
غالب کا پکا دیا کلیجا تمنے

ایضاً

اے روشنیٔ دیدہ شہاب الدیں خاں
کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضاں
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک
سُنتے ہو تراویح میں کتنا قرآں

بنام نواب انوار الدولہ سعد الدین خاں صاحب شفق

ہرگز نہ میرد آن کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۲۰ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے - اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں - عطوفت نامہ پہنچا - اُدھر پڑھا - اِدھر جواب لکھا - ڈاک کا وقت نہ رہا - خط کو سربمہر کر رکھتا ہوں - کل سہ شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دوں گا - حال گزشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا - ۱۲-۱۳ مہینے صاحب فراش رہا اٹھنا دشوار تھا - چلنا پھرنا کیسا - نہ تپ نہ کھانسی نہ اسہال نہ فالج نہ لقوہ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ کہ سر سے پاؤں تک

وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب میں کمر خواہاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجے گا یا یہاں خریدا جائے گا اور نقش و نگین کیا ہو گا تاکہ شمار حروف کا مجکو معلوم رہے اب جب آپ مجکو لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپ نے مجکو سلام لکھا ہے سو میں بھی اُنکی خدمت میں بندگی اور جناب نادر حسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں۔ زیادہ حد ادب۔ ✤۔

ایضاً قبلۂ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُس کو ایک اور دو ورقہ پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور تمناے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس ہو گئے۔ احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپ کے ثنا خواں رہے گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں۔ ہم بطریق کسرۂ اضافی وہم بطریق کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدر دان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات ایکنام سو قدر معزز جیسے الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم فرومایہ رامپور کا رہنے والا۔ فارسی سے ناآشناے محض اور صرف و نحو میں ناتمام انشاء خلیفہ و منشات مادہورام کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مادہورام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ راہِ سخن کے غول میں آدمی کے گمراہ کرنے والے۔ یہ فارسی کو کیا جانیں۔ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے ؎

ہرزہ شتابی پے جادہ شناساں بردار	اے کہ در راہِ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزو مند ہوں۔ میرا ایک بھائی ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور سند نشین حال کا چچا تھا۔ اور وہ میرا ہمشیر بھی تھا یعنی میں نے اپنی جانی اور اس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا۔

اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہکر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔ صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میرے بلک میں سے میرے پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بسبیل ارمغاں آپ کو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو۔ اب میں حضرت سے باتیں کر چکا۔ خط کو سرنامہ کرکے کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کروں گا۔ پیشگاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی ناصر حسین صاحب کو سلام **ایضاً** پیر و مرشد۔ اگر میں نے امیدگاہ بکافِ عربی ازراہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید ؏

درین خستگی پوزش از من مجوے بود بندۂ خستہ گستاخ گوے

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں۔ میں جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں ؏ واے بر جانِ سخن گر بہ سخندان نرسد۔ افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں نواب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ زور سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے بے تامل اور بے فکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا عبدالقادر بیدل ؏

جہدہا در خورِ توانائی است ضعف یکسر فراغ مے خواہد

گھر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجیے کہ کیا لکھوا جائے گا۔ مہدی حسن خاں۔ مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا یاد پڑتا ہے کہ نگینہ

ایضاً پیر و مرشد۔ شب رفتہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فرط برودت سے گزند پیدا ہو گیا۔ اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے۔ ابر تنک محیط ہے۔ آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے۔ میں عالمِ تصور میں آپ کو مسندِ عز و جاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپکا جلیس مشاہدہ کر کے آپکی جناب میں کورنش بجالاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافرِ نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں۔ حضرت نے۔ اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اُٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے۔ بنت پزیری میں میرے شریک غالب ہیں فی الحال بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں۔ حضرت آپ غالب کی شرارتیں دیکھتے ہیں سب کچھ کہے جاتا ہے اور اُس اصل کا کہ جس پر یہ مراتب متفرع ہوں ذکر نہیں کرتا۔ فقیر کو یہ طرز پسند نہ آئی یہ مطلب اصلی کو مفقود چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یوں لکھنا تھا کہ آپکا عنایت نامہ اور اُسکے ساتھ نسب نامہ خاندانِ مجد و علا کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے۔ جنابِ عالی میں تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا۔ آپنے اُسکو صاحب بنا رکھا ہے اس سے اُسکا دماغ چل رہا ہے۔ قبلہ و کعبہ جناب مولانا قلق میں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپکی بات اس باب میں کبھی نہ مانوں گا جب تک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوائے گا۔ اس سارٹیفکٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام۔

ایضاً پیر و مرشد میں آپکا بندہ فرمانبردار۔ اور آپکا حکم بطیبِ خاطر بجا لانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں۔ وہ مکتوب کہاں بھیجوں۔ آپکے پاس بھیجدوں یا انھیں منشی صاحب کے پاس بھیجدوں اور وسیم الدین ظہیر الدین کو منشی۔ میر۔ شیخ۔ خواجہ۔ کیا کر کے لکھوں وہ حاکم کی ایک شمول قیدی اور اُس زمانہ میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آ گئے۔ بالجملہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ

میرے باندا بوندیل کھنڈ آنے کا۔ مَیں نے سب سامان سفر کرلیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا۔ قصد یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں گا۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں باندے جاکر ہفتہ بھر رو کر کالپی ہوتا ہوا آپکے قدم دیکھتا ہوا بسبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا ناگاہ حضورِ والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا اورنگ خاں میرا بھائی مرگیا ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ٭ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے تھا مگر منتج اس شکل کا آپکے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجیے گا میراجی آپکے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا۔ اسواسطے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا۔

ایضاً پیر و مرشد۔ کورنش۔ مزاج اقدس۔ الحمد للہ تو اچھا ہے حضرت دُعا کرتا ہوں۔ پرسوں آپکا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا۔ آپ کو مبدأ فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا مجھتا مجھتا ایک لطیفہ نشاط انگیز سُنیئے۔ ڈاک کا ہرکارہ جو بلی ماروں کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں میں ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ ڈھمک داس ہے۔ مَیں بالاخانہ پر رہتا ہوں حویلی میں اگر اُس نے داروغہ کو خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا اب کالپی سے خطاب کپتانی کا حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا۔ اُس قرم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں۔ شاید ماہِ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہ آئندہ یعنی اگست میں یہاں آجائیں انکو تو یہ تخفیف تصدیع دیتا ہوں۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اُٹھائیں جسقدر کہ علم انکو اِس خاندان محبت نشان کے حال سے حاصل ہو گیا ہو کافی ہے۔ مولانا قلق کے نام کی عرضی اُن کو پہنچا دیجیے گا اور جناب نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا۔ +

دلی آئی تھی۔ یا خود قہرِ الٰہی کا پے بہ پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ورنہ سرتاسر قلمرو ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام۔ +

ایضاً پیر و مرشد، بجے تھے میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا میں نے کھولا پڑھا۔ بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا۔ سرے سے سنئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا اُسکی رسید آئی کٹے کٹے ہوئے شعر اُلٹے آئے اُنکی قباحت پوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیے گئے۔ لو صاحب اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب آپ جناب نہیں آیا شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ اُن کو دیا جواب میں جو کچھ اُنہوں نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا۔

پُر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا	اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے +

سوچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ گئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں۔ خیر اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑھی میں اُبال کیوں آئے۔ بندگی بیچارگی۔ پانچ لشکر کا حملہ پے در پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اُس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا۔ دوسرا لشکر خاکیوں کا اُس میں جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی۔ سراسر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اُس میں ہزارہا آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہیضہ کا۔ اسمیں بہت سے پیٹ بھرے مرے پانچواں لشکر تپ کا اُس میں تاب و طاقت نہ پائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا۔ میرے گھر دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا۔ ایک داروغہ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔ برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش۔

وہ چھوڑ دے ۔ یہ آپکی تحریر سے نہیں معلوم ہوتا کہ ابھی منحصر اسمیں ہے کہ قیدی دریاے شور کو نہ جاوے
اور یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پاوے ۔ خواہش
کیا ہے اور کارپرداز سے کسطرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں ۔ پھر جو کچھ لکھوں
اُسکو کہاں بھیجوں ۔ طریق یہ ہے کہ میاں امیرالدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں
اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہوں ۔ میں کیا جانوں کہ امیرالدین کا مسکن کہاں ہے منشی صاحب کو خط
بھیجدوں اُنکے نزدیک احمق بنوں کہ کس امر موہوم مجہول میں مجکو لکھا ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو دیکھ
کر تفحص کریں کہ امیرالدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے بہرحال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ
آپکے نام کا روانہ کرتا ہوں ۔ اسمیں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے ۔ کھلا ہوا اُسکو پڑھ کر میاں
امیرالدین کے پاس بھیجدیجیگا ۔ مگر گوند لگا کر ۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کا
خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجئے اور لکھ بھیجیے کہ اُس مسودہ کو صاف کرکے کہاں بھیجوں ۔ +

ایضاً خداوند نعمت ۔ شرف افزا نامہ پہنچا ۔ شاہ اسرارالحق کے نام کا مکتوب اُنکی خدمت میں بھیجدیا گیا
جناب شاہ صاحب سالکِ مجذوب یا مجذوب سالک ہیں ۔ اگر جواب بھجوا دینگے تو جناب میں ارسال کیا جائیگا
قصیدہ کو بارہا دیکھا اور غور کی جس طور پر ہے اسمیں گنجائش اصلاح کی نہ پائی ۔ یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف
بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے اور نہ کوئی لفظ بیمحل اور بیموقع نہیں ۔ کوئی ترکیب فارسی محاورہ
سے باہر نہیں مگر ہاں طرزِ گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہیئے ۔ دوسرا قصیدہ اِن دنوں میں ایک اور
لکھنا اور وہ تکلف بارد ہی ۔ بلکہ شاید حضرت کو منظور بھی نہو ۔ پس شرم کم خدمتی سے و انفعال اور فرط
خجلت سے سر در پیش ہو کر قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں ۔ خدا کرے موردِ عتاب نہ ہوں ۔ غلہ
کی گرانی آفت آسمانی امراض دموی بلاے جانی انواع واقسام کے اورام و بثور شائع ۔ چارہ
ناسود مند دسی ضائع ۔ میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو بہر دن چڑھے وہ لیچ باغی میرٹھ کے

برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہو سکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتی
قاطع برہان میں جو برہان کا لفظ ہے یہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کے رو کو قطع سمجھکر قاطع برہان
نام رکھا تو گناہ معاف۔ دوسرا ایراد یہ ہے ؎ بانگشتیان تیزہ بجا ؛ انگلش کا نون ملفوظ میں
نہیں آتا۔ میں پوچھتا ہوں خدا کے واسطے انگلش اور انگریز کا نون باعلان کہاں ہے اور اگر ہے بھی
تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں اگر انگلش کے نون کو غنہ
کر دیا تو گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپکے پاس بھیجا ہے اُسکو غلط نامہ شاملہ کے بعد لگا کر جلد
بندھوا لیجیے گا۔ حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا ؎ این ہم کہ جواب بے
نویسد جواب است ؛ سمجھ لو اور چپ رہو۔ میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ لکھے گا کہ میں نے تمھارا بھی پوچھا
اس لئے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کریں گے
فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو۔ امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں۔ ایک صاحب میر نیم
یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبرآباد ہوئے تھے۔ کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی
ہو گئے تھے۔ زبان آور اور چالاک اکبرآباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے ہاں دو ایک بار
آئے تھے پھر وہ خدا جانے کہاں گئے۔ میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے
امجد علی شاہ کے عہد میں اُن کا خط ناگاہ مجھکو بسبیل ڈاک آیا۔ چونکہ اُن دنوں میں دماغ درست اور حافظہ
برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں خط میں مجھکو پہلے یہ مصرعہ لکھا ؎ از بخت شکر دارم و
از روزگار ہم ؛ آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا۔ جے پور نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے
بعد کہاں گیا اور کیا کیا۔ اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر سے ملا ہوں۔ بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ
کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خاں اور بہادر کا خطاب دیا ہے
مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر کو میرے لئے آپکا بہت مشتاق کیا ہے

کھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا بڑا انبار ہے۔ ربیع کیواسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائیگا۔ آہاہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی۔ مغل علیخاں غدر سے کچھ دن پہلے مستسقی ہو کر مر گئے۔ ہے ہے۔ کیونکر لکھوں حکیم رضی الدین خان کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی ماردی اور احمد حسین خاں اُن کے چھوٹے بھائی اُسی دن مارے گئے۔ طالع یار خاں کے دونوں بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے عذر کے سبب جا نہ سکے یہیں رہے۔ بعد فتح دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی۔ طالع یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہے کہ مُردہ سے بدتر ہوں گے۔ میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگ گئے تھے وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے۔ اورنگ آباد میں رہے۔ حیدرآباد میں رہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے۔ سرکار سے اُن کی صفائی ہو گئی لیکن صرف جان بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علیخاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پا کر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار میں داخل ہو گیا۔ ہاں قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام کی والدہ کے نام کے ہیں وہ اُنکو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو ملگئی۔ فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں شاید بہاولپور بھی جائینگے

ایضاً پیر و مرشد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپ کی خیر و عافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سُنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازشنامہ پہنچا قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدانِ برہانِ قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے یعنی ترکیب خلاف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہو سکتی ہے۔ لو صاحب

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے۔ بنمائی لوگ۔ کڑی۔ تختہ۔ کیواڑ چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالح سب لے گئے۔ اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو اُن میں مرمت کا مقدور کہاں۔ فرمایئے مکانات کیوں نہ گریں۔+۔

ایضاً پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا۔ اُسکا جواب ایسی کی کارپردازان ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائگاں نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اَور پہنچا گویا ساغرِ التفات کا دوسرا دَور پہنچا اب ضرور آپڑا کہ کچھ حال استارۂ دُم دار کا لکھوں چنانچہ جس وقت وہ خط پڑھا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی علم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آجاتا ہے ؎ ازین ستارۂ دُنبالہ دارمی ترسم ÷ یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے ؎ زخالِ گوشۂ ابروی یار مے ترسم ÷ کیا آپ مجکو بے ہنری اور ہیچ میرزی میں صاحب کمال نہیں جانتے۔ اور اس عبارت فارسی کو میرا مصداقِ حال نہیں مانتے۔ ہیش لآطبیب و ہیش طبیب ملا پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ۔ آرایش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوّف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اَور کیا رکھا ہے۔ بہر حال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں جس برج میں یہ نظر آئے اُس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں۔ ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہان آباد میں بعد غروب آفتاب اُفق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور اُن دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے درجہ دقیقہ کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی اب وہ دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اُس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں جانتا ہوں

اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھکر میرے پاس بھیجدیجئے تو بیشک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچیگا۔ مَیں نے اُسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اسم یہ ہے ؎

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعاے او
صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار

مگر متردد تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں۔ توکلت علی اللہ بھیجدیا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ آئین شائستہ پیش کرنیکا وعدہ کیا۔ مَیں متوقع ہوں کہ میاں بدرالدین مُہرکن سے میری مُہر خطابی کھدوا کر بھیج دیجئے چاندی کا نگینہ مربع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کر کے بھیج دیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔ پس پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا۔ مَیں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا۔ ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں۔ ایک رات کے بعد حال معلوم ہوا کہ اُس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ۔ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہادری کی مہر تم سے بغیر حاصل کر کے مرشدآباد کو چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سَو روپے دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلیہ دلی کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت تقتضی نہ سکے ہو کہ جو اس شہرپناہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت۔ خفقان۔ مراق انکی خلقت و فطرت میں ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی گری۔ دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے۔ دس بیس آدمی دب کر مرے۔ دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے۔ راقیوں نے غل مچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان بسفر رفتہ کو لکھا۔ جابجا اخبار نویسوں نے اُن سے سُن کر درج اخبار کیا۔ لو اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے۔ وہی دہقانی جواب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسیگا تو پھر کال پڑیگا

خیر و عافیت بہر نمط لکھیے۔ اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام پہنچے۔

ایضاً پیر و مرشد معاف کیجیے گا۔ مَیں نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں بھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے۔ پرسش کے بعد بھی کوئی بات نہیں سُنی۔ سُنیئے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات تینوں فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ مگر کہ باری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو۔ اور پورب میں ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بالانفراد بہہ رہی ہے اور وہاں کہیں کہیں کہیں۔ اور ندی کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں۔ مجمع البحار ہے۔ حضرت نے خوب وکالت کی۔ مولانا خلیق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی۔ کہہ دو گے کہ گناہ معاف کیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانوں گا یہ دن مجھ پر بُرے گذرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بعینہٖ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا۔ خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے۔

آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں	سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر بے چین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا مفصل لکھیے۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو اور زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجیے۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں۔ کبوتر و نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہٖ ارسال کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب سید العلما نقش نگین۔ میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔

کہ یہ صورتیں قہرِ الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قِران النحسین پھر کسوف۔ پھر خسوف۔ پھر صورت پرکدورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکۂ معظمۂ انگلستان نے فرزندِ ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا ہوں چنانچہ بہ شمول دستنبو نظر انور سے گزرا ہوگا ؎ تا نہال دوستی کے بر دہد ؂ حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم

ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسمِ تہنیت بجا لاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ کا خط لایا ؎ این کہ مے بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب ؂ منہ پیٹتا ہوں اور سر ٹپکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الٰہی حیاتِ جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار الدولہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں۔ پھر اسکے بعد مروں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جانکاہ اور جاں گزا ہے پر بموجب تلف المال خلف العمر عمر فزا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اسکو عمر کی قیمت جانئے اور ثبات ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانئے۔ اللہ تعالیٰ وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تا قیامت رکھے۔ میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد نثر میں بعبارتِ فارسی نا آمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کو مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستنبو اسکا نام رکھا ہے اور اس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانوں گا اور اس کو ہم سخنی اور ہمزبانی جانونگا۔ جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے اب جو خط لکھئے تو انکی

اسد اللہ بیگ غالب ؎

سر رشتہ در کف ارنی گوے طور بود		رفت آنکہ باز جستن مدارا طلب کنیم

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہاے کیا غزل لکھی ہے۔ قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا میں سخن ناشناس اور ناانصاف ہوں کہ ایسے کلام کے حک و اصلاح پر جرأت کروں ؎ چہ حاجت ست مشاطہ روے زیبا را ۔ ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں ؎ ای مطرب جادو فن بازم رہ ہوشم زن ۔ دو میم آپڑے ہیں۔ ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں ؎ ای مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن ۔ اب دیکھیے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں۔ اتنی عنایت فرمائیے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیئے گا۔ زیادہ حدِ ادب۔

ایضاً کیونکر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں واہ کیا ہوشمندی ہے۔ کہ قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم سُن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن۔ اے ایاز حدِ خود بشناس۔ مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کیا روش ہے۔ پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ آنے کا شکریہ ادا کر۔ اور یہ کہہ کہ جو میں قصور کر رہا تھا وہ یوں ہوا یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا۔ اسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے ؎

محمل مہر جہانتاب بمیزان آمد		گرمی از آب بروں رفت و حرارت ز ہوا

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جاے تو کیا کہنا ہے ورنہ بحسب راے طبیب تنقیہ کروا لیے مجکو بھی آج دسواں منضج ہے۔ پانچ سات دن کے بعد مسہل ہو گا۔

اُس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۲۷۰ ہوتے ہیں۔ تخرجہ نئی روش کا میرے خیال میں آیا۔ میں سمجھتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں **قطعہ**

حسین ابن علی آبروے علم و عمل		کہ سید العلما نقش خاتمش بودے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر		غم حسین علی سال ماتمش بودے

زیادہ حد ادب فقط

ایضاً پیر و مرشد خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا خاکسار نے عرض کیا ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس مُہر اور کون کھود سکے گا۔ ناچار میں نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھجا۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ پڑھ لیں سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرماویں۔ پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجئے گا۔ تعجب ہو کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو پُہنچا دیئے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے جناب منشی نادر علی صاحب کو میرا سلام اور اشتیاق پُہنچے۔

ایضاً بندا اللہ کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بہ خیر و عافیت ہے پہلے نوازشنامہ کا جواب باآنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک کرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ بیمار میں ہوں چنانچہ کل میرا سہل ہو گا۔ اس سبب سے اس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپنے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جاے اور ارنی بروزن خمپے گنجایش پاے تو نعم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبدالقادر بیدل **ع**

چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و مگریز		کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی

نزدیک ہے تو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ	مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپکے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیجدونگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں ؎

از خونِ دل نوشتم نزدیک دوست نامہ	انی رایت دھراً فی ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیے گا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجیے گا۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلاے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو۔ موردِ ستم ہاے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھیے۔ خواجہ اسمٰعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سنیئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں آپ انکے خط کے حامل ہونگے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں مترصد ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں ؎

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ اور پھر تمہاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل نے مزا پایا۔ کل تک اس نام کو سُن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاشکے تم یہاں آجاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر مہدی صاحب

ایضاً پیر و مرشد - آداب - مزاج مقدس - میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے - ایک فصد بائیں - منضج جاری مسہل کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا - پانی برف آب ہو گیا ہے کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے - یہ ضعف ضعفِ ہمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل کر سکیں غزلوں کو برسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں - خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سُن لیجیے اور میری داد دینے کی داد دیجیے - مولانا قانع نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سر حد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجکو ایمان نصیب نہ ہو - یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کیواسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں - کوئی بات بیجا ہو کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجا لاؤں - زیادہ حد ادب -

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں - امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے جو کیونکر ہو سکے ایک وقتِ خاص میں ایک امرِ خاص موجبِ انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپکے اِس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا - سبحان اللہ اکثر امور میں تمکو ہم طالع پاتا ہوں - عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہمقوم تو سراسر قلمرو ہند میں نہیں - سمرقند میں دو چار - یا دشت قبچاق میں سو دو سو ہوں گے مگر یہاں اقربائے سببی ہیں - سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں اسیر ہوں انتیس برس ستم اُٹھائے ہیں

گر وہم شرح ستم ہای عزیزاں غالب
رسمِ اُمید ہمانا ز جہاں برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تمکو مدد دے سکتا ہوں - اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں - ساحل

تم مجھے کس کو سونپ چلے ۔ جواب کا طالب غالب ۔ ۱۰ جولائی سنہ ۱۸۶۲ء ۔

بنام مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک

ولا الرحمن الطاف خفیہ ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی ۔ تم غنیمت ہو ۔ جان ہے تو جہان ہے کہتے ہیں کہ خدا سے نا اُمیدی کفر ہے ۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے نا امید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدۂ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی ۔ چل بھی نہ دنیا نہ دین ۔ مگر تم حتی الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے نا امید نہ ہو ۔ ان مع العسر یسرا کو اپنے نصب العین رکھو ۔ در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ✤ گھر میں تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے ۔ محمد میرزا پنجشنبہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آ جاتا ہے ۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے ۔ یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی بندگی کہتے ہیں ۔ کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے ۔ اوروں کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کورنش بھی بجا لائیں ۔ خط بھیجتے رہا کرو ۔ والدعا ۔ مرگ کا طالب غالب ۔ صبح دوشنبہ ۲ صفر و ۱۵ جولائی سال حال

ایضاً ۔ میری جان کن اوہام میں گرفتار ہے ۔ جہاں باپ کو بیٹھ چکا اب چچا کو بھی رو ۔ تجھ کو خدا جیتا رکھے ۔ اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے ۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی ۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں ۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں ۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے ۔ جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی ۔ بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں ۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں ۔ لے اب تو قرضداروں کو جواب دے ۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرا بڑا ملحد مرا بڑا کافر مرا ۔ ہم نے ازراہِ تعظیم جیسا بادشاہوں کو بعد ان کے جنت آرامگاہ و عرش نشیمن خطاب دیتے ہیں ۔ چونکہ یہ اپنے کو شاہ قلمرو سخن جانتا تھا ۔ سقر مقر اور ہاویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے ۔ آئیے نجم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار بھوگ سنا رہا ہے ۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں ۔ اجی حضرت نواب صاحب ۔ نواب صاحب کیسے

وہ تحریر تمھاری بہ نسبت میرے دیکھکر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری ان کی ملاقات ہوگی تو تمکو معلوم ہوگا
بھائی تمھارے سالے صاحب غرور کے پتلے ہیں وہ ایکبار میں نے اُن کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا۔
تم سچ کہتے ہو یہ لوگ وہی آب و گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نبنے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہیں
بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سرفراز حسین
صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملکِ عدم ہوئے
سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے
کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دوشنبہ
۹ر نومبر ۱۸۵۸ء بین الظہر والعصر۔ حوالہ میر مہدی طال عمرہٗ۔

ایضاً برخوردار کامگار میر افضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہٗ۔ بعد دعا کے واضح رائے سعادت انتما ہو
آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے
لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں
نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہے۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے
وہ میر سرفراز حسین کا شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجکو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر
نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی کو پوچھیو تو
کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر منگائی تھی سو لڑکی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے۔
یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچکر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے نامہ و
پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چارشنبہ۔ ششم جولائی ۱۸۵۹ء۔ غالب۔

ایضاً میری جان تمھارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں
بہرحال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے میں نے تمکو خدا کو سونپا

نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے ○

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ　　مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپکے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیجدونگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں ○

از خونِ دل نوشتم نزدیک دوست نامہ　　انی رأیت دھراً فی ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہئیے گا اور یہ خط انکو پڑھوا دیجیے گا۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلائے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو سوز و ستم ہائے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجھکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھئیے۔ خواجہ اسمٰعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سُنیئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپکے خط کے حاصل ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں ترصد یوں ہے کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں ○

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا انکو سلامت رکھے۔ اور پھر تمہاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل نے بڑا مزا پایا۔ کل تک اس نام کو سن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو گالیاں سناتے ہو۔ کاش کے تم یہاں آجاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر مہدی صاحب

ایضاً پیر و مرشد - آداب - مزاج مقدس - میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے - ایک فصد بائیں - منضج چار مسہل کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آ گیا - پانی برف آب ہو گیا ہے کابل کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہی - یہ ضعف ضعفِ محنت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل کر سکیں غزلوں کو برسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں - خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجیے اور میری داد دینے کی داد دیجیے - مولانا قاقی نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجھکو ایمان نصیب نہ ہو - یہ جو آپ نے کلام کے حک و اصلاح کیواسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں - کوئی بات بیجا ہو کوئی لفظ نا روا ہو تو میں حکم بجا لاؤں - زیادہ حدِ ادب -

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں - امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے پھر کیونکر ہو سکے ایک وقتِ خاص میں ایک امرِ خاص موجبِ انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپکے اس خط میں پائی کہ اس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا - سبحان اللہ اکثر امور میں تمکو ہم طالع پاتا ہوں - عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہمقوم تو سراسر قلمرو ہند میں نہیں - سمرقند میں دو چار - یا دشت قپچاق میں سو دو سو ہوں گے مگر ہاں اقربا ہے جیسی ہیں - سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں اسیر ہوں اکسٹھ برس ستم اُٹھائے ہیں

گر وہم شرح ستم ہای عزیزاں غالب
رسمِ اُمید ہمانا ز جہاں برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تمکو مدد دے سکتا ہوں - اللہ اللہ دریا سارا اتر چکا ہوں - ساحل

تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۱۰ جولائی سنہ ۱۸۶۲ع

بنام مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک

والاجمن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ تم غنیمت ہو۔ جان ہے تو جہان ہے کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا ہوں موافق عقیدۂ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بچی نہ دنیا نہ دین۔ مگر تم حتی الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع العسر یسرا کو اپنے نصب العین رکھو۔ در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست۔ گھر میں تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا پنجشنبہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آ جاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی بندگی کہتے ہیں۔ کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے۔ اوروں کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کورنش بھی بجا لائیں۔ خط بھیجتے رہا کرو۔ والدعا۔ مرگ کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۲ صفر و ۱۰ جولائی سال حال

ایضاً میری جان کن اوہام میں گرفتار ہے۔ جہاں باپ کو پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو بیٹھو۔ خدا جیتا رکھے اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوع دے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے۔ جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی۔ بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب تو قرضداروں کو جواب دے۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرا۔ بڑا ملحد مرا۔ بڑا کافر مرا۔ ہم نے ازراہ تعظیم جیسا بادشاہوں کو بعد ان کے جنت آرامگاہ و عرش نشیمن خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اپنے کو شاہ قلمرو سخن جانتا تھا۔ سقر مقر اور ہاویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئیے نجم الدولہ بہادر۔ ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار بھوک رہا ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اجی حضرت نواب صاحب۔ نواب صاحب کیسے

وہ تحریر تمھاری بہ نسبت میرے دیکھکر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری ان کی ملاقات ہوگی تو تمکو معلوم ہوگا
بھائی تمھارے سالے صاحب غرور کے پتلے ہیں وہ ایکبار میں نے اُن کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا۔
تم سچ کہتے ہو یہ لوگ وہی آب گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نبنے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہیں
بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سرفراز حسین
صاحب کو میری دُعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملکِ عدم ہوئے
سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے
کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دُعا۔ دوشنبہ
۹ نومبر ۱۸۵۸ء بین الظہر والعصر۔ حوالہ میر مہدی طال عمرہٗ۔ +

ایضاً برخوردار کامگار میر افضل علی عُرف میرن صاحب طال عمرہٗ۔ بعد دُعا کے واضح رای سعادت انتما ہو
آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے
لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں
نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہو۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے
وہ میر سرفراز حسین کا شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجکو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر
نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دُعا کہنا اور میر مہدی کو جو تمھیں
کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر منگائی تھی سو لڑکی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے۔
یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچکر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے نامہ و
پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ ششم جولائی ۱۸۵۹ء۔ غالب۔ +

ایضاً میری جان تمھارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں
بہرحال میر مہدی کو دُعا کہنا اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے میں نے تمکو خدا کو سونپا

علی نقی خاں وزیر شاہِ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجکو ان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا آج دوشنبہ ۱۸ نومبر کی ہے۔ آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یقینی ہے نو دن راہ دیکھوں گا۔ دسویں دن اگر تمھارا خط نہ آیا تو مَیں تمھارا رفضی بن جاؤنگا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروکہ ہوں اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ رامپور کے سفر میں تاب و طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب اسباب لٹ گیا۔ اگر تمھارے خط کا جواب لکھوں تو محل ترحم ہے نہ مقام شکایت۔ سنو میرے خط کے نہ پہنچنے سے تمکو تشویش کیوں ہو جبتک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ ناتوان و رنجاں ہوں جب مرجاؤنگا تو میرے مرنے کی خبر سن لوگی پس جبتک میرے مرنے کی خبر نہ سنو جانو کہ غالب جیتا ہے خستہ و شرمدہ رنجور و دردمند یہ سطریں لکھ کر اسوقت تمھارے بھائی پاس بھیجتا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفر در وطن ہے بفرض محال اگر گھر میں ہیں تو عنایت اللہ انکو ورنہ محمد مرزا کو دے آئیگا ربیع الثانی جمعہ کا دن صبح کا وقت ہے۔

بنام مرزا باقر علی خاں صاحب کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خاں کو غالب رنجاں کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط آیا۔ تمھارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمھارے لکھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل میرا خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے تمھاری ترقی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کیوں نہ بھیجنے گا۔ بھائی اب میری انگلیاں نکمی ہو گئی ہیں اور بصارت میں بھی ضعف آگیا ہے دو سطریں نہیں لکھ سکتا۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے میں اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ پرسوں کا تمھارا خط آیا ہوا دھرا تھا اب اس وقت مرزا یوسف علیخاں آگئے ہیں اُن سے یہ خط لکھوا دیا۔ تمھاری دادی اچھی طرح۔ تمھاری اماں اچھی طرح ہے تمھارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے تمھاری لڑکی اچھی طرح ہے۔ کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے میرے پاس آجاتی ہے۔

اور خان صاحب آپ جوتی اور انواسیابی ہیں یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو گکو کچھ بولو۔ بولے کیا بے حیا بے عزت۔ کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا میوہ فروش سے آم۔ صراف سے دام قرض لیئے جاتا ہے یہ بھی تو سوچا ہوتا کہاں سے دوں گا۔ ✦

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خان صاحب رضواں

فرزند دلبند شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خفا ہوں تو دُعا اور اگر آزردہ ہوں تو بندگی۔ غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہوگئی ؎ از آمدن کعبہ پشیمانی شدہ باشی ✦ قربان علی بیگ خاں کو دُعا کہنا مرزا تفضل حسین خاں کو دُعا کہنا۔ اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۴ نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب صاحب دَورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤنگا۔ اگر چار روز یہاں رہیں گے پھر نمائشگاہ بریلی کی سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جب آئیں گے تو صاحب کمشنر بریلی کا انتظار کریں گے وہ پنجم دسمبر تک آجائیں گے۔ تین دن جشن رہے گا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب رخصت ہوگا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیرجی بہت یاد آتے ہیں اُن کو دُعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پڑھنا پھر سالک کو پڑھانا۔ پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خان کو دکھانا۔ پھر مرزا تفضل حسین خاں کے پاس لے جانا۔ اس قصیدہ کے ساتھ کی نثر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا شاقب سے مانگ لینا اور اُسکی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے تیس روپیہ کی ہنڈوی سو روپیہ کی باقی حکیم جی کو بھیجدی ہے حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی اُن سے رسید لکھوا بھیجو اور سب جلدوں کے شیرازے بندھ جائیں اور موٹا کاغذ دونوں طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیجدینا یا روپیہ فوراً بھیجدوں گا یا آکر دونگا۔ گورنر کا حال لکھو۔ کون کون حاضر ہوا کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ سیر کے داماد صاحب آتے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو۔ تاں بھائی ٹونک والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور لکھنا

یہ کہنا تکلفِ محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو فکر مجھکو تمھاری ہے
اور جو میری دسترس ہے اُسکو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشاء اللہ تعالیٰ
اوائل ماہ آئندہ یعنی نومبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جائے ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی چُنّی لال
تمھارا قرضخواہ آیا تھا۔ تمھارا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ کہکر اُسکو اس ڈھب پر لایا ہوں کہ سو دو سو روپیہ تمکو
بھیجدے۔ نیبوں کی طرح تقریر اُسکو سمجھائی ہے کہ لالا جس درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اُسکو
پانی دیتے ہیں۔ حسین مرزا تمھارے کھیت ہیں۔ پانی دو تو اناج پیدا ہو۔ بھائی کچھ تو نرم ہوا ہے۔
تمھارے مکان کا پتا لکھوا کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے رامجی داس سے صلاح کر کے
جو بات ٹھہرے گی آپ سے آکر کہونگا۔ اگر وہ روپیہ ہی بھیجدے تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اُسکا
جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسد اللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنے والا ہے
بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے۔ میں نے خط اُن کو
خط نہیں دکھایا۔ مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں اُنھوں نے کہا میرا سلام
لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دعا سلام کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو دعا کے
معلوم ہو کہ اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس مرزا کے نام کا تمھارا رقعہ اُنکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر۔

ایضاً نواب صاحب آج تیسرا دن ہے کہ تمکو حال لکھ چکا ہوں۔ محمد قلی خاں آئے۔ ہم میں اُنمیں باہم گفتگو
ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد آمد میں کچہریاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ یا ۲۰ دسمبر کو میرٹھ
خیام ہوگا۔ دربار وہیں ہوگا۔ رہا دلی کا آنا۔ امر مشتبہ ہے۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے جریدہ
بسبیل ڈاک آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے مع لشکر آئیں گے ۱۳ دن یہاں رہیں گے آج ۱۵ دسمبر کی ہے
جو کچھ واقع ہو گا وہ تمکو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامہ کے عمل میں آئیگی
خاطر عاطر جمع رہے۔ تمھارا دوست بھی حسب الحکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسوں میرٹھ کو جائے گا اور

ایضاً نورِ چشم و راحتِ جان مرزا باقر علیخان کو فقیر غالب کی دُعا پہنچے۔ تمہارا خط جو میرے خط کے جواب میں تھا وہ مجھکو پہنچا اُسمیں کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ اِس خط میں ایک نئے امر کی تمھیں اطلاع دیتا ہوں وہ امر یہ ہے کہ میں نے اگلے مہینے میں سبدِ چین کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا افضل حسین خان کی معرفت الور کو بھجوائی تھی سو ایک ہفتے میں حضور پُرنور مہاراؤ راجہ بہادر کا خط اُنہیں کی معرفت مجھکو آیا حضور نے ازراہِ بندہ پروری و قدر افزائی القاب بہت بڑا مجھے لکھا اور خط میں فقرے بہت عنایت اور التفات کے بھرے ہوے درج کیے۔ تم تو وہیں ہو تمکو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجھکو کیوں نہیں لکھا اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہیں اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سُن کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔ ۷ دسمبر ۱۸۶۶ء۔

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخان کو غالبِ نیمجان کی دُعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا مگر تمنے اپنے مکان کا پتا تو لکھا ہی نہ تھا فقط الور کا نام لکھکر چھوڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا۔ بارے ابابا شہاب الدینخان کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب میں تمکو خط لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیجدی۔ مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ر نومبر ۱۸۶۶ء۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمہارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محمد قلی خاں صاحب ہمہ تن مصروف ہیں۔ دووالی کی تعطیل ہو چکی ہے۔ نوندرائے کی بی بی مرگئی ہے وہ غمزدہ ہو رہا ہے مگر خیر کام کریگا۔ کاشی ناتھ بے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکیدی اُسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں یہ امر اُس پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمھیں یوں لکھا ہے مطلب اپنا اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو میں حاضر ہوں

ہمشیر کی درخواست کیونکر گزرے جب وہ خود آئیں اور درخواست دیں اور منظور ہو اور مکان ملے تو آپ تمام شہرستان ویران میں سے ایک حویلی ملے گی اور اُن کو یہاں رہنا ہو گا کیونکہ اُس ویرانہ میں تنہا رہینگی سہم کر دم نکل جائیگا۔ مانا کہ جبر اختیار کر کر رہیں سکھائیں گی کہاں سے۔ بہرحال یہ سب خیالاتِ خام اور جھگڑے ناتمام ہیں ہاں نقل لینی اور مرافعہ کرنا اور نقل حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا پھر اُس حکم کی نقل لینی یہ مراحل ایسے نہیں کہ جلد فیصل ہو جائیں حکام بے پروا۔ مختار کار عدیم الفرصت۔ میں پاشکستہ۔ محمد قلی خاں کبھی یہاں کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں کے مکاناتِ شہر اُنکو مل گئے اور حکم ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو۔ اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ نواب حامد علیخاں کے مکانات سب ضبط ہو گئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع متوسلوں کے رہتے ہیں۔ باہر جانیکا حکم اُنکو بھی نہیں۔ مرزا الٰہی بخش کو حکم کہ ابھی بند رہ جانے کا ہے۔ اُنہوں نے زمین پکڑی ہے۔ سلطان جی میں رہتے ہیں عذر کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ جبر اُٹھ جائے یا یہ خود اُٹھ جائیں۔ *

ایضاً نواب صاحب پرسوں صبحکو تمہارا خط پہنچا۔ پہر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے قریب بہلول شاہ کی قبر کے سامنے خیمۂ خاصہ بپا ہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک اُترا ہے پنجشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۹ع۔ اب غالب کے مصیبت کی داستان سنئے۔ پرسوں تمہارا خط پڑھ کر لشکر کو گیا۔ میر منشی سے ملا۔ اُن کے خیمہ میں بیٹھکر صاحب سکرٹر بہادر کو اطلاع کروائی۔ چپراسی کے ساتھ کلو بھی گیا تھا۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا۔ خبر کروائی۔ حکم ہوا کہ غدر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تھے اب ہمسے ملنا کیوں مانگتے ہو عالم نظر میں تیرہ و تار ہو گیا۔ یہ جواب پیام نومیدی جاوید ہے نہ دربار نہ خلعت نہ پنشن اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بقیہ خبر لشکر یہ ہے کہ راجہ بھرتپور برات لیکر پٹیالہ گیا تھا اور اس سبب سے آگرہ میں لارڈ صاحب سے نہیں ملا تھا۔ ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا آج اُس کی ملازمت ہے یکشنبہ

اُدھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئیگا۔ میرا دربار اور خلعت دریا برد ہوگیا۔ نہ جشن کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت۔ نہ مزا نہ انعام نہ رسم معمولی قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کی دُعا پہنچے۔ پرسوں کلو جوتا لے آیا۔ کل دونوں طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کارپردازوں نے اُلٹا پھیر دیا اور کہا کہ پولندہ بنا لاؤ۔ پولندہ بنا کر لے گیا کہا بارہ پروونے لے لیا۔ بیٹھا رہا۔ رات کو نو بجے اُسکے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تمکو پہنچ جاوے اور پسند آوے۔ قصیدہ کے باب میں مَیں مایوسِ مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی بادِ مخالف کی تمھاری تحریر سے معلوم ہوئی۔ خیر مفتی جیسے کے حکم کی تعمیل ہوگئی۔ فیلخانہ ملک ہیرا لال ڈگی کی کوٹھاوی گھنگاتا سب گرائے گئے۔ بُلاقی بیگم کا کوچہ التوا میں ہے۔ اہلِ فوج ڈھانا چاہتے ہیں۔ اہلِ قلم بچاتے ہیں۔ دیکھئے پایانِ کار کیا ہو۔ جمعہ ۱۶؍ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ء

ایضاً۔ جنابِ عالی۔ کل آپکا خط لکھا ہوا شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لُطف یہ کہ کل ہی سہ شنبہ کا دن ۸؍ نومبر کی تھی۔ آج بدھ کا ۹؍ نومبر کی صبح کیوقت مَیں تمکو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار یوسف مرزا خان کا خط لکھا ہوا ۳؍ نومبر کا پہنچا۔ اب مَیں دونوں خطوں کا جواب باہم لکھتا ہوں۔ دونوں صاحب باہم پڑھ لیں۔ مرزا آغا جانی صاحب اچھی طرح ہیں ان کو تپ آگئی تھی اب تپ مفارقت کرگئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے آگئے میرے پاس آئے تھے۔ کاشی ناتھ سراسر پہلوتہی کرتا ہے۔ لونڈے کو تاکید کرتے ہیں۔ آجکل یہاں پنجاب احاطہ کے بہت حاکم فراہم ہیں۔ پون ٹوٹی کے باب میں کونسل ہوئی۔ پرسوں ۷؍ نومبر سے جاری ہوگئی۔ سالگرام خزانچی۔ چھنامل۔ مہیش داس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق امانی سپرد ہوا۔ غلہ اور اُپلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جسپر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے۔ خلق کا ازدحام ہے آگے حکم تھا کہ مالکانِ مکان رہیں کرایہ دار نہ رہیں پرسوں سے حکم ہوگیا کہ کرایہ دار بھی رہیں کہیں یہ نہ سمجھنا کہ تم پائیں یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے اور ہمیشہ سے کرایہ کے مکان میں رہتے تھے وہ بھی آ رہیں مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو

انشاءاللہ العلی العظیم۔ یوسف مرزا خاں کو دُعا پہنچے۔ حال قصیدہ و مخمس کا معلوم ہوا۔ قبلہ و کعبہ وہ کرے جس نے آبا
و اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہوں اُن کو منظور ہے کہ دُعا کا عطیہ جدِ ابائوں اور ثنا کا صلہ جدِ ابائوں
کارساز ما بفکرِ کارِ ما ہ لیکن میری جان انصاف تو کر۔ ان صلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ
ہے۔ زندگی میری کب تک سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سالِ آئندہ کے۔ اسی مہینے میں اپنے آقا کے
پاس جا پہنچتا ہوں۔ وہاں نہ روٹی کی فکر نہ پانی کی پیاس نہ جاڑے کی شدت۔ نہ گرمی کی حدت۔ نہ حاکم کا
خوف نہ مخبر کا خطر۔ نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت گھی منگاؤں نہ روٹی پکواؤں
عالمِ نور اور سراسر سرور ؎ یا رب این آرزوے من چہ خوش ست ؛ تو بدین آرزو مرا برسان ؛
بندۂ علی ابن ابی طالب۔ آرزو مند مرگ۔ غالب۔ روز سہ شنبہ ۱۳ دسمبر ۱۸۵۹ء ؛

بنام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہے ذرا یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب وہ آئے۔ میاں میں نے کل خط تمکو بھیجا ہے مگر تمہارے
ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے۔ ابو المفضل حسین خاں اپنے ماموں مؤید الدین خاں پاس میرٹھ
ہے۔ شاید دلی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد اُن کے غلام علی خاں اکبرآباد میں ہیں کتب داری
کرتے ہیں۔ لڑکے پڑھاتے ہیں۔ روٹی کماتے ہیں۔ تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علی شاہ کے کلکتے گئے
تمہارے ماموں محمد قلیخاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ بنارس آ گئے۔ اس خبر کو اُس خبر کے
ساتھ منافات نہیں ہے۔ اُدھر سے آپ بنارس کو چلے ہوں۔ اِدھر سے بیگمات کو وہاں بلا ہو مگر
میری جان ہم کو کیا ؎ عالم پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب ؛

ایضاً۔ آؤ صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی اور
اُنیسویں اپریل کی صبح کو بھائی فضلو جنکو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں۔ اور ہمنے احتلام الدولہ خطاب دیا
ہے وہ تین پاؤ کھجوریں اور ایک ٹین کا لوٹا اور دو سوت کی رسیاں لیکر بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ہو کر الور کو

شنبہ ۱۲ دسمبر ۱۸۵۹ء گیارہ بجے ہوں گے یہ خط لکھ رہا ہوں تو میں چل ہی ہیں شاید راجہ صاحب کی ملاقات
اسوقت ہوئی۔ کل یکشنبہ ہے۔ پرسوں دوشنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پشاور تک
جائیں گے۔ کل صبح کو محمد قلی خاں آئے ایک عرضی انگریزی اُن کے ہاتھ میں۔ کہنے لگے یہ عرضی طالب علی
فیلبان نے مجھکو بھیجی ہے اور کہا ہے کہ اسکے گزرانے کا موقع نہیں۔ میں اسوقت سوار ہوا چاہتا تھا
تمھارے پاس بھیجکر گیا۔ اپنا داغِ حسرت جیسا اوپر لکھ آیا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیخان الور میں مستسقی ہو کر
مر گئے۔ خدا اُن کو بخشے اور مجھکو بھی یہ دن نصیب کرے۔ کمشنر صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں
اور نہ کسی انگریزی خوان سے اُسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا سمجھا ہے کہ ایک محکمہ لاہور معاوضہ نقصان
رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کا لوٹا گیا ہے البتہ اُسکا معاوضہ بحساب دہ یک سرکار سے
ملیگا یعنی ہزار روپے کے مانگنے والے کو سو روپیہ ملیں گے اور جو گوروں کے وقت کی غارتگری ہے وہ ہدر اور
مُہمل ہے اُسکا معاوضہ نہ ہوگا۔ شاید یہی کمشنر ہوں۔ مکانات کہ حامد علی خاں کا ذکر کیوں لکھتے ہو وہ تو مدت
سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی۔ محل سرا اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب
پھاٹک اور سرا دُکانیں گرادی گئیں۔ سنگ و خشت کا نیلام کرکے روپیہ داخل خزانہ ہوا مگر یہ نہ سمجھو کہ حامد علی
خان کے مکان کا عملہ بکا ہے۔ سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان ڈھا دیا۔ جب بادشاہ اودھ کی املاک کا
وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کو کون پوچھتا ہے۔ تم اب تک سمجھے نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھے ہیں اور نہ کبھی سمجھوگے
کیسا زمانہ ہے کیسی عقل کیا علم کیسا مرافعہ۔ جو احکام کہ دلی میں صادر ہوئے ہیں وہ احکام قضا و قدر ہیں اُنکا مرافعہ
کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے نہ املاک رکھتے تھے نہ پنشن رکھتے
تھے۔ رامپور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو گیا۔ جب تم لکھتے ہو کہ تبدیل تم وہاں جاؤ تو مجھکو ہنسی آتی
ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ طالع وہ رجب المرجب میں دیکھوں جو تدبیر و تقدیر کے باب میں تم نے کی ہے وہ فی الحقیقت بہت
مناسب ہے بشرط پیش ہونے اور ولایت پہنچنے کے سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرانہ سری اپنی بیقراری

ایضاً - یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارا خط کل منگل کو پہنچا۔ آج بدھ ۱۰ شوال اور ۹ مئی کی ہے اُس کا جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم ماسٹر پیارے لال صاحب سے میری ملاقات نہیں ہے ہاں ایک خط جو صاحب سے اُن کے نام کا خط کھلا ہوا تمکو بھیجتا ہوں پڑھ کر بند کر کے اُن کو دو اور اُن سے ملو اور جو کچھ وہ کہیں مجکو لکھو۔ احتشام الدولہ بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانے کتاب کسکو کہتے ہیں اور اگرہ کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ کون سے درخت کا پھل ہے میرا اُردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے مصطفےٰ خاں کو دے آئے ڈاک میں اُسکی رسید آگئی۔ نہ برہان قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جسوقت تمہارا خط آیا اُسوقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اسوقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا ہے یہ دونوں صاحب تمکو اور بھائی فضلو کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلو سے یہ کہدینا کہ باتفاق رائے منشی میر احمد حسین اب باغ کی درخواست کی عرضی بیفائدہ بلکہ مُضر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اُسکو بیچ کر روپیہ تمکو بھجوادیں گے۔ غالب۔

ایضاً یوسف مرزا کیونکر تجکو لکھوں کہ تیرا باپ مرگیا۔ اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کرو مگر صبر۔ یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنائے روزگار کا ہے۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ صبر کرو۔ ہائے ایک کا کلیجا کٹ گیا ہے اور لوگ اُسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ بھلا کیونکر نہ تڑپے گا۔ صلاح اس میں نہیں بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سرو پا کسکو کہتے ہیں تو میں کہوں گا۔ یوسف مرزا کو تمہاری دادی لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جوانمرد ایکبار دونوں قیدوں سے چھوٹ گیا نہ قید حیات رہی۔ نہ قید فرنگ۔ ہاں صاحب وہ لکھتے ہیں کہ پنشن کا روپیہ مل گیا تھا وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہے کہ مجرم ہو کر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو اُس کی پنشن کیونکر ملے گا۔ اور کس کی درخواست سے ملیگا۔ رسید کس سے لیجائیگی۔ مصطفےٰ خاں کی رہائی

روانہ ہوئے۔ پہر دن چڑھے ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ محکمہ لاہور سے میر کاظم علی کا لایا۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ تمہارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے۔ تمہارا خط اُنکو دیدیا وہ اُسکو پڑھ رہے ہیں اور اب میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میری طرف سے تعزیت کرنا کہ میرے بھائی صبر کرو اور چپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعوں میں ایک قطعہ رہا۔ ماہرو خوش خرام کی جگہ مہ رخ خوش خرام بنا دیا ہے۔ قطعہ اچھا ہے بشرطیکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنے زوجہ کے واسطے گوارا کرے۔ خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے والیٔ رامپور کو اس پنشن کے اجرا میں کچھ دخل نہیں یہ کام خداساز ہے۔ بہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ناظر جی نے تمہارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں مسودہ عرضی کا میرے پاس آگیا۔ میں تمکو دکھاؤنگا خیر تمنے جو لکھا ہوگا وہ مناسب ہوگا خدا راس لائے اور کام بن جائے۔ الکزنڈر ہدلی صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیکبخت اور سعادتمند ہیں۔ میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سپارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے دریافت کر لو۔ ان دو مقدموں میں میں نے اُن کو دو خط لکھے مگر اُنھوں نے ایک کا بھی جواب نہیں لکھا۔ اور اُن مقدموں میں کوشش بھی نہیں کی۔ اب اس کو سمجھکر جو کچھ لکھا اُسکے موافق عمل میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب اور سجاد مرزا آج گھر گئے وہ تمکو دعا اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے۔ اپنے آنے میں جلدی نہ کرو۔ ماں کی رضاجوئی کو سب اُمور پر مقدم جانو۔ میں ابھی رامپور نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرط حیات جاؤنگا یعنی اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر میں قصد ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمہارے پاس پہنچے۔ اُن کے نام کا حکمنامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا۔ خبردار جاتا نہ رہے جب وہ پہنچیں تب اُن کو حوالہ کرنا۔ صاحب حسن تقریر۔ یہ باتیں غیرت کی ہیں۔ جس طرح اپنے اور بچوں کو دونگا مظفر میرزا اور تمکو بھی اسیطرح بھجواؤنگا۔ ہمشیرہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ یکشنبہ وقت نیمروز ہفتم رمضان و ۲۹ اپریل۔ غالب۔

اجل چاہتا ہی۔ کیا ہوتا ہی جو ہونا تھا سو ہو لیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال
اپنا تمکو مفصل لکھ چکا ہوں۔ وہ دہلی اُردو اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت مفید مطلب ہے ورنہ خیر کچھ محل
خوف و خطر نہیں ہے۔ حکّامِ صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کریں گے میں نے سکہ کہا نہیں اگر کہا تو اپنی
جان اور حُرمت بچانے کو کہا یہ گناہ نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار
بھی اُسکو نہ مٹا سکے۔ سبحان اللہ گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانی اور بنک گھر اور میگزین کا
لُوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں۔ ہاں صاحب گولہ انداز کا بہنوئی مددگار
ہے اور شاعر کا سالا بھی جانبدار نہیں۔ لو حضرت میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر افضل حسین
کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑا۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب کل لاؤں گا۔ میں تو صبح کو یہ خط
روانہ کرتا ہوں وہ آج یا کل جب خط لاویں گے اُسکو جداگانہ لفافہ میں روانہ کرونگا۔ مظفر مرزا
دیکھیے کب تک آوے اور مجھ سے کیونکر ملے۔ ایک لطیفہ پرسوں کا سُنو۔ حافظ ممّوں بے گناہ ثابت
ہو چکے۔ رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ املاک اپنی مانگتے ہیں۔ قبض و تصرف
اُنکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر۔ پرسوں وہ حاضر ہیں۔ مثل پیش ہوئی۔ حاکم نے پوچھا
حافظ محمد بخش کون عرض کیا کہ میں۔ پھر پوچھا کہ حافظ ممّوں کون۔ عرض کیا کہ میں۔ اصل نام
میرا محمد بخش ہے۔ ممّوں ممّوں مشہور ہوں۔ فرمایا یہ کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ ممّوں
بھی تم۔ سارا جہان بھی تم۔ جو دُنیا میں ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کسکو دیں۔ مثل داخلِ دفتر ہوئی۔
میاں ممّوں اپنے گھر چلے آئے۔ ہاں صاحب خواجہ بخش درزی کل تیسرے پہر کو میرے پاس آیا میں نے
جانا ایک ہاتھی کوٹھے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔ میرن صاحب آج
کل پانی پت کو جایا چاہتے ہیں۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی الور سے آئے ہوئے سلطان جی میں
میں اُترے ہوئے ہیں۔ دن پندرہ ایک ہوئے محمد قلیخاں میری ملاقات کو آئے تھے۔ علی جی میر

کا حکم ہوا مگر پنشن ضبط۔ ہر چند اس پرسش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہے تمہارے خیال میں جو کچھ
آئے وہ مجھکو لکھو۔ دوسرا امر یعنی تبدّل مذہب عیاذاً باللہ۔ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہاں یہ ٹھیک کہ حضرت تو
چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سو سمجھے ہوں گے کہ ان صورتوں میں اپنا کام نکالو اور رہا ہو جاؤ عقیدہ کب
بدلتا ہے۔ اگر یہ بھی تھا تو اُن کا گمان غلط تھا۔ اس طرح رہائی ممکن نہیں۔ قصّہ مختصر تمہاری دادی کا خط جو تمہارے
بھائی نے مجھکو بھیجا تھا وہ میں نے تمہارے ماموں کے پاس بھیجدیا۔ اُن کی جاداد کی واگذاشت کا حکم ہو تو گیا ہے
اگر اُن کے بڑے بھائی کے یار اُنکو چھوڑیں۔ سو دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ منظفر میرزا کو دعا پہنچے۔
تمہارا خط جواب طلب نہ تھا۔ تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے خدا کرے انجام آغاز کے مطابق ہو۔ ان کا تقدّم
دیکھکر تمہاری پھوپھی کا اور تمہارا سرانجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہے۔ ہوگا کیا اگر جاداد مل بھی گئی تو قرضدار دام
دام لے لیں گے۔ رزاق حقیقی پنشن دلوا دے کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب قربان علی صاحب کو میرا سلام
نیاز اور میر کاظم علی کو دعا۔ غالب۔ مرقومہ شنبہ ۱۷ر شوال و ۹ر مئی سال حال۔

ایضاً ای میری جان اے میری آنکھیں ؎ ہجران طفلے کہ در خاک رفت ÷ چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت
وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لے کر آیا تھا یہاں رہ کر کیا کرتا۔ ہرگز غم نہ کرو اور
اور ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود بچے ہو خدا تمکو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا۔ نانی کی مرنیکا غم
کیوں کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ
وہ اس عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہاں مظفر الدولہ کا غم منجملہ واقعات کربلائے معلّی ہے
یہ داغ ماتم جیتے جی نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بجا لانے کا ہرگز افسوس نہ چاہیے کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو
تو مستحق ملامت ہوتے کچھ ہو ہی نہ سکے نہ کیا کرو۔ اب تو فکر یہ بڑی ہوئی ہے کہ رہیے کہاں اور کھائیے کیا
مولانا کا حال کچھ تم سے مجھکو معلوم ہوا کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرافعہ میں حکم دوام حبس بحال رہا۔ بلکہ
تاکید ہوئی کہ جلد دریائے شور کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ تمکو معلوم ہو جائے گا۔ انکا بیٹا ولایت میں

باقی ہیں۔ بعد اسکے نہ کہیں سے قرض کی اُمید ہے نہ کوئی جنس رہن و بیع کے قابل۔ اگر رامپور سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں پنشن کی تقسیم کا حکم آجائیگا۔ دیکھئے آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط الور سے آگیا۔ بخیر و عافیت پہنچے۔ میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہیں ہے۔ میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ میں سے بموجب سہام شرعیہ دو ثلث مظفر مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرالی ظاہرا بموجب تعلیم میر قاسم علی کے ہو۔ غالب۔ محررہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ و ۱۵ جولائی سالِ حال۔

ایضاً یہاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آگئے وہ اور اُنکے متعلق سب اچھی طرح ہیں حسو بیگ ہانسی گئے۔ کل تمھارا خط آیا۔ بھائی تمھیں خارش کیوں ہوئی۔ حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ہوئے۔ خدایا اُن آوارگانِ دشتِ غربت کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر۔ مگر تصدق مرتضیٰ علی کا تندرست رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہو گئی یہ شدت غم و رنج کی خوبیاں ہیں اس خط کے پہنچتے ہی اپنی اور اُنکی خیر و عافیت لکھنا جہاں تمنے اپنی نام کا خط پڑھا وہاں کا حال یہ ہے ؎

بگفت احوالِ ما برقِ جہان است — دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم — گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ ہیں خدا اُنکو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام باڑہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے ایک بنائے قدیم رفیع مشہور۔ اُسکے انہدام کا غم کس کو نہ ہوگا یہاں دو سڑکیں دوڑتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محل اُن کا الگ الگ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارگ بھی شہر میں بنے گا۔ اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان کا نکالا جائیگا۔ محبوب کی دکانیں۔ بہیلیوں کے گھر۔ فیلخانہ۔ بلاقی بیگم کے کوچے تک سوائے لال ڈگی اور دو چار کنوؤں کے آثار عمارت باقی نہ رہیگی۔ آج جان نثار خاں کے

ہیں۔ رضا شاہ بڑودی ہوئے ہیں۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی مرحوم نے رہائی پائی۔ ابھی املاک کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علی خاں مغفور اپنی حویلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دن میں جاؤں گا۔ خدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری۔ اس وقت تک اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں ؛

ایضاً میری جان خدا تیرا نگہبان۔ میں نے گرد پھنگ کو دام میں پھنسایا۔ پھر قفس میں بند کر کے یہ رقعہ لکھوایا۔ میر ارتضیٰ حسین کو فقط اُن کے نام کی جو عبارت ہے وہ پڑھا دینا تاکہ انکی خاطر جمع ہو جائے۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائیگی جبتک تمام نہو۔ مثنوی جبتک سب لکھی ہو کیونکر اصلاح دیجائے اپنے چھوٹے ماموں صاحب کو میرا سلام باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے۔ اور دعا باعتبار یگانگی اور اُستادی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حکم کی نقل کیواسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہے جسکی نقل لوں۔ ہاں زبان زد خلق ہے کہ قدیم نوکروں سے بازپرس نہیں۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے۔ لے کئی دن ہوئے کہ حمید خاں گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں حوالات میں ہیں۔ دیکھئے حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نوندرائے کی مختار کاری پر قناعت کی گئی ہے جو کچھ ہونا ہے وہ ہو رہیگا۔ ہر شخص کی سرنوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں نہ کوئی قانون ہے نہ قاعدہ نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش جائے۔ ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خاں کی پوری دو سو روپیہ کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور اُن کی دو بہنیں سو سو روپیہ مہینہ پانے والیوں کو حکم ہوا کہ چونکہ تمہارے بھائی مجرم تھے تمہاری پنشن ضبط۔ بطریق ترحم دس دس روپیہ مہینا تمکو ملیگا ترحم یہ ہے تو تغافل کیا قہر ہوگا۔ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کا روشناس۔ پیشم نہیں اُٹھ سکتا ۵۰ برس کا پنشن تقرر اُسکا بہ تجویز لارڈ لیک و منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملا ہے نہ ملے گا۔ خیر احتمال ہے ملنے کا جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں۔ اُسکی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا۔ اس وقت کلو کے پاس ایک روپیہ سات آنہ

خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جان نکل گئی کیا کروں۔ کیونکر خبر منگاؤں۔ یا علی یا علی یا علی سو
بار دل میں کہا ہوگا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا۔ ڈاک
کے ہرکارہ نے خط لا کر دیئے۔ نیاز علی اوپر لے آیا ایک خط یارِ عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا
اور ایک خط ذوالفقار الدین حیدر مولوی کا۔ میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجھکو رونا آجائے
بارے اُس خط کو مَیں نے آنکھوں سے لگایا۔ مچھیاں لیں۔ اب تم تماشا دیکھو ۱۳ محرم کا خط ۱۷ کو
مجھے پہنچا۔ اُس میں مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسبیل ڈاک کلکتے جاؤنگا اور پھر حضرت مجھ سے
مطلب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتہ پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجھکو خط بھیجیں گے اور اپنے
مسکن کا پتہ لکھیں گے تب جو کچھ مجھکو لکھنا ہوگا لکھوں گا۔ آغا صاحب کو سب خط سُنا دیا۔ اور اُن کو اسی وقت
کاشی ناتھ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ اُسکو گرمائیں اور شرمائیں اور کچھ سجاد مرزا کو بھی بھجوائیں
ضیاء الدین خاں دو ہفتہ سے یہاں ہیں اپنے باغ میں اُترے ہوئے ہیں۔ دو بار میرے پاس بھی دو
دو گھڑی کے واسطے آئے تھے کچھ اُن کو منظور ہے۔ برعایتِ اخلاص و محبتِ قدیم خدا چاہے تو کچھ سجاد مرزا
کو اور کلکتے سے ان کے خط کے آنیکے بعد کچھ ناظر جی کو اُن سے بھجواؤں۔ میرا وہی حال ہے۔
بھوکا نہیں ہوں مگر کچھ غمگساری کی توفیق نہیں ہے۔ بُرے بھلے حال سے گزرے جاتی ہے۔
افسوس ہزار افسوس جو تم سے اور ناظر جی سے میرے دل کا حال ہے اگر کہوں تو کون باور کرے
اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کرنے کی ہے سو کرنیکا مقدور نہیں۔ تفضل حسین خان ابن غلام علیخاں مرحوم
میں اپنے ماموں صاحب کے پاس سے شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا۔ تمھارا سلام کہدیا۔ پرسوں
پھر وہ میرٹھ گیا۔ بھائی فضلو عرب سرا میں ٹھہرے ہیں پرسوں سے آئے ہوئے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں
عرضیاں دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی سُنتا نہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف
ہوگیا۔ فقیر اور مہاجن جس پاس ہو وہ نہ آ سکے اور باقی ہندو مسلمان عورت مرد۔ سوار پیادہ جو چاہے

پیچھے کے مکان ڈھنے شروع ہو گئے ہیں۔ کیوں میں آپ کے ویرانے سے خوش نہ ہوں۔ جب اہل شہر ہی نہ رہے۔ شہر کو لے کے کیا چولھے میں ڈالوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا۔ یہ قصہ پڑھ جاؤ۔ اُن کا خط موسومہ محمد قلی خان آیا۔ کلو کے ہاتھ اُن کے گھر بھجوایا۔ اُن کا گھر کہاں وہ تو میر احمد علی خاں مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں۔ وہ نہ تھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے دیور کا آدمی ہے۔ انھوں نے مدعا دریافت کر کے خط رکھ لیا اور کلو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا کہ محمد قلی خاں علی جی گئے ہوئے ہیں خط اُنکے پاس بھجوا دونگی۔ کل رضا شاہ آئے تھے میں نے اُن کو کہا تھا کہ تم میر احمد علیخاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے اُنکو باحتیاط پہنچا دینا۔ صاحب تمھاری انا کو میں کیا جانوں۔ کس پتے سے ڈھونڈھوں۔ وفادار سے میں نے پوچھا۔ امیر النسا کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی ماں کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی ماں کے پہاڑ گنج ہے۔ ہمشیرہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیجدی ہے تو بیشک مُدعاے سائلہ قبول کر کے بھیجی ہے اگر خود نہ منظور کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ نواب ضیاء الدینخاں کی والدہ کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہیں۔ ایاز اور نیاز علی اُن کے ساتھ ہیں دو بندگیاں اور ایک دُعا اور دو آداب ملتوی ہیں وفادار اور کلو اور کلیان کی بندگیاں پہنچیں۔ قمر الدین خاں پرسوں آیا تھا اَب آئے گا تو دُعا تمھاری اُس کو کہدوں گا۔ غالب۔

ایضاً - حق تعالیٰ تمھیں عمر و دولت و اقبال و عزت دے۔ خط محررہ دوم محرم میں کوئی مطلب جواب طلب نہ تھا۔ مرزا حیدر بیگ صاحب کی رحلت کی بھی تھی اور بس۔ کل بدھ کا دن دو مہینوں کی ۱۰ تاریخ تھی۔ صبح کے وقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنھوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنو سے آئی تھی۔ بی فتن کے ہاں اُتری تھی اَب وہ بوڑھی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی۔ کہتی تھی کہ نصیب اعدا۔ ناظر جی بہت بیمار ہیں

جواب ہو چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اسوقت لکھنے کو نہیں ہے مگر یہ ایک خط تمہارے ماموں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تمکو ایک حال معلوم ہوگا - غالب - شنبہ - ۵ نومبر ۱۸۵۹ء -

ایضاً - یوسف مرزا میرا حال سوائے میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا - آدمی کثرتِ غم سے سودائی ہو جاتے ہیں عقل جاتی رہتی ہے - اگر اس ہجوم غم میں میری قوتِ متفکرہ میں فرق آگیا ہو تو کیا عجب ہے بلکہ اسکا باور نہ کرنا غضب ہے - پوچھو کہ غم کیا ہے - غمِ مرگ - غمِ فراق - غمِ رزق غمِ عزت - غمِ مرگ میں قلعۂ نامبارک سے قطع نظر کر کے اہلِ شہر کو گنتا ہوں - مظفر الدولہ میر ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا - اُسکا بیٹا احمد مرزا اُنیس برس کا بچہ - مصطفیٰ خاں ابن اعظم الدولہ اُسکے دو بیٹے - ارتضیٰ خاں و مرتضیٰ خاں - قاضی فیض اللہ - کیا مَیں اُنکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا تھا اے لو بھول گیا - حکیم رضی الدینخاں - میر احمد حسین میکش اللہ اللہ انکو کہاں سے لاؤں - غمِ فراق حسین مرزا - یوسف مرزا - میر مہدی - میر سرفراز حسین - میرن صاحب خدا ان کو جیتا رکھے کاش یہ ہوتا کہ جہاں ہوتے وہاں خوش ہوتے - گھر اُن کے بے چراغ وہ خود آوارہ - سجاد اور اکبر کے حال کا جب تصور کرتا ہوں کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے - کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر مَیں علی کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ و تار ہے حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مر گیا - اسکی بیٹی اُسکے چار بچے - اُنکی ماں یعنی میری بھاوج جیپور میں پڑے ہوئے ہیں اس تین برس میں ایک روپیہ اُنکو نہیں بھیجا بھتیجی کیا کہتی ہوگی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے - یہاں اغنیا اور اُمرا کے ازواج و اولاد بھیک مانگتے پھریں اور مَیں دیکھوں - بس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیئے اب خاص اپنا دکھ روتا ہوں - ایک بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے - کلو کلیان ایاز یہ باہر - مداری کے جورو بچے بدستور گویا مداری موجود ہے - میاں گھمن گئے مہینا بھر سے آگئے کہ بھوکا مرتا ہوں -

چلا جاے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے ۔ وہ شور و غل تھا کہ شہر کس نکلینگے اور گوروں کی چھاونی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا ۔ مرہٹ کراکے جان نثار خاں کے چھتے کی سڑک نکلی ہے ۔ دلی والوں نے لکھنو کا خاکا اڑا رکھا ہے کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھادیے اور صاف میدان کردیا ۔ مین جانتا ہوں ایسا نہ ہوگا ۔ بات اتنی ہی ہے جو تمنے لکھی ہے ۔ بہر حال اب جو کچھ ہو لکھو ۔ اور ناظر جی کے روانہ ہوجانے کی خبر اور سجاد اور اکبر اور اُن کی ماں کی خیریت اور اپنے بات کا حال لکھو ۔ پنجشنبہ ۔ ۱۸ محرم الحرام ۔

ایضاً ۔ میری جان شکوہ کرنا سیکھو ۔ یہ باب مین نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں ۔ کوئی خط تمھارا نہیں آیا کہ مین نے اُسی دن یا دوسرے دن جواب لکھا ہو ۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو تمنے مجکو شکایت نامہ بھیجا ہے اسکے بعد ایک خط میرا ابھی تم کو پہنچا ہوگا ۔ یہ خط کل آیا آج میں اس کا جواب لکھتا ہوں ۔ سنو صاحب تم جانتے ہو کہ میں ۷ پارچہ کا خلعت ایک بار اور ملبوس خاص شالی رومال دوشالا ایک بار بہ پیشگاہ حضرت سلطان عالم سے پا چکا ہوں مگر یہ بھی جانتے ہو کہ دخلعت مجکو دو بار کس کے ذریعہ سے ملا ہے ۔ یعنی جناب قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر مدظلہ العالی ۔ اب آدمیت اسکی مقتضی نہیں ہے کہ مین بلا اُن کے توسط کے مدح گستری کا قصد کروں ۔ چنانچہ قصیدہ لکھکر اور جیسا کہ میرا دستور ہے کاغذ کو بنواکر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بھیجدیا ہے یقین ہے کہ حضرت نے وہاں بھیجدیا ہوگا ۔ اور میں تمکو بھی لکھ چکا ہوں کہ مین نے قصیدہ لکھنو کو بھیجدیا ہے ۔ ابھی خط میں یہ بھی تمکو لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلما سید نقی صاحب اگر کلکتے پہنچ گئے ہوں تو مجکو اطلاع دو ۔ داروغگی املاک کے باب میں جو مناسب اور معقول اور واقعی ہے تو مین بے پردہ عالی شان منظفر حسین خان کے خط میں لکھتا ہوں ——— یہہ ورق پڑھ کر اُن کی خدمت میں گذران دو اور جو وہ ارشاد کریں مجکو لکھو ۔ تمھارے اس خط کے مطالب مندرجہ کا

املاکِ واقع شہر دہلی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرد فہرست دیہات و باغات و املاک مع حاصل ہر ایک باغ و دیہہ و املاک ناظر جی کو بھیجدی ہے اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی۔ یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ شہر کی عمارت جو سڑک میں نہیں آئی اور برسات میں ڈھہ نہیں گئی وہ سب خالی پڑی ہے کرایہ دار کا نام نہیں۔ مجکو یہاں کی املاک کا علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے۔ میں تو پنشن کے باب میں حکم اخیر سن لوں پھر رامپور چلا جاؤنگا۔ جمادی اوّل سے ذی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرم سے سنہ ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا اس سال کے دو چار دس گیارہ مہینے غرضکہ اُنیس بیس مہینے ہر طرح بسر کرنے ہیں اسمیں رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم میں ہے وہ پہنچ جاے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملکِ عدم کو چلا جاؤں۔ جسم رامپور میں اور روح عالمِ نور میں یا علی یا علی۔ میاں ہم تمھیں ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ برجا کا تیر دو دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا ہے ہے کیا نیکبخت غریب لڑکا تھا باپ اُسکا شیو جی رام اُسکے غم میں مُردہ سے بدتر ہے۔ یہ دو مصاحب میرے یوں گئے ایک مُردہ دل افسردہ کون ہے جسکو تمھارا اسلام کہوں یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فرد اُن سے لیکر پڑھ لینا اور جسطرح اُنکی راے میں آئے اُسپر حصولِ مطلب کی بنا اُٹھانا اور ان سب امور کا جواب شتاب لکھنا۔ ضیاء الدین خاں رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے دیکھیے آکر کیا کہتے ہیں یا رات کو آگئے ہوں یا شام تک آجائیں۔ کیا کروں کس کے دل میں اپنا دل ڈالوں۔ بمرتضیٰ علی پہلے سے نیت میں یہ ہے کہ جو شاہ اودھ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں۔ نصف حسین مرزا اور تم اور سجاد۔ نصف میں مفلسوں کا مدار حیات خیالات پر ہے مگر اُسی خیالات سے اُنکا حُسنِ طبیعت معلوم ہو جاتا ہے والسلام خیر ختام۔ دوشنبہ دوم جمادی الاول سنہ ۱۲۷۶ ہجری مطابق ۲۸ نومبر سنہ ۱۸۵۹ء وقت صبح

ایضاً میاں صبحکو تمھارے نام کا خط روانہ کیا شام کو تمھارا ایک خط اور آیا۔ حضرت زبدۃ العلماء کا اب تک وہاں نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ اُنکو جہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جب جاویں وہاں پہنچیں میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گزرے اور کچھ پلے تمھارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی نشست

اچھا بھائی تم بھی رہو۔ ایک پیسے کی آمد نہیں۔ بیس آدمی روٹی کھانے والے موجود۔ مقام معلوم سے کچھ آئے جاتا
ہے وہ بقدر سدِّ رمق ہے۔ محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک فکر برابر
چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں۔ دیو نہیں بھوت نہیں۔ ان رنجوں کا تحمل کیونکر کروں۔ بڑھاپا۔ ضعفِ قویٰ۔
اب تم مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں
گویا صاحبِ فراش ہوں۔ نہ کہیں جانے کا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنے والا۔ وہ عرق بقدرِ طاقت بنا رکھا تھا
اب میسر نہیں۔ سب سے بڑھ کر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا۔ خلعتِ فاخرہ پاتا
وہ صورت اب نظر نہیں آتی۔ نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں۔ نہ بیگناہ ہوں نہ گناہگار ہوں۔ نہ مخبر نہ مفسد
بھلا اب تم ہی کہو۔ اگر یہاں دربار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں۔ دو مہینے دن رات
خونِ جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا۔ محمد فضل مصور کو دیدیا وہ پہلی دسمبر کو مجھکو دیگا۔ اسکا
مطلع ہے ؎ ز سالِ نود گر آبے بروے کار آمد ؎ ہزار و ہشتصد و شصت در شمار آمد ؎ اسمیں
التزام اپنی تمام سرگزشت کے لکھنے کا کیا ہے اسکی نقل تمکو بھیجوں گا۔ میر آقازادہ روشن گہر جناب
مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا اس نے سمجھے ہوئے بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے۔ جہانپناہ
کی مدح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قصیدہ ممدوح کی نظر سے گزرا نہ تھا۔ میں نے اسی میں امجد علی شاہ کی جگہ واجد علیشاہ
بٹھا دیا۔ خدا نے بھی تو یہی کہا تھا انوری نے بارہا ایسا کیا ہے کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا۔
میں نے باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔ اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جس کا ذکر
بطریقِ اختصار اوپر لکھ آیا ہوں۔ اس قصیدہ سے مجھکو غرض دستگاہِ سخن منظور نہیں۔ گدائی منظور ہے بہرحال
یہ تو کہو قصیدہ پہنچا یا نہیں پہنچا۔ پرسوں تمہارے ماموں کا خط آیا۔ وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل
تمہارا خط آیا اُس میں قصیدہ کے پہنچنے کا ذکر نہیں۔ اس تفرقہ کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہیں
اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کس کی معرفت گزرا اور کیا حکم ہوا۔ یہ امور جلد لکھو اور ہاں یہ بھی لکھو کہ

سو تو اُن یہاں آئے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا۔ اُنکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط اُن کو تمھاری روانگی کے بعد پہنچا۔ تم جو مجکو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو۔ کیا مجکو اُنکے حال سے غافل اور اُنکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تک آؤگے۔ صرف تمھارے دیکھنے کو نہیں کہتا شاید تمھارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمشیرہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھکر کچھ حاجت پڑے۔ بہر حال جو ہوگا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمشیرہ عزیزہ کو میری دُعا کہدینا۔ مظفر مرزا کو دُعا پہنچے۔ بھائی تمھارا خط رامپور پہنچا۔ اُدھر آنے کے چلنے کی فکر میں جواب نہ لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب کو گئے۔ جگراؤں میں منشی رجب علی کے مہمان ہیں۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب صاحب علیجان بقدرِ قلیل بلکہ اقل کچھ اُنکی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دونو بھائی باہم رہتے ہیں۔ میرٹھ میں تھا کہ صفدر سلطان دلّی کو آئے تھے۔ اب جو میں یہاں آیا تو سُنا کہ وہ میرٹھ گئے خدا جانے رامپور جائیں یا کسی اَور طرف کا قصد کریں۔ تباہی ہے۔ قہر الٰہی ہے۔ مجکو لڑکوں نے بہت تنگ کیا ورنہ چند روز اَور رامپور میں رہتا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ راقم غالب۔ مرقومہ دوشنبہ ۱۷ رمضان و ۹ اپریل

بنام منشی شیو نراین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی خبر پہنچی۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہر حال جب لفافے پہنچ جائیں گے ہم آپکا شکریہ بجا لائیں گے

سن ~ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست + یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو۔ مہاجن لوگ جو یہاں بستے ہیں وہ یہ ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سستے ہیں۔ بہت سخی ہونگے تو جنس پوری تول دینگے۔ کاغذ روپیہ مہینہ کا کیوں مول لینگے۔ کل آپکا خط آیا رات بھر میں نے فکر شعر میں خونِ جگر کھایا

جو سطریں ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُنکے دیکھنے سے آس ٹوٹ گئی۔ کچھ ہاتھ آتا نظر نہیں آتا املاک واقع شہر دہلی کے سوال کا جواب ابکی بار ظلم انداز ہوا۔ مکرر اگر کہا جائیگا تو بیشک جواب آئیگا کہ ہمنے تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیے معاوضہ ہو گیا۔ بھائی مَیں پہلے ہی جانتا تھا کہ املاک ضبط ہوئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ دلّی کی املاک کا خونبہا ہے۔ پرسوں ناظر جی کے نام کے سرنامے میں فرد فہرست مجموعِ املاک بھیج چکا ہوں۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ خوب فرماتے ہیں ؎ منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمّید ؛ نااُمیدی اُس کی دیکھا چاہیئے ✣۔ تمھارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کس زبان سے ادا کروں۔ ہئے ہئے حسین مرزا اور یہ کہے کہ مَیں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور مجھ کمبخت سے اُس کا جواب سرانجام ہو سکے بہت بڑا امیر تھا اور سرکار کی خدمت نہ سہی۔ عہدہ نہ سہی علاقہ نہ سہی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہہ مقرر ہو جانا کیا مشکل تھا۔ دلّی کے آدمی خصوصاً اُمرائے شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ اُنکے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ مرشد آباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدر آباد بہت بڑا گھر ہے مگر بے ذریعہ و واسطہ کیونکر جاے اور جائے تو کس سے ملے کیا کہو ناچار وہیں رہو۔ کسی طرح شاہ اودھ کا سامنا ہو جائے اور مَیں کہاں کی صلاح بتاؤں وہ صاحب ہتک گئے ہیں۔ کل یقین ہے کہ آ گئے ہوں گے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیتِ الٰہی میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ ظہور میں آ جائیگا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج آگرہ میں رونق افروز ہو گئے۔ الور۔ جیپور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاورہ۔ چھ رئیسوں کی ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہمکو کیا۔ لیث الدولہ حسین علیخاں بہادر کی خدمت میں میرا سلام نیاز اور تشکر یاد آوری۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ ۲۹ نومبر ۲ جمادی الاولیٰ بحساب جنتری ✣۔

ایضاً میاں تمھارا خط رامپور پہنچا اور رامپور سے دلّی آیا۔ میں ۲۲ شعبان کو رامپور سے چلا اور ۲۸ شعبان کو دلّی پہنچا۔ اُسی دن چاند ہوا۔ یکشنبہ رمضان کی پہلی ہے۔ آج دوشنبہ ۹ رمضان کی ہے

یہ ترکتاز سے برہم کرے کا کشورِ روس
یہ لے گا بادشہِ چین سے چھین تخت و کلاہ

سنینِ عیسوی اٹھارہ سو و اٹھاون
یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و پگاہ

یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں
دراز اس کی عمر اس قدر سخن کوتاہ

اُمیدوارِ عنایاتِ شیو نراین
کہ آپ کا ہے نمکخوار اور دولت خواہ

یہ چاہتا ہے کہ دُنیا میں عزّ و جاہ کے ساتھ
تمھیں اور اُسکو سلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شفیق میرے مکرم میرے منشی شیو نراین صاحب تم ہزاروں برس سلامت رہو۔ تمھارا مہربانی نامہ اسوقت پہنچا اور مَیں نے اسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ مَیں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو۔ چھ جزو سے کتاب کم نہو۔ مسطر دس گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے شیرازہ کی طرف کا کم ہو یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں۔ اُس بابت پروانے تم سے شاید کچھ نہیں کہا اسکے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو۔ غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہئیے گا اور منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہئیے گا تو وہ بھی شریک رہیں گے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں کاغذ شیو رام پوری ہو خیر مگر سفید مُہرہ کیا ہوا اور لعاب دار ہو۔ پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنے لکھے جائیں تو اُسکی طرزِ تحریر اور تقسیم دلپسند اور نظر فریب ہو۔ حاشیہ کا قلم بہ نسبت متن کی قلم کے خفی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں سے دو جلدیں ولایت کو جائیں گی۔ ایک جناب فیض مآب ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میرے آقائے قدیم لارڈ الن برا بہادر کی نذر۔ اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کرونگا۔ میرزا تفتہ کو پانچ جلدوں کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیگا۔ یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول اور ان چھ جلدوں کی جو لاگت پڑے روپیہ جلد سے لیکر دو روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجیے گا۔ مَیں بمجرد طلب کے فوراً ہنڈوی بھیجدونگا ایک خریدار بچاس جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہئیے کہ اُن سے ملیں یعنی راجہ اُمید سنگھ بہادر اندور والے وہ جہلی اینٹ میں پولس کے پچھواڑے رہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آپکا خط

اس شعر کا قصیدہ کہکر تمھارا حکم بجالایا۔ میرے دوست خصوصًا میرزا تفتہ جانتے ہیں کہ مَیں فن تاریخ کو نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک روش خاص سے اظہار ۱۸۵۸ء کا کر دیا ہے خدا کرے تمھاری پسند آئے تم خود قدردان سخن ہو اور تین اُستاد اس فن کے تمھارے یار ہیں میری محنت کی داد ملجائے گی ؛

قصیدہ

ملاذ کشور و لشکر پناہ شہر و سپاہ — جناب عالی ایمن بروں والا جاہ

بلند رُتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر — کہ باج تاج سے لیتا ہے جسکا طرف کلاہ

وہ محض رحمت و رافت کہ بہر اہل جہاں — نیابت دم عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ

وہ عین عدل کہ دہشت سے جس کی پرسش کے — بنے ہے شعلۂ آتش انیس پرۂ کاہ

زمیں سے سُودۂ گوہر اُٹھے بجاے غبار — جہاں ہو توسن حشمت کا اُسکے جولاں گاہ

رہ مہرباں ہو تو انجم کہیں الٰہی شکر — وہ خشمگیں ہو تو گردوں کہے خدا کی پناہ

یہ اُسکے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش — کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہر سرراہ

ہزبر پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا — کبھی جو ہوتی ہے اُلجھی ہوئی دُم روباہ

ز آفتاب دلے آفتاب کا ہم چشم — نہ بادشاہ و لے مرتبہ میں ہمسر شاہ

خدا نے اوسکو دیا ایک خوبرُو فرزند — ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ

زہے ستارۂ روشن کہ جو اُسے دیکھے — شعاع مہر درخشاں ہو جس کا تار نگاہ

خدا سے ہے یہ توقع کہ عہد طفلی میں — بنے گا شرق سے تا غرب اسکا بازیگاہ

جوان ہو کے کریگا یہ وہ جہانبانی — کہ تابع اُسکے ہوں روز و شب و سپید و سیاہ

کہے گی خلق اُسے داور سپہر شکوہ — لکھیں گے لوگ اُسے خسرو ستارہ سپاہ

عطا کرے گا خداوند کارساز اسے — رواں روشن و خوے خوش و دل آگاہ

ملے گی اس کو وہ عقل نہفتہ داں کہ اُسے — پڑے نہ قطع خصومت میں احتیاج گواہ

بہم بروند۔ ہنیب کا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو چھیل ڈالیئے گا اور اُسکی جگہ نوا سے مناسبِ بنا و بجگہ
حقیقت لکھکر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں پہلا سوال میرزا تفتہ کا حال اور اُن کے خط کے نہ آنے
کی وجہ لکھیئے۔ دوسرا سوال میرزا تفتہ نے اگر رباعی دستنبو کے حاشیہ پر لکھدی ہے تو اسکی اطلاع دیجئے ورنہ
اُنکے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھدیں۔ اور مجکو اطلاع دیں۔
تیسرا سوال منشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی نثر درج کر دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ
اُس نثر سے لیکر اور محل معلوم کر کے حاشیۂ کتاب پر لکھد یجیئے اور مجکو لکھ بھیجیئے۔ چوتھا سوال اب جسطرح
لکھ آیا ہوں نہیب کی جگہ نوا کا لفظ بنا کر مجکو عنایت کیجیے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے پہنچے
میرزا تفتہ سے ملے روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امور وقوع میں آئے اسکی اطلاع ضرور دیجیے
چھٹا سوال۔ چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں۔ اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب۔ متوقع ہوں کہ میرے سب کام
ازراہِ عنایت بنا کر ان چھ سوال کا جواب اسطرح جُدا جُدا لکھیئے اور ضرور لکھیئے اور جلد لکھیئے۔

راقم اسداللہ خاں۔ روز جمعہ۔ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء۔ +۔

ایضاً نورِ بصر لختِ جگر منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔ خط اور رپورٹ کا لفافہ پہنچا۔ اور سب حال تمہارے
خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دودمان کے چشم و چراغ ہو۔ العلاقہ
شوق سے لکھو آخر کے صفحہ کی دو سطریں بازروے مضمون سراسر کتاب کے مضمون کے خلاف ہیں
میں نے سرکار کی فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندرہ مہینے کی سرگذشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ بھی
ذکر آیا ہے اور وہ اپنی سرگذشت جو میں نے لکھی ہے سو ابتداء ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ء
تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر میں فتح ہوا اسکا بیان ضمناً آ گیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا ورنہ بڑی قباحت
ہوتی۔ اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو۔ پہلے سوچو کہ تقسیم یوں ہے تین سطریں اوپر اور تین سطریں
نیچے اور بیچ میں ایک سطر اسمیں کتاب کا نام۔ کیوں میاں تقسیم یوں ہی ہے اب میں دوسرے صفحہ پر

آگیا اور میرزا تفتہ نے مجھے پارسل کی رسید نہیں لکھی۔ اب میرا خط فارسی اپنے نام کا اور یہ خط دونوں خط اُن کو دکھا دیجئے گا اور راجہ اُمید سنگھ سے ملنے کو کہئے گا۔ اور ہاں صاحب اُن کو تاکید کیجیے گا کہ وہ رباعی جو میں نے لکھ بھیجی ہے اسکو سب سے پہلے جہاں اُسکا نشان دیا ہے اُسی فقرے کے آگے ضرور ضرور اور وہ رباعی بتیسویں صفحہ میں اس فقرے کے آگے ہے لے نے اختر بخت خسرو در بلندی بجائے رسید کہ مرغ از خاکیان نہفت۔ تم اُنکو یاد دلا کر اُن سے لکھوا لینا ضرور ضرور۔ یہ جو تم نے لکھا کہ صاحب نے سن کر اسکو پسند کیا میں حیران ہوں کہ کونسا مقام تم نے پڑھا ہو گا کیونکر کہوں کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہوں گے۔ اس کی جو حقیقت ہو مفصل لکھو۔ زیادہ زیادہ۔ راقم اسداللہ۔

سہ شنبہ۔ ۲۱۔ ماہ اگست ۱۸۵۸ع۔ ضروری جواب طلب۔

ایضاً۔ مہاراج سخت حیرت میں ہوں کہ منشی ہرگوپال صاحب نے مجکو خط لکھنا کیوں چھوڑا۔ اگر مجھ سے خفا ہیں تو کیوں خفا ہیں اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں گئے اور کیوں گئے ہیں اور کب تک آئیں گے آپ مہربانی فرما کر یہ امور مجھ کو لکھ بھیجیے۔ اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہے اور اُنکو لکھا ہے کہ اسکو دستنبو میں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بجائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہیں اور اُنکو بھی دستنبو میں لکھنے کا محل بتا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور اُنھوں نے نظم کو اور اُنھوں نے نثر کو کتاب کے حاشیہ پر چڑھا دیا یا نہیں۔ تم سے بہزار آرزو و خواہش کہتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں تو مجکو اُن کے لکھے جانے کی اطلاع دیجیے کہ تشویش رفع ہو اور اگر اُن دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے آپ مرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجیے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کر کے اُنکو جا بجا حاشیہ پر رقم کیجیے اور مجکو اطلاع دیجیے ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک اور کام آپ کو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحے کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ ہے اگر در دم دیگر نہیب سیاست

ایک اور حویلی اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کٹرہ کہ وہ کشمیرن والا
کہلاتا تھا اس کٹرے کے ایک کوٹھے پر میں پتنگ اُڑا رہا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے
واصل خاں نامی ایک سپاہی تمہارے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹروں کا کرایہ اوگا کر اُن کے
پاس جمع کرواتا تھا۔ سُنو تو سہی تمہارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مول لئے تھے اور زمیندارا
اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکار کی مالگزاری کرتا تھا۔ آیا وہ سب کارخانے تمہارے ہاتھ
آئے یا نہیں اسکا حال ازروے تفصیل جلد مجکو لکھو۔ اسد اللہ روز شنبہ ۱۹ اکتوبر وقت ورود خط۔

ایضاً برخوردار اقبال نشان منشی شیو نراین کو بعد دُعا کے معلوم ہو۔ تمہارے دو خط متواتر پہنچے۔
میرے بھی دو خط پس و پیش پہنچے ہونگے موافق اس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں پُرتکلف اور پانچ
جلدیں بہ نسبت اُنکے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے اہتمام میں ہیں اُس سے ہمکو اور تم کو کچھ کام
نہیں وہ جیسی چاہیں بنوا کر بھیج دیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف سے
جیسی چاہو بنوا کر بھیج دو۔ میں تم کو اپنے پیارے ناظر بنسی دھر جانتا ہوں۔ اُسکو تمہاری نشانی
جانکر اپنی جان کے برابر رکھوں گا۔ باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور باہم مل کر اپنا
اور بنسی دھر کا بڑے ہونا سب تمکو لکھ چکا ہوں۔ مکرر کیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے
کہ اُجڑا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدم زاد مگر ہاں دو ایک مصوروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے وہ بھی ہیں
سو وہ بھی بعد اپنے گھروں کے لُٹنے کے آباد ہوئے ہیں۔ تصویریں بھی اُن کے گھروں میں سے
لُٹ گئیں کچھ جو رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں۔ ایک مصور کے پاس ایک
تصویر ہے وہ تیس روپیہ سے کم کو نہیں دیتا۔ کہتا ہے کہ تین تین اشرفیوں کو میں نے صاحب لوگوں کے
ہاتھ بیچی ہیں تمکو دو اشرفی کو دونگا۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اسکی نقل
کاغذ پر اُتار دے مجھے اُس کے بھی بیس روپیہ مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہو۔ اتنا صرف بیجا

ساتویں سطر میں لکھ دیتا ہوں اُسکو ملاحظہ کرو اور میرا کہا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اَور سمجھاؤں کہ وہ ضروری ہیں۔ سُنو میری جان نوابی کا مجھکو خطاب ہے۔ نجم الدولہ اور اطراف و جوانب کے اُمرا سب مجھکو نواب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جو ان دنوں میں ایک روبکاری بھیجی ہے تو لفافہ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن یہ یاد رہے نواب کے لفظ کے ساتھ میرزا یا میر نہیں لکھتے یہ خلاف دستور ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حال میں واجب و لازم ہے۔ +

ایضاً برخوردار نور چشم منشی شیو نراین کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلبند ہو۔ اب تمکو مشفق و مکرم لکھوں تو گنہگار۔ تمکو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سنو تمہارے دادا کی والدہ عبد النجف خاں ہمدانی میں میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے پر دادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں مگر جب میں جوان ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ منشی بنسی دھر خانصاحب کے ساتھ ہیں اور انہوں نے جو کیٹھم گانوں اپنی جاگیر کا سرکار میں دعویٰ کیا تو منشی بنسی دھر اُس امر کے منصرم اور وکالت اور مختاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ اُنیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر اُنکی باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت آدھی آدھی رات گزر جاتی ہے چونکہ گھر اُن کا بہت دُور تھا اسواسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے بس ہمارے اور اُن کے مکان میں مچھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے دو کٹڑے درمیان میں تھے۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ اب لکھمی چند نے مول لی ہے اُسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اُسکے ایک کھٹیا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دوسری حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی

اپنی بنوائی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس عذر سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابیں پہلے روانہ
ہونگی اور وہ ایک کتاب ہفتہ کے بعد سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب ایک جا پہنچیں۔ اور شاید
کل پرسوں آجائیں۔ وہ نمبر اخبار کا جو تم نے مجھکو بھیجا تھا اُس میں ایڈمنسٹن صاحب کے لفٹنٹ گورنر ہونے کی
اور بہت جلد آگرہ آنے کی خبر لکھی تھی۔ یہاں مجھکو کئی باتیں پوچھنی ہیں ایک تو یہ کہ چیف سکرٹر نواب گورنر جنرل
کے تھے۔ جب یہ لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اب ہاں چیف سکرٹر کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب ان کے
عہدہ پر مامور ہوں۔ پس اگر یوں ہی ہے تو ان کے محکمہ میں چیف سکرٹر کون ہوگا۔ دوسری بات یہ
میر منشی ان کے تو وہی منشی غلام غوث خاں صاحب رہیں گے یقین ہے کہ ان کے ساتھ ہیں۔ تیسری
بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میر منشی ایک بزرگ تھے بلگرام کے رہنے والے منشی سید جان
خاں آیا اب بھی وہی ہیں یا اُن کی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔ ان سب باتوں میں سے جو آپ کو معلوم ہوں
وہ اور جو نہ معلوم ہو اُس کو معلوم کر کے مجھکو لکھیئے اور جلد لکھیئے اور ضرور لکھیئے۔ یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے
ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں۔ کتابیں جابجا بھیجنے میں جب نام اور مقام معلوم نہ ہو تو کیونکر بھیجوں
جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو۔ سہ شنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۸ع -+

ایضاً۔ برخوردار کامگار منشی شیو نرائن طال عمرہٗ وزاد قدرہٗ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو ۲۲
کتابیں آگئیں میں بہت خوش ہوا اور تم کو دعائیں دیں۔ خط تمھارے نام کا ابھی میرا کہار ڈاک میں
لے گیا ہے اس رقعہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبدالحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی
ہیں۔ دلی گزٹ میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپہ خانہ اب آگرہ میں ہے
یہ بھی وہیں آتے ہیں تمھارے پاس حاضر ہوں گے ان پر مہربانی رکھنا بھلا وہ شہر بیگانہ ہے ان کو تمھاری
خدمت میں شناسائی رہے گی تو اچھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں شاید
اگر دہلی گزٹ میں اُن کا طور درست نہ ہو تو اس صورت میں بشرط گنجائش اپنے مطبع میں ان کو رکھ لینا۔

کیا ضرور ہے میں نے دو ایک آدمیوں سے کہہ رکھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائیگی تو لیکر تمکو بھیج دوں گا مصوروں سے خرید کرنیکا نہ خود مجھ میں مقدور نہ تمہارا نقصان منظور۔ اب چھاپا تمام ہوگیا ہوگا۔ پانچ اور دو سات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں وہ اور ایک جلد جو تم نے مجھکو دینی کی ہے وہ یہ سب تصحیح اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیں گے مگر وہ چالیس کتابیں سراسری جو مجھے چاہیئے ہیں وہ تو کل میں روانہ کرو۔ اور ہاں میری جان یہ چالیس کتابوں کا پشتارہ کیونکر پہنچیگا اور محصول اُس کا کیا ہوگا اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدیں راے اُمید سنگھ کے پاس کہاں بھیجی جائیگی۔ میرزا تفتہ ہاتھرس کو جاتے ہوے اُن کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر آگرہ اور دلی کا آنا مجکو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجکو لکھو تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور اُن مقامات سے اطلاع پاؤں جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔

از غالب۔ نگاشتہ و روان داشتہ۔ شنبہ ۲۴ر اکتوبر سنہ ۱۸۵۶ع۔

ایضاً میاں تمہارے کمال کا حال معلوم کرکے میں بہت خوش ہوا۔ اگر مجکو کبھی انگریزی لکھوانا ہوگا تو یہاں سے اُردو میں لکھکر بھیجدوں گا تم وہاں سے انگریزی لکھکر بھیج دیا کرنا۔ قصہ قاصدانِ شاہی میں نے دیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو مقفّیٰ اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد کروں تو کتاب کی صورت بدل جائیگی۔ اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو۔ ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ ٹکسال باہر تھے وہ بدل ڈالے۔ مثلاً دے کو کہ یہ گنوارو بولی ہے وہ۔ یہ ٹھیٹ اُردو ہے۔ کرانا۔ یہ بیرونجات کی بولی ہے۔ کروانا۔ یہ صحیح ہے۔ راجے یہ غلط ہے۔ راجہ صحیح ہے۔ کہیں کہیں روابط و ضمائر نامربوط تھے اُن کو مربوط کردیا ہے۔ اور ایک جگہ گھنٹے بسے۔ یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا اسکو تم سمجھ لینا۔ باقی اور سب مربوط اور خوب اور صاف ہے۔ حاجت اصلاح کی نہیں۔ صاحب کتابیں کب روانہ ہونگی۔ دوالی بھی ہولی۔ اگر کنگا جانیکا قصد ہو تو بھائی میری کتابیں بھیج کر جانا۔ اور ہاں یہ میں نہیں سمجھا کہ مرزا مہر کی بنائی ہوئی سات کتابیں بھی انہیں کتابوں کے ساتھ بھیجو گے یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ کریں گے وہ تم نے

ملفوف بھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اُس تحریر کے عمل کیوں نہ فرمایا۔ اور اُس خط میں ایک مطلب جواب طلب تھا اُس کا جواب کیوں نہ بھجوایا۔ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کیواسطے کندھولی گئے تھے تو کارپردازان مطبع نے خط لیکر رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہوگے تو وہ خط تمھیں دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تم نے جواب لکھا یا ابھی کندھولی سے تم نہیں آئے یا وہ خط میرا تلف ہوگیا۔ تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ اگر خط پہنچا تو مجکو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اسکی خبر بتاؤ کہ اب میں ساہوکار سے کیا کہوں اور ہنڈوی کا ثمن کس طرح سے مانگوں۔ از اسد اللہ مضطرب

روز سہ شنبہ ۳۰ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب۔ شتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رہے ہوگے حال یہ ہے کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہوگیا اور ورم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے۔ بہرحال اب اچھا ہوں۔ پنج آہنگ تم نے مول لے لی۔ اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک بادشاہی چھاپے خانے کا اور ایک منشی نورالدین کے چھاپے خانے کا۔ پہلا ناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے کیا کہوں تم سے ضیاءالدین خاں جاگیردار لوہارو میرے نسبتی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و نثر میں نے لکھا وہ اُنھوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی چون پچپن جزو۔ اور پنج آہنگ اور مہر نیمروز اور اور دیوان ریختہ سب ملکر سو سوا سو جزو مطلّی اور مذہّب اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کوئی ڈیڑھ سو اور سو روپیہ صرف میں بنوائی۔ میری خاطر جمع کہ کلام میرا سب جا فراہم ہے پھر ایک شاہزادہ نے اُس مجموعہ نظم و نثر کی نقل لی۔ اب دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہاں سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونو جگہ کا کتاب خانہ خوان یغما ہوگیا۔ ہرچند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے اُن میں سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی وہ سب قلمی ہیں۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات قلمی ہندی کا کلیات قلمی پنج آہنگ قلمی مہر نیمروز۔ اگر کہیں اُن میں سے کوئی نسخہ بکتا ہوا آوے تو اُسکو میرے واسطے خرید کر لینا اور

راقم اسداللہ - نگاشتہ شنبہ - ۱۳ - نومبر ۱۸۵۸ء - ؟

ایضاً - صاحب تمھارا خط آیا دل خوش ہوا دیکھئے مرزا مہر کب روانہ کرتے ہیں - اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آپہنچیں آج نہ آئیں کل آئیں - کل سے میں شام تک راہ دیکھتا ہوں - جز تم نہیں اُس کا نام نیم روز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے - اب وہ بات ہی گئی گزری بلکہ وہ کتاب اب چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل - اُردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے - کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہوگا ورنہ صرف تحریر سرسری ہے اُسکی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہے اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ اِن رقعات کا چھپانا میرے خلاف طبع ہے - محررہ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ء -

ایضاً - برخوردار اقبال نشان کو دعا پہنچے - کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر ۱۸۵۸ء کو سات کتابوں کے دو پارسل پہنچے - وہی کتابیں جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا اسی رُوپ کی ہیں - حق تعالیٰ میرزا مہر کو سلامت رکھے - رقعوں کے چھاپنے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رائے پر تمکو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے - مطلب عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور میں نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھکر بھیجنا - خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو - اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا - اور اسی طرح میرے پاس بھیجدینا - یہ بھی معلوم رہے کہ اب اُن کتب کی تقسیم اُس کتاب کے آنے تک ملتوی رہیگی اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جاوے تو بہتر ہے - ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء جواب طلب بلکہ کتاب طلب -

ایضاً صاحب تم کندھولی کب آئے اور جب آئے تو میرا خط بیرنگ کہ جس میں سات روپیہ کی ہنڈوی

ایضاً برخوردار آج اس وقت تمہارا خط مع لفافوں کے لفافے کے آیا۔ دل خوش ہوا بھائی
میں اپنے مزاج سے لاچار ہوں۔ یہ لفافے از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ مجھکو پسند نہیں آگے جو
تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی میں نے دوستوں کو بانٹ دیے۔ اب یہ لفافوں کا لفافہ اس مراد سے
بھیجتا ہوں کہ انکی عوض یہ لفافے جو در مقام و از مقام سے خالی ہیں جن میں تم اپنے خط بھیجا
کرتے ہو مجھکو بھیجدو اور یہ لفافے اُسکے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح کے لفافے نہوں
تو انکی کچھ ضرورت نہیں۔ مُہر کے واسطے صاحب زمرد کا نگینہ اور پھر چنے کی دال کے برابر اور
ہشت پہلو۔ اس اُجڑے شہر میں کہاں ملے گا۔ عقیق بہت خوش رنگ سیاہ یا سُرخ جیسا تم نے
آگے لکھا ہے ہشت پہلو ہوگا۔ یہ مُہر میری طرف تم کو پہنچے گی تمکو ہر حرف و حرف سے کچھ مدعا نہیں
آپ اپنی مُہر چاہو زمرد پر چاہو الماس پر کھدواؤ۔ میں تو عقیق کی مُہر تم کو دونگا۔ رہی وہ دوسری خبر
جب تمہاری مُہر کھُد چکے گی جس طرح تم کہوگے کھُد جائیگی۔ یہاں کیا قرینہ بتاؤں گورنمنٹ کی خیر
ایک بات ایسی ہے کہ ابھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا کرے اُس کا ظہور ہو جائے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو
جناب ریڈ صاحب صاحب جی کرتے ہیں۔ میں اُردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں۔ اُس میں گنجائش
عبارت آرائی کی کہاں ہے۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اُردو بہ نسبت اوروں کی اُردو کے
فصیح ہوگا۔ خیر بہرحال کچھ کر دوں گا اور اُردو میں اپنا زورِ قلم دکھاؤں گا۔ قے کا ہونا اور
دستوں کا آنا یہ جانتا ہوں کہ تم نے رات کو بُری قسم کی شراب مقدار میں زیادہ پی ہوگی۔ کچھ تدبیر کرو
اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا رقعہ تمہارے نام کا اور تفتہ کا رقعہ تمہارے نام کا حسب الحکم تمہارے
واپس بھیجا جاتا ہے۔ میں نے تفتہ کا خفا ہونا اسی طرح لکھا تھا جیسا تم کو تمہارا خفا ہونا لکھا تھا
بھلا وہ میرے فرزندِ جگر ہیں مجھ سے خفا کیوں ہونگے ہُن ن سے آج تک تین خط اُنکے آچکے ہیں چنانچہ
ایک خط ابھی تمہارے خط کے ساتھ ڈاک کا ہرکارہ دے گیا ہے۔ محررہ شنبہ ۱۸ دسمبر ۱۸۵۸ء

مجھکو اطلاع کرنا۔ مَیں قیمت بھیجکر منگوالوں گا۔ جناب ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب کو ابھی مَیں خط نہیں لکھ سکتا۔ اُنکی فرمایش ہے اُردو کی نثر انجام پائے تو اُس کے ساتھ اُن کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اُردو میں مَیں اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا اور اُس عبارت میں معانی نازک کیونکر بھروں گا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ کونسی بات کونسی کہانی کون سا مضمون تحریر کروں اور کیا تدبیر کروں تمھاری راے میں کچھ آئے تو مجھکو بتاؤ ایک قرینہ سے مجھکو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو دستنبو کی خریداری کریگی اور اُن نسخوں کو ولایت بھیجے گی۔ کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمھارے پاس الٰہ آباد سے حکم پہنچے۔ روز دوشنبہ ۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے تمھارا خط آیا اُس کے دوسرے دن میں نے جواب بھجوایا۔ آجتک تمنے اُسکا جواب نہ بھیجا۔ حالانکہ اُس میں جواب طلب باتیں تھیں یعنی مَیں نے اپنی نظم و نثر کی کتب کا حال تمکو لکھکر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمھارے ہاتھ آجاوے وہ تم خرید کرکے مجھے بھیجدینا۔ ریڈ صاحب کے باب میں مَیں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی نثر اُنکے واسطے لکھونگا تو دستنبو کی خریداری کی خواہش کرونگا۔ معہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس روایت کو فارسی سے اُردو کروں۔ تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔ سید حفیظ الدین احمد کی مُہر کے کھُدوانے کو تم نے لکھا تھا کہ ملتوی رہے۔ پھر اُسکا بھی کچھ بیورا نہ لکھا۔ مَیں اُس کو بھی کچھ نہیں سمجھا۔ اس کو یکسو کرو۔ ہاں صاحب تمھاری مُہر بدرالدین علی خاں کو دی گئی ہے۔ یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمھارے پاس پہنچ جاے اور ۱۸۵۸ء اسی میں کھدے شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ء میں کھدے اس سے زیادہ درنگ نہ ہوگی تمکو روپیہ حرف سے آٹھ آنہ حرف سے کیا علاقہ۔ تم کو اپنی مُہر سے کام سچ تو کہو کیا پھر کندہ ہو گی کہو کس شغل میں ہو یا مجھ سے خفا ہو اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو۔ بہرحال اس خط کا جواب شتاب لکھو اور اسی خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمرالدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں برسرکار ہیں یا بیکار ہیں۔ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں دیر نہ ہو غالب چہار شنبہ ۱۵ دسمبر ۱۸۵۸ء

کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔ پنشن مل جائے۔ حواس ٹھکانے ہوجائیں تو کچھ فکر کروں پیٹ پڑیں روٹیاں تو سبھی گلاں ہوٹیاں۔ زیادہ زیادہ۔ غالب روز شنبہ۔ ۸ جنوری ۱۸۵۹ء۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ پرسوں اور کل دو ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ مجھ پر کیسا تفقد معرفت کیا عنایت فرمائی میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھکو مول لے لیا۔ آج وہ یہاں اور ہیں۔ کل جائیں گے۔ دستنبو تمہاری بھیجی ہوئی اُن کے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار ایک دستنبو اور ایک پنج آہنگ اپنے پاس سے اُنکی نذر کر آیا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارسلوں کی رسید مجھکو جبتک نہیں آئی۔ آخر رسید تمکو پارسلوں کی ملی ہوگی۔ ڈاک میں سے معلوم کر کے مجھکو لکھ بھیجو ورنہ میں مشوش رہوں گا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری ۱۸۵۹ء۔

ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے۔ اُردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہیں بہت غزلیں اُسمیں نہیں ہیں۔ قلمی دیوان جو تام و اکمل تھے وہ لُٹ گئے۔ یہاں سب کو کہہ رکھا ہے کہ جہاں بکتا ہوا نظر آجائے لے لو تمکو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمہارے خیال میں رہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تم نے پانچ شعر لکھے ہیں نو شعر کی ہے ایک دوست کے پاس اُردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے۔ اُس نے کہیں کہیں سے سودات متفرق بہم پہنچائے ہیں چنانچہ پنہاں ہو گئیں ویراں ہو گئیں۔ یہ غزل مجھکو اُسی سے ہاتھ آگئی ہے اب میں نے اُس کو لکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ خط لکھ کر رہنے دونگا۔ جب اُس کے پاس سے ایک غزل آجائیگی تو اسی خط میں ملفوف کر کے بھیجدوں گا۔ یہ خط آج روانہ ہو جائے گا یا کل۔ میں نے ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فرڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح میں اور ایک قصیدہ جناب منٹگمری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف میں لکھا ہے اگر کہو تو بھیجوں مگر فارسی ہیں اور چالیس چالیس پینتالیس پینتالیس شعر ہیں۔ کتب دستنبو کی بکجانے میں جو سعی ہوا

ایضاً اب ایک امر خاص کو سمجھو دو جلدیں دستنبو کی مجکو لکھنؤ بھیجنی ہیں اور میرے پاس کوئی جلد نہیں ہے اب جو تم سے منگاؤں اور یہاں سے لکھنؤ بھجواؤں تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب لوگ اطراف و جوانب سے مجھ پر فرمایشیں بھیجتے ہیں۔ تم سے بقیمت کوئی نہیں منگاتا۔ چالیس جلدیں پہلی اور بارہ یہ حال کی سب تقسیم ہو گئیں ان دو صاحبوں کی خاطر مجکو بہت عزیز ہے ایک روپیہ کے ۲ ٹکٹ اور ۲ آنے کے دو ٹکٹ اس خط میں ملفوف کر کے تم کو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنؤ کو ارسال کرو۔ آنے آنے کے ٹکٹ اُس پر لگا دو۔ ایک پارسل پر یہ لکھو۔ این پارسل بصیغہ پمفلٹ پاکٹ اشامپ پیڈ در لکھنؤ۔ بہ محلہ نخاس۔ در امام باڑہ اکرام اللہ خاں۔ بمکان میرزا عنایت علی بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیو نراین مہتمم مطبع مفید خلائق۔ از آگرہ۔ دوسرے پارسل پر بھی یہی عبارت مگر مکان کا پتہ اور۔ نام اور۔ در لکھنؤ بہ احاطہ خانساماں۔ متصل تکیہ شیر علیشاہ۔ بمکانات مولوی عبدالکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔ سمجھ لیئے۔ یعنی دو پارسل اشامپ پیڈ دونوں لکھنؤ کو۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج الدین احمد بسبیل ڈاک روانہ کرد و۔ اور ہاں صاحب ان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ مجکو لکھ بھیجو تاکہ میں اپنے خط میں اُن کو اطلاع دوں۔ ایک امر اور ہے اگر تم بھی اس رائے کو پسند کرو یعنی جس طرح سے تم نے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو اپنی طرف سے بھیجی ہے اسی طرح دو جلدیں ان دونوں صاحبوں کو جنکا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیجدو۔ مگر اپنی ہی طرف سے۔ میرا اُس میں اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونوں صاحب بالفعل دلّی میں وارد ہیں۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیئے۔ ایک صلاح ہے اور نیک صلاح ہے۔ مناسب جانو کرو ورنہ جانے دو۔ میاں اُردو کیا لکھوں۔ میرا یہ منصب ہے کہ مجھ پر اُردو کی فرمایش ہو خیر ہوئی۔ اب میں کہانیاں تھے کہاں ڈھونڈھتا پھروں۔

ایضاً بھائی حاشا ثم حاشا اگر یہ غزل میری ہو۔ اسد اور لینے کے دینے پڑے ۔ اُس غریب کو مَیں کچھ کیوں کہوں۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے۔

اسداس جفا پر بتوں سے وفا کی ۔۔۔ میرے شیر شاباش رحمت خدا کی

مَیں نے اُن سے کہا کہ اگر یہ مقطع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی اسد ہو گزرے ہیں یہ مطلع اور یہ غزل اُن کے کلام معجز نظام میں سے ہے۔ اور تذکروں میں مرقوم ہے۔ مَیں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہوں تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا۔ وہ غزل جو تمھارے پاس پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اُسکی مرزا حاتم علی مہر کو دیدیا جس دن یہ میرا خط پہنچے اُسی دن وہ غزل نقل کر کے اُن کو بھیجدینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال معلوم ہوگیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع میں گئی ہونگی۔ جناب مکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد اُنکو بھی بھیج چکا ہوں۔ قصیدے مَیں نے دو لکھے ہیں۔ ایک اپنے مربیِّ قدیم جناب فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منٹگمری صاحب بہادر کی مدح میں۔ ایک پچپن شعر کا۔ ایک چالیس بیت کا اور پھر فارسی۔ اُنکو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپو گے جانے بھی دو۔ ہیں غزلیں سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائینگی بھجواتا جاؤں گا۔ یہاں تمھاری جان کی قسم نہ میرا اب ریختہ لکھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس میں صرف وہ پچپن شعر بطریق قصیدہ تمھاری خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے سوائے اسکے اگر مَیں نے کوئی ریختہ کہا ہو گا تو گنہگار بلکہ فارسی غزل بھی واللہ نہیں لکھی۔ صرف یہ دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دل و

خدا کرے جسکو دی ہو تو تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی ہوں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگوں نے خریدیں یا ہندوستانیوں نے لیں۔ تم یہ بات مجھکو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم گھبراتے تھے آخر یہ جنس پڑی نہ رہی اور بک گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہوگیا۔ لاکھوں مر گئے جو زندہ ہیں اُن میں سینکڑوں گرفتار بند بلا ہیں۔ جو زندہ ہے اُس میں مقدور نہیں۔ میں ایسا جانتا ہوں یا تو صاحبان انگریز کی خریداری آئی ہوگی یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابیں گئی ہونگی۔ پورب میں کم بکی ہونگی۔ میاں میں تم کو اپنا فرزند جانتا ہوں۔ خط لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے۔ تمھاری جگہ میرے دل میں ہے اب میں طبع آزمائی کرتا ہوں اور جو غزل تم نے بھیجی ہے اُسکو لکھتا ہوں خدا کرے نو کے نو شعر یاد آجائیں۔

غزل

ہر ایک بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لئے ہو ہمیں بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے؟

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تجھ سے
وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے

رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس اُمید پہ کہئے کہ آرزو کیا ہے

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں **غالب** کی آبرو کیا ہے

یہ تمھارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آگئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں عین ہفتہ کا گودام تمھارے پاس فراہم ہوگیا اگر منگواؤگے تو قصیدے دونوں بھیجدونگا مرقومہ شنبہ ۱۹ ماہ اپریل ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار نورچشم منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔ صاحب میں تو منتظر تمہارے آنے کا تھا کس واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رام چندر کے۔ انھوں نے پرسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیو نراین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح کو ناگاہ تمہارا خط آیا۔ اب مجھکو اس کا پوچھنا تم سے ضرور ہوا کہ آنے کی تمہاری خبر جھوٹ تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہرگوبند سہائے کا میں بڑا احسان مند ہوں حق تعالیٰ اس کوشش کے اجر میں اُن کو عمر و دولت دے۔ سعادت مند اور نیکبخت آدمی ہیں۔" تمہاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں مصرع تم نے لکھا اور وہ چھاپا گیا۔ ہزار پانسو ورق چھپ گئے۔ اب جو مصرع اور کہیں سے بہم پہنچے گا وہ کس کام آئے گا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو تم کو بھیجا ہے۔ صبر کرو وہ جزو آنے دو۔ میں اُس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ غلطی ہو گا اُس کو دیکھ کر اور مضامین کو سمجھ کر مصرعہ بھی تجویز کر دونگا۔ مگر اتنا تم اور بھی لکھو کر آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمہارا آج آگیا ہے۔ پم فلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آجائیگا ۱۲ سہ شنبہ ۲۰ جولائی ۱۸۵۹ء +

ایضاً برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بغاوت ہند پہنچا۔ تمہارے تصمیم عزیمت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یار منشی ہر کے پوتے کو دیکھوں گا۔ رسالہ بغاوت ہند ماہ بماہ اور معیار الشعرا ہر مہینے میں دوبار پہنچتا ہے۔ باقی گفتگو عندالملاقات ہو رہے گی۔ اپنے شفیق ولی ماسٹر رامچندر صاحب کو تمہارے آنے کی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے۔ جو رقعہ انھوں نے میرے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے وہ تمکو بھیجتا ہوں پڑھ لینا اگر ہنٹوئیں باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب۔ شنبہ ۲۳ جولائی ۱۸۵۹ء +

ایضاً۔ یہاں یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیجکر پھر تم چپکے ہو رہے نہ معیار الشعراء نہ بغاوت ہند۔ نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خاں نے

دماغ کا کیا حال ہے پرسوں ایک خط تمہیں اور لکھ چکا ہوں اب اسکا جواب لکھنا والدعا چارشنبہ ۲۰ اپریل ۱۸۵۹ع

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو دعا پہنچے۔ خط تمہارا مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا حال یہ ہے کہ مسلمان امیروں میں تین آدمی نواب حسن علیخان۔ نواب حامد علی خاں۔ حکیم احسن اللہ خاں۔ سو ان کا یہ حال ہے کہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں۔ معہذا یہاں کی اقامت میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں جائیں کہاں رہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں نے آفتاب عالمتاب کی خریداری کر لی ہے اب تباہ مکرر حالات دربار شاہی کیوں لیں گے۔ سواے ساہوکاروں کے یہاں کوئی امیر نہیں ہے کہ وہ لوگ اس طرف کیوں توجہ کریں گے۔ تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس رسالے کا تاریخی جانے دو۔ رستخیز ہند۔ غوغاے سپاہ۔ فتنۂ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس رامپور کے ہاں بھی تمہارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اب کے تمہارے معیار الشعرا میں میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں نہیں بھیجتے ہیں ہمکو جب تک اُن کا نام و نشان معلوم نہ ہوگا ہم اُن کے اشعار نہ چھاپیں گے سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر احمد ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس و مصاحب رہے ہیں۔ اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں اُن کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھ کر اُن غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُس کے لکھنے سے اُن کا نام اور اُن کا حال معلوم ہوا۔ نام اور حال وہ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں اسکو آپ کے معیار الشعرا میں چھاپ کر ایک ورق یا چار ورق رامپور انکے پاس بھیجو اور سرنامہ پر لکھو کہ در رامپور بر در دولت حضور رسیدہ بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد۔ اور مجھ کو اس کی اطلاع دو۔ اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کو تمہارا اخبار جاتا ہے یا نہیں ۱۲۔ مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۸۵۹ع ۔ +

اور کتابکے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اُس کا جواب مانگوں۔ کچھ مجھ سے خفا ہوگئے ہو تو ویسی کہو۔ یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو۔ اے لو ایک اور بات سنو تمھارا تو یہ حال کہ مجکو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری خواہش یہ کہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خبر جو وہاں تم کو معلوم ہوا کرے مجکو لکھا کرو۔ خصوصًا اکبر آباد میں آکر جو کچھ واقع ہو وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئیں گے یا جُدا جُدا آکر یہاں فراہم ہو جائیں گے۔ دربار کی صورت خیر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت۔ کوئی نیا بندوبست جاری ہو اُسکی کیفیت۔ یہ سب مراتب مجکو لکھا کرو۔ دیکھو خبردار اس امر میں تساہل نہ کرنا۔ اب کیا سنتے ہو۔ لکھنؤ سے کہاں آئے ہیں۔ کانپور فرخ آباد ہوتے ہوئے آگرہ آئیں گے۔ کہاں کہاں کون کون رئیس آملے گا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سُنا ہو گا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں کے ہاں اخبار آتے رہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمھارے خط سے آگہی پاتا رہوں۔ تم جو لکھوگے منقح اور مفصل لکھوگے یقین ہے کہ برادرزادہ عزیز یعنی تمھارے والد ماجد نے مرزا یوسف علیخاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکار میں کردی ہوگی اُس کی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چارشنبہ ۲ نومبر ۱۸۵۹ع۔ جواب کا طالب غالب

ایضًا برخوردار دو خط آئے۔ اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ اودھ اخبار بھائی ضیاء الدین خاں کے ہاں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیجدیا کرتے ہیں اسکی حاجت نہیں اپنے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کرو۔ میرا مقصود اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار سبب قرب کے وہاں معلوم ہوتے ہونگے جو سُنو وہ مجکو لکھو اور جب نواب معلی القاب آگرہ میں آجائیں تو اپنا مشاہدہ مجکو لکھتے رہو بس غرض اتنی ہی ہے۔ آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیجدیتا ہوں اور دونوں کتابیں بغاوت ہند پرسوں بھیج چکا ہوں۔ تمھارے والد کی طرف سے مجکو بڑی

اگست سے دسمبر تک چھپا ہے معیار الشعرا و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۲ آنے مجکو دیئے اور مَیں نے ہنڈوی لکھوا کر وہ ہنڈوی اپنے خط میں لپیٹ کر تم کو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا - جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے - خدا کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جدا جدا لکھو - آج اگست کی ۱۷ - بدھ کا دن ہے پہلا نمبر معیار الشعرا کا بھی نہیں آیا یہ ہے کیا؟ مُہر تمھاری کھُدنی شروع ہو گئی ہے - اسی اگست کے مہینے میں تمھارے پاس پہنچ جائے گی - اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤں اور کتاب اور عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں - مگر آج شام تک اس خط کو رہنے دونگا اگر تمھارا خط یا معیار الشعرا یا بغاوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالونگا ورنہ کل صبح کو ڈاک میں بھجوا دوں گا - اپنے والد کو دُعا اور اشتیاقِ دیدار کہدینا - غالب

مرقومہ چہار شنبہ ۱۷ ماہ اگست ۱۸۵۹ء وقت دوپہر ❖

ایضاً - کیوں میری جان - تمنے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے - یا لکھنا ہی بھول گئے ہو - شہر میں ہو یا نہیں ہو؟ تمھارے مطبع کا کیا حال ہے؟ تمھارا کیا طور ہے؟ تمھارے چچا کا مقدمہ کیوں کر فیصل ہوا؟ میرا کام تمنے کس طرح دُرست کیا؟ کر گئے یا نہیں؟ معیار الشعرا کا پارسل پہنچگیا؟ بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا - ان سب مطالب کا جواب لکھو - اور شتاب لکھو -

غالب محررہ پنجشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء ❖

ایضاً - برخوردار منشی شیو نراین کو بعد دُعا کے معلوم ہو - کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب اُدھر سے نہیں آتا - دو مجلد بغاوت ہند کے زیادہ پہنچے ہیں اسکے واسطے تم سے پُوچھا گیا تھا اُس کا جواب بھی نہ آیا - مَیں نے یوسف علیخاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمھارے نام لکھی تھی اُنھوں نے تم کو نہ پڑھائی ہوگی - اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا - ولایت کی عرضی

بھیجا ہے آپ کے پاس اُسکی نقل بھیجتا ہوں - اگر تمھارا جی چاہے تو اُس کو چھاپ دو اور جس نمبر میں یہ چھاپا جاوے وہ نمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا اور اب فرمایئے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں -

قطعہ

دریں روزگارِ ہمایون و فرخ | کہ گوئی بود روزگارِ چراغاں
شدہ گوش پُر نور چوں چشمِ بینا | ز آوازۂ اشتہارِ چراغاں
مگر شہر دریاے نور ست کاینجا | نگہ گشتہ ہر سو دو چارِ چراغاں
بسر بُردہ بر چرخ مہرِ منور | ہمہ روز در انتظارِ چراغاں
گواہِ من اینک خطوطِ شعاعی | کہ دارد دلش خارخارِ چراغاں
دریں شب ز ثوابا شد ار چرخ گرداں | کند گنج انجم نثارِ چراغاں
نبود ست در دہر زیں پیش ہرگز | بدیں روشنی رُوے کارِ چراغاں
شد از فیضِ شاہنشہِ انگلستاں | فزوں رونقِ کاروبارِ چراغاں
جہاندار **وکٹوریا** کز فروغش | ز آتش دمد لالہ زارِ چراغاں
ز عدلش چناں گشت پروانہ ایمن | کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغاں
بفرمانِ سر جان لارنس صاحب | شد ایں شہر آئینہ دارِ چراغاں
بدہلی فلک رُتبہ ساندرس صاحب | بر آراست نقش و نگارِ چراغاں
شد از سعی ہنری **اجرٹن** بہادر | رواں ہر طرف جویبارِ چراغاں
سخن سنج **غالب** ز روے عقیدت | دُعا مے کند در بہارِ چراغاں
کہ بادا فزوں سال عمرِ شہنشہ | بروے زمیں از شمارِ چراغاں

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو دُعاے دوام دولت پہنچے - کل تمھارا خط پہنچا

تشویش ہے۔ دعا کر رہا ہوں خدا میری دعا قبول کرے اور ان کو شفاے کامل دے۔
میرے دعا ان کو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علیخاں عزیز کا حال معلوم ہوا۔ یہ عالی خاندان اور
ناز پروردہ آدمی ہیں۔ ان کو جو راحت پہنچاؤ گے۔ اور جو ان کی خدمت بجا لاؤ گے اس کا
خدا سے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سوائے دعا کے کیا لکھوں ۱۲ غالب روز یکشنبہ ۱۳ ماہ نومبر ۱۸۵۹ع

ایضاً میری جان دو جلدیں بغاوت ہند کی پرسوں میرے پاس پہنچیں اس وقت برخوردار
میرزا شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے ایک جلد ان کو دی۔ کل ایک پارسل اور میرے نام کا
آیا۔ میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی ور دستنبو کا پارسل ہوگا دیکھا تو وہی دو جلدیں بغاوت ہند
کی ہیں حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہرا مہتمم ارسال نے ازراہ سہو دوبارہ بھیجدی ہیں
چاہتا تھا کہ لفافہ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیجدوں پھر سوچا کہ پہلے تمکو اطلاع کروں شاید
یہیں کسی اور کو دلوادو۔ بس اب تمھارے لکھنے کا انتظار ہے۔ جو کہو سو کروں۔ کہو تم کو
بھیج دوں کہو کہیں اور تمھاری طرف سے بھیج دوں۔ میرے کسی کام کی نہیں۔ والدعا
راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۵۹ع

ایضاً برخوردار کامگار کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ دستنبو کے آغاز کی عبارت از روے
احتیاط دوبارا رسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی اور آپ نے
اسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہوگا یا اب چھاپیے گا۔ بہرحال اس شہر کے
اخبار سنئے۔ حکم ہوا ہے کہ دوشنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو رات کے وقت سب خیرخواہان
انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی
پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہیدستی میں کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرری نہیں پایا
اپنے مکان پر روشنی کرے گا اور ایک قطعہ پندرہ ۱۵ بیت کا لکھکر صاحب کمشنر شہر کو

ایضاً میاں دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن لو تب کچھ کلام کرو۔ میں رامپور میں تھا کہ ایک خط تمہارا پہنچا۔ سرنامہ پر لکھا تھا عرضداشت عظیم الدین احمد۔ مقام میرٹھ۔ واللہ باللہ۔ اگر میں جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے۔ بہرحال یہ جانا معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اُٹھانے کیواسطے چھاپا چاہتے ہیں خیر چپ ہو رہا۔ جب میں رامپور سے میرٹھ آیا۔ بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کے ہاں اُترا۔ وہاں منشی ممتاز علی صاحب میرے دوست قدیم مجکو ملے اُنھوں نے کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان مجکو بھیج دیجیے گا۔ عظیم الدین ایک کتاب فروش اُس کو چھاپا چاہتا ہے اب تم سنو دیوان ریختہ اتم و اکمل کہاں تھا۔ ہاں میں نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علیخاں بہادر کو رامپور بھیج دیا تھا اب جو میں دلی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خاں صاحب نے مجکو تاکید کر دی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اُردو لے کر اُس کو کسی کاتب سے لکھوا کر مجکو بھیج دینا۔ میں نے رامپور میں کاتب سے لکھوا کر بسبیل ڈاک ضیاء الدین خاں کو دلی بھجدیا تھا۔ آمدم بر سر مدعائے سابق۔ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہتے بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدین خاں سے لیکر بھجدوں گا مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ کون کرتا ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں نے کہا کہ میں۔ اب کہو میں کیا کرتا۔ دلی آ کر ضیاء الدین خاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفیٰ خاں کے پاس بھجدیا۔ اگر میں اپنی خواہش سے چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا۔ آج اسی وقت میں نے تمکو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کو ایک خط بھیجا ہے اور اُن کو لکھا ہے اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے۔ اگر دیوان آ گیا تو فوراً تمہارے پاس بھجدوں گا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے

دل خوش ہوا۔ باقر علیخاں اور حسین علیخاں یہ دونو میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو لیکن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمھارے یہ۔ میں حسب الطلب نواب صاحب کے دوستانہ یہاں آیا ہوں۔ اور اپنی صفائی بذریعہ ان کے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ کتاب اور عرضی اواسطِ ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کر کے یہاں آیا ہوں۔ چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے۔ یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہوگا ○

ببینیم تا کردگار جہاں	دریں آشکارا چہ دارد نہاں

اپنے والد کو میری دعا کہدینا۔ میرزا یوسف علیخاں کو میری دعا کہنا اور کہنا میں تمھاری فکر سے فارغ نہیں ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے۔ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۰ء غالب

ایضاً برخوردار اقبال آثار منشی شیو نراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بغاوت ہند کا ایک دو ورقہ معیار الشعرا کا معرفت برخوردار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا۔ اور آج چارشنبہ ۱۴ مارچ کی ہے کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمھارا رامپور پہنچا۔ خدا تمکو جیتا رکھے اب میں شنبہ کے دن ۱۷ مارچ کو دلی روانہ ہونگا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہے یہاں نہ بھیجنا۔ ہاں بھائی ان دنوں میں برخوردار مرزا یوسف علیخاں وہاں آئے ہوئے ہیں آج ہی ان کا خط مجکو پہنچا ہے تم ضرور ان سے ملنا۔ منشی امیر علی صاحب کے ہاں وہ اُترے ہوئے ہیں۔ ان کو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے آؤ وہاں جو مجھ سے ملوگے تو زبانی سب کلام ہو رہے گا۔ اور اگر وہ ہاترس گئے ہوں تو یہ رقعہ جو تمھارے نام کا ہے ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاترس کو شیخ کریم بخش جو کیداروں کے دفعدار کے گھر کے پتے سے بھیج دینا۔ ضرور ضرور۔ از غالب۔ روان داشتہ چارشنبہ ۱۴ مارچ سنہ ۱۸۶۰ء وقت دوپہر ÷

بدستور بے کم و کاست جاری ہوا۔ مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقرری تھا مسدود ہوگیا۔ یہانتک کہ صاحب سکرٹر بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اَبْ گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں۔ مَیں فقیر متکبر مایوس دائمی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا۔ بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانے میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے دربار کیا۔ خیر کرو مجکو کیا۔ ناگاہ دربار کے تیسرے دن بارہ بجے چپراسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے۔ بھائی یہ آخر فروری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اُس دائیں ہاتھ کے زخم کے سیدھی ران میں اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک پھوڑا جُدا ہے۔ حاجتی میں پیشاب کرتا ہوں۔ اُٹھنا دشوار ہے بہرحال سوار ہوگیا۔ پہلے صاحب سکرٹر بہادر سے ملا پھر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تصور میں کیا بلکہ تمنا میں بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی۔ یعنی عنایت سے اخلاق سے۔ وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ہم تجکو اپنی طرف سے ازراہِ محبت دیتے ہیں اور مژدہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار میں بھی تیرا نمبر اور خلعت کھُل گیا۔ انبالہ جا دربار میں شریک ہو۔ خلعت پہن۔ حال عرض کیا گیا فرمایا خیر اور کبھی کے دربار میں شریک ہونا۔ اس پھوڑے کا بُرا ہو انبالے نہ جا سکا اگرے کیونکر جاؤں۔ بابو ہرگوبند سہاے صاحب کو سلام یہ مضمون واحد۔ ۳ مئی۔ ؁

ایضًا میاں تمھاری باتوں پر ہنسی آتی ہے۔ یہ دیوان جو مَیں نے تم کو بھیجا ہے اتم و اکمل ہے وہ اور کون سی دو چار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خان عزیز کے پاس ہیں اور اس دیوان میں نہیں اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سے باہر نہیں معہذا اُن سے بھی کہوں گا اور وہ غزلیں اُن سے منگا کر دیکھ لوں گا

تو مَیں ناچار ہُوں میرا کچھ قصور نہیں ہے - اگر سرگزشت کو بھی سُن کر مجکو گنہگار ٹھہراؤ تو اچھا میرا بھائی میری تقصیر معاف کیجیو - رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو - اور دیوان میرا میرے پاس آئے اور تم کو پہنچ جائے - ۱۹ یا ۲۰ جنوری ۱۸۶۶ء کتاب اور دونوں عرضیاں ولایت کو روانہ کرکے رامپور گیا ہوں - تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت ہے سو گزر چکی ہے - خواہی اسی مہینہ میں خواہی آغاز ماہ آیندہ یعنی مئی میں جواب کے آنیکا متر صد ہُوں دیکھیے آئے یا نہ آئے - آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے

ایضاً - برخوردار منشی شیو نراین کو دُعا کے بعد معلوم ہو - تصویر پہنچی تحریر پہنچی - سُنو میری عمر ستر برس کی ہے اور تمھارا دادا میرا ہم عمر اور ہمباز تھا اور مَیں نے اپنے نانا صاحب خواجہ غلام حسین مرحوم سے سُنا کہ تمھارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مَیں بنسی دھر کو اپنا فرزند سمجھتا ہُوں - غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سَو سَوا سَو برس کی ہماری تمھاری ملاقات ہے پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں اور رسم و راہ کے مسدود ہونے کا حاصل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر تم کو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو مجکو بسبیل ڈاک کبھی اکبرآباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت سُنو - چھٹا مہینا ہے کہ سیدھے ہاتھ میں ایک پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی پھوڑا پک کر پھُوٹ کر ایک زخم - زخم کیا ایک غار بن گیا - ہندوستانی جراحوں کا علاج رہا - بگڑتا گیا - دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے - سلائیاں دوڑ رہی ہیں - اُسترہ سے گوشت کٹ رہا ہے - بیس دن سے صورت افاقت کی نظر آنے لگی ہے - اب ایک اَور داستان سُنو - غدر کے رفع ہونے اور دلّی کے فتح ہونے اور دلّی کے فتح ہونے کے بعد میرا پنشن کھُلا - چڑھا ہوا روپیہ دام دام ملا - آیندہ کو

بنام بابو گوبند سہاے صاحب

برخوردار بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اس خط کا جواب ضرور لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہیں تم سے۔ ایک تو یہ کہ یہاں مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر الٰہ آباد سے کانپور آ گئے۔ کوئی کہتا ہے آویں گے۔ اس کا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دو قسم کی انگریزی شراب ایک تو کاس ٹلین اور ایک اولڈ ٹام یہ میں ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونوں قسم بیس روپیہ چوبیس روپیہ درجن آتی تھی۔ اب یہاں پہلے تو نظر ہی نہیں آتی تھی۔ اب پچاس روپیہ اور ساٹھ روپیہ درجن آتی ہے۔ وہاں تم دریافت کرو کہ اسکا نرخ کیا ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہیں یہ دونوں امر دریافت کر کر مجکو جلد لکھو۔ اگر بقیمت مناسب ہاتھ آئے اور اُس کا بھیجنا ممکن ہو تو یہاں سے روپیہ کی ہنڈوی بھیجدوں اور تم خرید کر بیل گاڑی کی ڈاک پر روانہ کر دو۔ جاڑوں میں مجکو بہت تکلیف ہے اور یہ گڑ چھال کی شراب مَیں نہیں پیتا۔ یہ مجکو مضرت کرتی ہے اور مجھے اس سے نفرت ہے

چارشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۸ء ضروری جواب طلب از غالب جاں بلب۔

ایضًا صاحب تم کو دعا کہتا ہوں اور دعا دیتا بھی ہوں۔ شراب کی قیمت کے دو خط نہیں بھیجے۔ بھائی کاس ٹلین اور اولڈ ٹام دونوں چوبیس روپیہ درجن مَیں ہمیشہ لیا کرتا تھا اب یہاں مہنگی ملتی ہے۔ مَیں نے تم سے پوچھا جب وہاں بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہیں۔ مَیں سمجھتا تھا کہ شاید وہاں ارزاں ہو۔ خیر اس کو جانے دو۔ روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہے مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے۔

بنام نواب امین الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی صاحب ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے تمہارے بزرگوں میں قرابتیں ہم پہنچیں۔ رنج کا میر اتمھارا

تصویر میری لے کر کیا کرو گے۔ بیچارہ عزیز کیونکر کھچوا سکے گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجکو لکھو۔ مَیں مصوّر سے کھچوا کر تم کو بھجوا دوں نہ نذر درکار نہ نثار۔ مَیں تم کو اپنے فرزندوں کے برابر چاہتا ہُوں اور شکر کی جگہ ہے کہ تم فرزندِ سعادت مند ہو۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور مطالبِ عالیہ کو پہنچاوے۔ سہ شنبہ ۳۰ جولائی ۱۸۶۱ء غالب۔

ایضاً میاں مَیں جانتا ہُوں کہ مولوی میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی نہیں کی۔ میرا مدعا یہ تھا کہ وہ تم پر اِس امر کو ظاہر کریں کہ دلّی میں ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا ہے کہ حکیم احسن اللہ خان صاحب تمھارا بھیجا ہوا فرمہ مجکو دیں اور وہ جو مَیں نے یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمھارا ارادہ اُس کے چھاپنے کا نہیں غور کرو میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز و الحاح سے دیوان لیا تھا اور مَیں نے نظر تمھاری ناخوشی پر بجبر اُس سے پھیر لیا۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اَور کو چھاپنے کی اجازت دُوں۔ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا۔ مَیں سمجھا کہ تم خفا ہو مَیں نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ برخوردار شیو نراین سے میری تقصیر معاف کروا دینا۔ بھائی خدا کی قسم مَیں تمکو اپنا فرزندِ دلبند سمجھتا ہُوں۔ اُس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے۔ رامپور سے وہ دیوان صرف تمھارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلّی میں تصویر بہزار جستجو بہم پہنچا کر مول لی اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں وہ تمھارا مال ہے۔ چاہو اپنے پاس رکھو چاہو کسی کو دے ڈالو چاہو پھاڑ کر پھینک دو۔ تم نے دستنبو کی جدول اور جلد بنوا کے ہم کو سوغات بھیجی تھی۔ ہم نے اپنی تصویر اور اُردو کا دیوان تم کو بھیجا۔ میرے پیارے دوست ناظر بنسی دھر کے تم یادگار ہو ؎ اے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری + خوشنودی کا طالب غالب۔ ۱۰ جنوری ۱۸۶۲ء۔

بھائی مرزا علاؤالدین خاں تم کو کیا لکھوں جو وہاں تمھارے دل پر گذرتی ہو۔ یہاں میری نظر میں ہے۔ خیر دُعاے مزید عمر و دولت۔ نجات کا طالب۔ غالب ÷

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون دُعاے بقائے دولت روزافزوں عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رُوسے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل گوہر نتواں گفت۔ آخر نتواں گفت۔ جو تمہارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے کیا نہیں پہنچی ہوگی یا تم بھول گئے ہوگے۔ وکیل حاضر باش دربار اسد اللّٰہی یعنی علائی مولائی نے اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اُردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے۔ جھنجھوٹی کے اونچے سُروں میں۔ راہ رکھوائی جاوے۔ اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر میں بھی سُن لوں گا۔ والسلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ۔ ۱ ربیع الاول ۱۲۸۲ ہجری

غزل

میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

غیر کی مرگ کا غم کس لئے اے غیرتِ ماہ
ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی

تم ہو بُت پھر تمھیں پندارِ خدائی کیوں ہے
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

حسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی
آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی

تیرے کوچہ کا ہے مائل دلِ مضطر میرا
کعبہ اک اور سہی قبلہ نما اور سہی

کوئی دُنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ
خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی

کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی

مجکو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں
زہر کچھ اور سہی آبِ بقا اور سہی

مجھ سے غالبؔ یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیدادگرِ رنج فزا اور سہی

معاملہ کیا پچاس برس سے مَیں تم کو چاہتا ہُوں بے اس کے کہ چاہت تمھاری طرف سے بھی ہو۔ چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا مَیں تمہیں چاہتا رہا تم مجھے چاہتے رہے۔ وہ امرِ عام اور یہ امرِ خاص کیا مقتضیٰ اس کا نہیں کہ مجھ میں تم میں حقیقی بھائیوں کا سا اخلاص پیدا ہو جائے وہ قرابت اور یہ مودّت کیا پیوندِ خُون سے کم ہے۔ تمھارا یہ حال سُنوں اور بیتاب نہ ہو جاؤں اور وہاں نہ آؤں۔ مگر کیا کروں مبالغہ نہ سمجھو۔ مَیں ایک قالبِ بے رُوح ہُوں ؎ یکے مُردہ شخصم بمردی رواں + انحلال رُوح کار روز افزوں ہے۔ صبحکو تبرید قریب دوپہر کے روٹی۔ شام کو شراب۔ اگر اس میں سے جس دن ایک چیز اپنے وقت پر نہ ملی۔ مَیں مر لیا۔ واللہ نہیں آسکتا۔ باللہ نہیں آسکتا۔ دل کی جگہ میرے پہلو میں پتھر بھی تو نہیں۔ دوست نہ سہی۔ دشمن بھی تو نہ ہُوں گا۔ محبت نہ سہی عداوت بھی تو نہ ہو گی آج تم دونو بھائی اس خاندان میں شرف الدولہ اور فخر الدولہ کی جگہ ہو۔ مَیں لم یلد و لم یولد ہُوں میری زوجہ تمھاری بہن میرے بچّے تمھارے بچّے ہیں خود جو میری حقیقی بھتیجی ہے اُسکی اولاد بھی تمھاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمھارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کیواسطے۔ تمھارا دُعا گو ہُوں اور تمھاری سلامتی چاہتا ہُوں۔ تمنّا یہ ہے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا کہ تم جیتے رہو اور تم دونوں کے سامنے مَر جاؤں تا کہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دو گے تو چنے تو دو گے۔ اگر چنے بھی نہ دو گے اور بات نہ پُوچھو گے تو میری بلا سے مَیں تو موافق اپنے تصوّر کے مَرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ اُلجھوں گا۔ جناب والدہ ماجدہ تمھاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں اسی واسطے وہاں پہنچتے ہیں سُنو بعد تبدیلِ آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت بڑے ہیں۔ کثرتِ اطبّا صحبتِ احبا تنہائی ہے نہ ملول رہو گے۔ حرف و حکایت میں مشغول رہو گے آؤ آؤ شتاب آؤ۔

کا حال کیا لکھوں بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎ نماند آب جز آب چشم در تیمم ٭ شب روز آگ برستی ہے۔ یا خاک نہ دن کو سُورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زمین سے اُٹھتے ہیں شعلے۔ آسمان سے گرتے ہیں شرارے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھوں۔ عقل نے کہا کہ دیکھ ناداں قلم انگریزی دیا سلائی کی طرح جل اُٹھے گی اور کاغذ کو جلا دے گی۔ بھائی ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے۔ وہ اَور بھی جانگزا ہے۔ خیر اَب فضل سے قطع نظر ایک ورکِ غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے۔ پرسوں فرّخ مرزا آیا۔ اُس کا باپ بھی اُس کے ساتھ تھا۔ میں نے اُس سے پُوچھا کہ کیوں صاحب مَیں تمھارا کون ہُوں اور تم میرے کون ہو۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضرت آپ میرے دادا ہیں اور مَیں آپ کا پوتا ہُوں۔ پھر مَیں نے پُوچھا کہ تمھاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی آغا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی مَیں نے کہا تُو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت مَیں تو آغا جان سے روز کہتا ہُوں کہ لوہارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دِلّی کی رعیت میں کیوں بن گئے۔ سُبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہمِ دُرست اور طبعِ سلیم۔ مَیں اس کی خوبیِ خُو اور فرخی سیرت پر نظر کر کے اس کو فرخ سیر کہتا ہُوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔ تم اُس کو بُلا کیوں نہیں بھیجتے۔ مگر بھائی غلام حسین خاں مرحوم کے تبع ہو کہ زین العابدین وحید حسن اور اُن کی اولاد کو کبھی مُنہ نہ لگایا۔ علاؤالدین خاں جیسا ہوشمند ہمہ داں بیٹا۔ فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیریں سخن پوتا۔ یہ دو عطیۂ عظمیٰ و موہبت کبریٰ ہیں تمھارے واسطے من جانب اللہ ؎

اگر دریافتی بر دانشت بوس		وگر غافل شدی افسوس افسوس

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ تمھارے تفریحِ طبع کے واسطے ایک غزل نئی لکھ کر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں۔ سوانح لیل و نہار لکھتا ہوں۔ کل پنجشنبہ ۵ مئی کو اوّل روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی پھر خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کرۂ زمہریر ہو گیا۔ بڑے دریبہ کا دروازہ ڈھایا گیا۔ قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہو گئی۔ سڑک کی وسعت دوچند ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور ہنود کے ڈیوڑھیوں کے جھنڈیوں کے پرچم پھہراتے ہیں۔ ایک شیر زور آور اور بلیتن بندر پیدا ہوا ہے مکانات جابجا ڈھاتا پھرتا ہے۔ فیض اللہ خاں بنگش کی حویلی پر جو گلدستے ہیں جسکو عوام گمزی کہتے ہیں اُن میں سے ہلا ہلا کر ایک کی بنا ڈھا دی اینٹ سے اینٹ بجا دی واہ رے بندر یہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر ریگستان کے مُلک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی فارسی انگریزی تین زبانوں کا عالم دلّی میں وارد ہوا ہے۔ بلّی ماروں کے محلّہ میں ٹھہرا ہے۔ بحسبِ ضرورت حُکّام شہر سے مل لیا ہے۔ باقی گھر کا دروازہ بند کئے بیٹھا رہتا ہے۔ گاہ گاہ نہ ہر شام و پگاہ غالب علی شاہ درویش کے تکیہ پر آ جاتا ہے۔ اہلِ شہر حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہے اس کے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ باپ سے پھر گیا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے۔ دیکھئے انجامِ کار کیا ہو۔ غالب علی شاہ کا قول ہے کہ کُل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۲ مئی ۱۸۶۳ء

ایضاً۔ جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون و دُعاے بقاے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ اُستاد میر جان آئے اور اُن کی زبانی تمھاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ خدا تم کو زندہ و تندرست و شاد و شاداں رکھے۔ یہاں

بنام مرزا علاؤالدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تمھارا خط پہنچا۔ مطالب دل نشین ہوئے۔ غوغائے خلق سے مجکو غرض نہیں

کیا اچھی رباعی ہے کسی کی ؎

مومن بخیال خویش مستم داند — کافر بگمان خدا پرستم داند
مردم زغلط فہمی مردم مردم — اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

بھائیوں سے پھر نہیں ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جواہر خبر دار میرا اسلام اخوین کو اور اُن کا سلام مجکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں ؎

تاب لائے ہی بنے گی غالب — واقعہ سخت ہے اور جان عزیز
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے — بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجۂ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اس واسطے لکھدیئے گئے تم نے اشعار جدید مانگے خاطر تمھاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرع آگے کے کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں اُن پر فکر کر کے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھکر سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہوں۔ بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں ؎

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے — غلام ساقی کوثر ہوں مجکو غم کیا ہے

مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے — تمھاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے
کٹے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلائے — کوئی بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے
لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود — کسے خبر کہ وہاں جنبش قلم کیا ہے

آج ۲۲ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ نقطۂ انقلاب صیفی میں۔ دن گھٹنے لگا
چاہیئے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم ہوجائے۔ نجات کا طالب غالب۔ +

ایضاً بھائی صاحب آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تم کو کیا لکھوں۔ تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں۔ اظہارِ غم۔ تلقینِ صبر۔ دعائے مغفرت۔ سو بھائی اظہارِ غم تکلّف محض ہے۔ جو غم تم کو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقینِ صبر بیدردی ہے۔ یہ سانحۂ عظیم ایسا ہے جس نے غمِ رحلت نوابِ مغفور کو تازہ کیا پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کیجائے۔ رہی دعاے مغفرت میں کیا اور میری دعا کیا مگر چونکہ وہ میری مربیہ اور محسنہ تھیں دل سے دعا نکلتی ہے۔ چونکہ تمہارا یہاں آنا سنا جاتا تھا اسواسطے خط نہ لکھا۔ آج معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔ اور اس سبب سے آنا نہ ہوا۔ یہ چند سطریں لکھی گئیں حق تعالیٰ تمکو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔ تمہاری خوشی کا طالب غالب ۱۵ نومبر سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً اخ مکرم خدا اکرم کی خدمت میں بعد ادائے سلامِ مسنون ملتمس ہوں۔ تمہارا شہر میں رہنا موجب تقویتِ دل تھا۔

گو نہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے

بھائی ایک سیر دیکھ رہا ہوں۔ کئی آدمی طیورِ آشیاں گم کردہ کی طرح ہر طرف اڑتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کرو گے۔ علائی کو کب بھیجو گے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن ہیں بارش شروع ہوجائیگی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہے گا۔ میں رہرو چالاک ہوں۔ تیراک نہیں۔ لوہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤں۔ دخانی جہاز کہاں سے لاؤں۔

اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش

علائی کے دیدار کا طالب غالب۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۱۷ محرم سنہ ۱۲۸۱ ہجری +

اُب بھی قاصر نہ ہوگا - تاریخ اوپر لکھ آیا - نام اپنا بدل کر مغلوب رکھ لیا ہے -

ایضاً - یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۸۶۵ء ع

شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح فتاد — حوریان رقص کناں ساغر شکرانہ زدند
قدسیان بہر دعائے تو و والا پدرت — قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

میاں تم جانتے ہو کہ میں عازم رام پور تھا اسباب ساعدت ہو گئے بشرط حیات جمعہ کو روانہ ہوگا لڑکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا زائد ہے ایک بار میں صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا مزاج کی خبر پوچھ آیا - بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا - راقم غالب علی شاہ -

ایضاً جانا جانا ایک خط میرا تمھارے دو خطوں کے جواب میں تم کو پہنچا ہوگا - آج میں علی اصغر خاں جہادر کے گھر گیا اُن سے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ سیر کی ماں کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیجدیں یہاں سے روپیہ بھیجدیا جائیگا - آج منگل ہے ۱۰ رشعبان کی اور ۲۰ ردسمبر کی - دونوں بھتیجے تمھارے جمعہ کے دن ۲۲ ردسمبر کو روانہ دہلی ہوئے - میں پرسوں یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہوں گا ع

اول ما آخر ہر منتہی در اکرام و عزت — آخر ما جیب تمنا تہی از مال و دولت

تو کمان گروہ کہا کر فارسی گہہ گاہ اگر مجھ سے ہندی کی چندی سُن - ایک غلیل حضور نے دی گی ہے ایک علی اصغر خاں سے اینٹھی دونوں کل آئیں گی - مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتے سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں - زاد کی خدا سے جیتی فقیر ہر کی - راحلہ وہ جانیں فقط غالب

ایضاً صبح دو شنبہ شانزدہم از مہ صیام - میری جان نئے مہمان کا قدم تم پر مبارک ہو

نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا		خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے
وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم		وگرنہ مُہرِ سلیمان و جامِ جم کیا ہے
سخن میں خامۂ **غالب** کی آتش افشانی		یقیں ہے ہم کو بھی لیکن اب اُس میں دم کیا ہے

لو صاحب تمھارا فرمان قضا تو امان بجا لایا مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر یاد جیتا رکھو گے اور اُردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے عمر فراواں دولت فزوں باد فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۶ء بارہ پر دو بجے تین کا عمل ٭

ایضاً مرزا رُو برو یا از پہلو آؤ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علیخاں اور حسین علیخاں مع ۱۴ رُخ ۲ بڑے اور ۲ چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے اُن کے ساتھ گئے۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نواب صاحب نے وقتِ رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہاں وارد ہیں اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ دلی چلوں گا اور وہاں سے لوہارو جاؤں گا۔ میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ اسی ہفتہ میں چلوں گا۔ آپ جال جو کے اُردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب تھا اُس کو تم نے فارسی لکھا۔ اور فارسی بھی متضمن یہ نہیں کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو بھی بصیغۂ مفرد بہ تعبیر یہ وہی چھوٹی ہے بڑی ہے کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤں گا ماکتب فیہ کہکر کام کا مقدمہ نکال لوں گا۔ میں نے تو چلتے وقت فرخ سیر کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو میں اُس کی درستی کر تا لاؤں جواب آیا کہ اَور کچھ مدعا نہیں صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اُس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکاء کا وکیل وہاں موجود ہے اگر وہ اس امر کا ذکر کرتے تو میں اُن کے خالو اصغر علیخاں کے نام عرضی یا خط لکھوا تا لاتا۔ بہرحال

خدا کا مقہور۔ خلق کا مردود۔ بُوڑھا ناتوان بیمار فقیر نکبت میں گرفتار۔ تمھارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اِس کا نظیر بہم پہنچاؤں۔ واقعہ کربلا سے نسبت نہیں دے سکتا۔ لیکن واللہ تمھارا حال اِس ریگستان میں بعینہٖ ایسا ہے جیسا مُسلم ابن عقیل کا حال کُوفہ میں تھا۔ تمھارا خالق تمھاری اور تمھارے بچّوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ مَیں ہُوں۔

ایضاً چاشتگاہ سہ شنبہ دوازدہم نومبر ۱۸۶۵ع۔ آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہاب الدین خاں تمھارا خط اور مصری کی ٹھلیا لیکر آئے مَیں اُس کو لو اکر گھر گیا اپنے سامنے مصری تُلوائی آدھ پاؤ اوپر دو سیر نکلی۔ خانۂ دولت آباد۔ یہی کافی و وافی ہے اور اب حاجت نہیں۔ روٹی کھا کر باہر آیا۔ تمھارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانے والا ہے۔ مَیں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہُوں۔ لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھدی مطالب مندرجۂ خط کا جواب بشرطِ حیات کل بھیجوں گا۔ غالب۔

ایضاً۔ اقبال نشانا بخیر و عافیت و فتح و نصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوا لینے پر آمادہ ہوئے ہیں مجھ سے مسودات مانگتے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کئے ہیں۔ مَیں مسودہ نہیں رکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجنا ہوا وہاں بھیج دیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس بہت ہوں گے اگر اُن کا ایک پارسل بنا کر بسبیل ڈاک بھیج دو گے یا آج کل میں کوئی اِدھر آنے والا ہو اُس کو دیدو گے تو موجب میری خوشی کا ہو گا اور مَیں ایسا جانتا ہُوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہو گے بچّوں کو دُعا۔ غالب

ایضاً جانِ غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عم نامدار سے سُنا ہو کہ لغات وساتیر کی فرہنگ

اللہ تعالیٰ تمھاری اور اُس کی اور اُس کے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے تمھاری طرزِ تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے۔ ثاقب اس کو عزیز اور غالب عزیز تر جانتا ہے۔ واضح لکھو تا احتمال رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا توبہ توبہ خط کا ہے کو ایک تختہ کاغذ کا میں نے سراسر پڑھا لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی کا بیان جب کرتا کہ فحوائے عبارت سے جگر خوں نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار۔ ایسا زباں آور۔ ایسا عیار طرار۔ یوں عاجز و درماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمھارا غم جدا۔ ساغرِ اول و درد کیا دل لیکر آئے کیا زبان لیکر آئے کیا علم لیکر آئے۔ کیا عقل لیکر آئے اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے کسی شیوہ کی داد نہ پائے گویا نظیری تمھاری زبان سے کہتا ہے ؎

جوہرِ بینش من در تہ زنگار بماند	آنکہ آئینہ من ساخت بپرداخت دریغ

بھائی اس مرض میں میں بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم میں نے اپنی نظم و نثر کی داد باندازہ بایست پائی نہیں آپ ہی کہا آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیے ہیں بقدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لوں اور اُس میں شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسّی کے لٹکاؤں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا۔ کبھی مصر میں جا ٹھہرا۔ کبھی نجف جا پہنچا۔ نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ سہی۔ جس شہر میں رہوں اس شہر میں تو بھوکا ننگا نظر نہ آئے ؎

نہ بستاں سرائے نہ میخانۂ	نہ دستاں سرائے نہ جانانۂ
نہ رقص پری پیکران بر بساط	نہ غوغائے رامشگران در رباط

تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤں گا ؎

فرخ آں روز کہ از خانۂ زندان روم ۔ سوئے شہر خود ازیں وادیٔ ویران بروم

گانے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہیں دو فارسی غزلیں دو اردو غزلیں اپنے حافظہ کی تحویل میں بھیجتا ہوں بھائی صاحب کی نذر

غزل

از جسم بجاں نقاب تا کے
ایں گنج دریں خراب تا کے

ایں گوہر پر فروغ یا رب
آلودۂ خاک و آب تا کے

ایں راہرو سالک قدس
واماندۂ خورد و خواب تا کے

بیتابیٔ برق جز دمے نیست
بادیں ہمہ اضطراب تا کے

جاں در طلب نجات تا چند
دل در تعب عتاب تا کے

پرسش ز تو بے حساب باید
غمہاے مرا حساب تا کے

غالب بچنیں کشاکش اندر
یا حضرت بوتراب تا کے

دوش کز گردش بختم گلہ بر روے تو بود
چشم سوے فلک و روی سخن سوے تو بود

انچہ شب شمع گماں کردی و رفتی بیتاب
نفسم پردہ کشاے اثر خوے تو بود

چہ عجب صانع اگر نقش دہانت گم کرد
گماں خود از حیرتیاں رخ نیکوے تو بود

بکف باد مباد ایں ہمہ سوائی دل
کاخر از پردہ گیان شکن موے تو بود

مردن و جاں بہ تمناے شہادت دادن
ہم از اندیشۂ آزردن بازوے تو بود

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند
کایں ہمانست کہ پیوستہ در ابروے تو بود

وہاں ہے اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیج دیتے خیر ع انچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست ٭
تم ثمرِ نورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے اور میں ہوا خواہ و سایہ نشین اُس نہال کا رہا ہوں کیونکر تم مجھکو عزیز نہ ہوگے۔ رہی دید وا دید اس کی دو صورتیں ہیں تم دلّی میں آؤ یا میں لوہارو آؤں۔ تم مجبور میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ہو جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور ماجرا کیا ہے۔ سُنو عالم دو ہیں۔ ایک عالمِ ارواح۔ اور ایک عالمِ آب و گل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور پھر آپ جواب دیتا ہے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہر چند قاعدۂ عام یہ ہے کہ عالمِ آب و گل کے مجرم عالمِ ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالمِ ارواح کے گنہگار کو دُنیا میں بھیجکر سزا دیتے ہیں چنانچہ میں آٹھویں رجب سنہ ۱۲۱۲ھ میں روبکاری کیواسطے یہاں بھیجا گیا ۱۳ برس حوالات میں رہا۔ ۷ رجب سنہ ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی۔ اور دلّی شہر کو زنداں مقرر کیا اور مجھے اُس زندان میں ڈال دیا۔ فکرِ نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد جیل خانہ سے بھاگا تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایانِ کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اُسی محبس میں بٹھا دیا۔ جب یہ دیکھا کہ یہ قیدی گریزپا ہے۔ دو ہتکڑیاں اَور بڑھا دیں۔ پاؤں بیڑی سے فگار۔ ہاتھ ہتکڑیوں سے زخم دار۔ مشقتِ مقرری اور مشکل ہو گئی۔ طاقت یکقلم زائل ہو گئی۔ بیحیا ہوں سالِ گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زنداں میں چھوڑ مع دونوں ہتکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ حکم رہائی دیکھیے کب صادر ہو ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اس ماہ ذی الحجہ میں چھوٹ جاؤں۔ بہر تقدیر بعد رہائی کے

آوے فقیر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام فرمایا اب وہاں آتے ہیں۔ قریب طلوع آفتاب بچشم نیم باز یہ رقعہ تمہارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصّل نہیں لکھ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھ کر تو سمجھا کہ میرا بوڑھا چچا غالب جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے۔ پس نور چشمان جنت جان مرزا باقر علیخاں بہادر و مرزا حسین علیخاں بہادر جناب آغا صاحب کا قدموس بجالائیں اور اُن کی خدمتگزاری کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں۔ بس ہاں مرزا علائی اگر رنیل الگزنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سُنئے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر مجتمعہ سہ سالہ یک مشت مل گیا۔ بعد ادائے حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور ساٹھ روپیہ گیارہ آنے مجھے بچے۔ مئی کا مہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم آگیا کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا کریں ماہ بماہ پنشن تقسیم نہ ہوا کرے۔ میں دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خان کی حویلی میں رہتا ہوں۔ اب وہ حویلی غلام اللہ خاں نے مول لے لی۔ آخر جون میں مجھ سے کہا کہ حویلی خالی کر دو اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو حویلیاں قریب ہم دگر ایسی ملیں کہ ایک محلسرا اور ایک دیوان خانہ ہو نہ ملیں۔ ناچار یہ چاہا کہ بلی ماروں میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں جا رہوں۔ نہ ملا تمہاری چھوٹی پھوپھی نے بیکس نوازی کی۔ کڑوڑا والی حویلی مجکو رہنے کو دی۔ ہر چند وہ رعایت مرعی نہ رہی کہ محلسرا سے قریب ہو مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا۔ ایک پاؤں زمین پر ہے ایک پاؤں رکاب میں توشہ کا دہ حال گوشہ لی یہ صورت تا۔ کل شنبہ ۱۷ ذی الحجہ کی اور ۲۰ جون کی پہر دن چڑھے تمہارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سُنا گیا کہ امین الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں نزول اجلال کیا

لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوس روئے تو بود

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

لوگوں کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشاں اور

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجکو زباں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں گے ہاں اور

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کئے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کئے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اسنے سینکڑوں وعدے وفا کئے

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کئے

رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مے
مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کئے

کس روز تہمتیں نہ تراشا کئے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے

غالب تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاء الدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا پہنچے
کل شام کو مخدوم مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بسواری ریل ہانند دولت دلخواہ کو گئے

یہی لکھا گیا کہ میں ایک معدوم محض ہوں تمہارا اقبال تمہارے کلام کو اصلاح دیتا ہے اس سے بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو۔ بھائی کے اور تمہارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے پر کیا کروں عقرب و قوس کے آفتاب یعنی نومبر و دسمبر میں قصد تو کروں گا کاش لوہارو کی جگہ گوڑگانوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ لکھو گے کہ رامپور کیا نزدیک ہے وہاں گئے کو دو برس ہو گئے یہاں انحطاط و اضمحلال روز افزوں ہے تم یہاں آسکتے ہو نہ مجھ میں وہاں آنے کا دم بس اگر نومبر و دسمبر میں میرا اخیر حملہ چل گیا بہتر ورنہ ــہ ای وائے ز محرومی دیدار و گر ہیچ ۔ غالب

ایضاً اقبال نشان مرزا علاؤالدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ برخوردار علی حسین خان آیا مجھ سے ملا۔ بھائی کا حال اُسکی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ الولد سر لابیہ تم اسکے مصداق کیوں بنے خفقان و مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد موروثی ہے لیکن آجتک تمہاری خدمت میں حاضر نہوا تھا اب کیوں آیا۔ اگر آیا تو ہرگز اسکو ٹھہرنے نہ دو۔ ہانک دو۔ خبردار اسکو اپنے پاس رہنے نہ دینا شفیق کرم و لطف مجسم منشی نولکشور صاحب بسبیل ڈاک یہاں آئے مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے بھائی شہاب الدین خاں سے ملے۔ خالق نے اُن کو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے گویا بجائے خود قران السعدین ہیں تم سے میں نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت ضہ ان لئے تھے اب ان سے جو ذکر آیا تو انہوں نے پہلی قیمت مشتہرۂ اخبار یعنی قبول کی یعنی ــہ فی جلد اس صورت میں دس مجلد کے ــہ میں دوں اور ــہ تم دو ہمگی ــہ مطبع اودھ اخبار میں پہنچانے چاہئیں میں دسمبر ماہ حال کی دسویں گیارھویں کو طالب ہونگا۔ لکھو ــہ علی حسین خاں کو دوں یا لکھنو بھیجدوں۔ اس نگارش کا جواب جلد لکھو۔ بھائی صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور استاد میرجان کے میری طرف سے قدم لینا نجات کا طالب غالب۔ پنجشنبہ ۱۲ جمادی الثانی سال غفر مطابق ۱۰ دسمبر سال غضب کیا ہے یہ گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ہے۔

پھر دن رہے از راہِ مہربانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے میں نے اُن کو دلِ افسردہ پایا دل کُڑھتا۔ علی حسین خاں بھی آیا۔ اُس سے بھی ملا۔ میں نے تمھیں پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ بھائی صاحب بولے کہ جب میں یہاں آیا تو کوئی وہاں بھی تو ہے اور اس سے علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں۔ میں نے کہا اتنا ہی جتنا تم اُس کو چاہتے تھے ہنسنے لگے غرض کہ میں نے بظاہر اُن کو تم سے اچھا پایا۔ آگے تم لوگوں کے دلوں کا مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ نگاشتہ و رواں داشتہ یکشنبہ۔ بین الظہر والعصر +

ایضاً چہار شنبہ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ علائی مولائی اس وقت تمھارا خط پہنچا۔ اِدھر پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاؤ سنگ اور مجکو بیل بنایا اس پیوند کے طعنہ کو تازیانہ اور مجکو گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پیوند لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کمشنری میں متعیّن نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا واسطے فقرا کے وجہ معاش مقرر کر دیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے مقرر ہے ہاں فقیر سے دعائے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہوں دلّی رہوں چاہوں اکبرآباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑوں کیواسطے کرایہ کروں کپڑوں کے صندوق میں آدھی درجن شراب بھروں۔ آٹھ کہار ٹھیکہ کے لوں۔ چار آدمی رکھتا ہوں۔ دو یہاں چھوڑوں دو ساتھ لوں۔ چل دوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا لڑکوں کا حافظ لوہارو بھجوایا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہار بہم پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں سے محلسرا میں کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور جی حال دیوان خانہ میں آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا

ثاقب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے۔ مَیں کہتا تھا کہ پوتی ہے بارے مَیں جیتا اور ثاقب ہارا۔ عریضہ جداگانہ اُستاد میر جان صاحب کے نام بھیجتا ہے۔

ایضاً میری جان۔ علائی ہمدان۔ اس مرغ دخل مقدر کا کیا کہنا ہے۔ فرہنگ لغات دساتیر تمھارے پاس ہے مَیں چاہتا تھا کہ اُسکی نقل تم سے منگاؤں تم نے دساتیر مجھ سے مانگی اسی صحیفہ مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہوگے کہ اگر دساتیر نہیں تو فرہنگ کی خواہش کیوں ہے حق یوں ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں اسواسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس فرہنگ کی نقل بھیجدوگے تو مجھ پر احسان کروگے۔ دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ اُسکا بھی پارسل بھیجدیتا۔ ہاں صاحب اگر دساتیر ہوتی اور مَیں بھیجدیتا تو البتہ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا۔ دین و دنیا میں کیوں ماجور ہوتا۔ ارسالِ ہدایہ حصولِ اجر کیوں مرتب ہوگیا۔ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اُس مذہب کو حق جانتے ہو کہ مَیں جو واسطہ اُس کے اعلان و شیوع کا ہوتا تو عنداللہ مجکو استحقاق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی رُوم کا سُناؤ ~

دولت بغلط نبود از سعی پشیماں شو	میرا	کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	حافظ	چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہبہا جدا ست	مولانا روم رح	عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

رات کو خوب مینہ برسا ہے صبح کو تھم گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر تنک چھا رہا ہے۔ یقین ہے کہ تمھاری جدہ ماجدہ مع اپنی بہو اور پوتے کے روانہ لوہارو ہوں۔ کل آج کی روانگی کی خبر تھی۔ یہ لڑکا سعید ازلی ہے ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا خاص اسکی آسایش کے واسطے ہے۔ میر نظر سرِ راہ ہو وہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ اُدھر سے نکلا۔ بھئی محمد علی بیگ

ایضاً جمعہ نہم رجب ۵ دسمبر۔ میری جان تمہارا خط بھی آیا۔ اور علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا اگر سرنوشت آسمانی میں بھی اواخر رجب یا اوائل شعبان میں ہمارا تمہارا مل بیٹھنا مندرج ہی تو زبانی کہہ سن لینگے قلم کو ان اسرار کی محرمیت نہیں ہے جو شخص اپنے مُلک و مال و جان و تن و ننگ و نام کے اُمور میں آشفتہ و سرگرداں بلکہ عاجز و حیران ہو وہ دوسرے کو اُس سے کیا گلا ہائے نظیری ؎

با جفا و ناخوشی با خود غرور و سرکشی	از زمانہ از خود نہ آخر ازان کیستی

محل عقل و ہوش دماغ سو تباہ افیون کا تخم ہو جانا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یُوں بگڑ جاے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۲۶ رمضان۔ صاحب کل تمہارا خط پہنچا۔ آج اُس کا جواب لکھ کر روانہ کرتا ہُوں رجب بیگ شعبان بیگ۔ رمضان بیگ نام ہوتے ہیں سو خالی گئے۔ شوال بیگ آدمی کا نام نہیں سُنا۔ ہاں عیدی بیگ ہو سکتا ہی۔ پس جب عید ہے اور روز سعید ہی تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہور ثلثہ ماضیہ اس مہینے میں تم آسکو۔ ہر چند میں تو کہتا ہُوں نہ آسکو اس ماہ مبارک میں امضاے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیوں کی عید کوسہ برنشین کا گمان گزرے۔ وہ کیوں جاؤ۔ ہولی کی ڈولہنڈی کا سماں لوہارو میں بندھ جاے۔ ایک خرسوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حسن اتفاق کہ یہ ہی موسم ہے ہولی اور عید کوسہ برنشین کا زمانہ باہم ہے۔ حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار ہوتے ہیں کل آفتاب حوت میں آیا ہی کہ سہ برنشین اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔ خیر میں چند روز اور کشمکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں تو سہ برنشین اور ہولی کی رنگ رلیاں منالے اور خرسوار بضرب تازیانہ دوڑالے۔ علاؤالدین خاں واللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہی فرق اسی قدر ہے کہ میں جاہل ہُوں اور تُو مولوی ہی۔ ارے ظالم اس کوسہ برنشین کی داد دے۔ عقل کرامت ہے الہام ہے لُطفِ طبع ہے کیا ہے یہ اسم کس قدر مناسب مقام ہے صبیہ کا مقدم تم پر مبارک ہو۔

تفریس و تعریب ہو۔ یہ پرسش نہ بہ سبیلِ استہزا ہے بلکہ بطریق استفسار و استعلام ہے جو تمھیں معلوم ہو بلکہ اگر تمیز مجہول ہو تو معلوم کرکے مجھے لکھ بھیجو۔ یوسف علیخاں عزیز مانند اُس دہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منتظر ہو اور اَبر آئے اور نہ برسے مضطر و حیران ہے۔ علی حسین خاں آتے ہیں۔ علی حسین خاں آتے ہیں آئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب۔

ایضاً میرزا نسیمی کو دُعا پہنچے۔ آنکھ کی گھاجنی جب خود پک کر پھوٹ گئی تھی اور پیپ نکل گئی تھی تو نشتر کیوں کھایا مگر یہ کہ بطریق خوشامد طبیب سے رجوع کی جب اُس نے نشتر تجویز کیا۔ خواہی نخواہی امتثال کرنا پڑا اور شاید یوں ہو کچھ مادہ باقی ہو۔ بہرحال حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے۔

قطعہ

بسکہ فعال ما یُرید ہے آج
ہر سلحشور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک
تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا
کوئی واں سے نہ آسکے یہاں تک
آدمی واں نہ جا سکے یہاں کا
میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا
وہی رونا تن و دل و جاں کا
گاہ جل کر کیا کیے شکوہ
سوزشِ داغہائے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کیے باہم
ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا
اس طرح کے وصال سے غالب
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

ایضاً از بھتیجے بھائی۔ مولانا علائی۔ خدا کی دُہائی۔ نہ میں ویسا ہونگا جیسا تم نے سمجھا ہے اور جو تم مجھکو لکھ چکے ہو یعنی خفقانی اور خیال تراش نہ ویسا ہونگا جیسا میرزا علی حسین خاں بہادر سمجھے ہونگے

لوہارو کی سواریاں روانہ ہوگئیں؟ حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائیں گے۔ تیاری ہو رہی ہے۔ مرقومہ۔ شنبہ یکم جون وقتِ صبح ۶ بجے، ۷ کے عمل میں۔ غالب۔

ایضاً یکشنبہ۔ ۳ محرم سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۶ء۔ میری جان مرزا علی حسین خان آئے اور مجھ سے ملے۔ میں نے خطوطِ مرسلہ تمھارے کمشنت اُن کو دیئے۔ اب تمھارے پاس پہنچنے کا اُن کو اختیار ہے رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خاں سے آنے کی حقیقت اور یہاں اقامت کی مدت پوچھی گئی جواب پایا کہ ایک مہینہ دس دن کی رخصت لے کر آیا ہوں۔ بی بی ہمائی ہے اُس کا استعلاج منظور ہے۔ میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دریغ نہ کروں بھلا یہ مبالغہ سہی بلکہ بے شک تبلیغ و غلو ہے لیکن قریب قریب اس کے یعنی جو چیز امکان سے باہر نہ ہو اُس میں قصور کیونکر کیا جائیگا بلکہ شاید تمھاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو۔ مگر سوچو کہ آئین غمخواری و اندوہ گساری کیا ہوگی۔ میرزا ہد وضع و بد روش نہیں کہ پند و بند کا محتاج ہو کوئی اُس کا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو رہے امور خانگی یعنی بی بی اور اُس کے آبا و اخوان کے معاملے اُس میں نہ تم کو دخل نہ مجکو مداخلت تم علی حسین خاں کو اس پیوند پر کیا کیا چھیڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اُس کے دادا کی اور اُسکی سسرال ایک ہی یہ ذریعۂ فخر ہے اُسکو اور اُسکے طفیل سے تمکو بلکہ تھوڑی سی نازش اگر مجھ ننگ قربا کے حصہ میں بھی آ جائے تو کچھ بعید نہیں ہر چند تمھارا ہر کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن اس خسر خسروانی نے مار ڈالا کیا کہوں جو مجکو مزا ملا ہے کہاں خسرو خسرواں لغات عربی الاصل اور کہاں روزمرہ مشہور کہ خسر سُسرے کو کہتے ہیں صنعتِ اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے اچھا میرے میاں۔ یہ خسر بمعنے پدرِ زن کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی و العربی مشترک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی ہے فارسی میں پدرِ زن بہ فکِ اضافت کہتے ہیں عربی میں جسطرح بمعنی نقصان منصرف ہے شاید سسرے کا اسم جامد ہی ہو فی الحقیقت سسر کی

ایضاً۔ میاں تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو اجّاے مرحوم و مغفول میں ہیں خیر تمھارا حکم بجا لایا۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے دربار کیا۔ میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف و عنایت میری ارزش و استحقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش اور تصوّر سے سوا ہندوں کی اس ہجوم امراض جسمانی اور آلام روحانی کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ہر دم دم نزع ہے دل غم سے خونریز ہو گیا ہے کہ کسی بات سے خوش نہیں ہو سکتا۔ مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہوں۔ اور نجات کا طالب ہوں۔ کئی دن سے کوئی تحریر دلپذیر تمھاری نہیں آئی۔ نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے اپنے بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمھارا قاعدہ ہے منقّح اور مفصّل لکھو فقط نجات کا طالب۔ غالب

ایضاً میری جان تخلص تمھارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے نشی کو بے تکلّف اس کا مصحف کیوں ٹھہراؤ یہ میدان بہت فراخ ہے۔ خدا کی خے کو جیم فارسی سے بدل دو۔ بی کو بتقدیم موحدہ علی النون لکھو۔ یہ وساوس دل سے دور کرو۔ رہرو ایک اچھا تخلص ہے رہرو اُسکی تجنیس موجود ہے شیون ایک اچھا تخلص ہے ستون اُسکی تصحیف ہے۔ تمھارے واسطے بمناسبت اسم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر بہت بڑا نامی گزر چکا ہے۔ ہاں نامی سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہیں مولانا فایق کی پیروی کرو۔ مولانا لایق کہلاؤ اگر کہو گے کہ اس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہے مولانا شایق بن جاؤ۔ ہنسی کی باتیں ہو چکیں اب حقیقت واجبی سنو۔ نسیمی تخلص خماسی بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی سامی رہرو شیون۔ یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں ان میں سے ایک تخلص قرار دو میرے نزدیک سب سے بہتر تمھارے واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک آم کا نام فخری ہے حاصل کلام دو دن کی فکر میں جو تخلص میرے خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی مجھ کو تخلص نیا ہے اگر پسند آئے تو یہ لکھو۔ والدّعا صبح یکشنبہ ۱۲ مئی ۱۸۶۱ء۔ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً صاحب بہت دن سے تمھارا خط نہیں آیا۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے مقدمہ اُس نے جیت لیا

ہے اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم دانند۔ دوجانہ میں میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریب شادی پر مدار
یہ بھی شعبہ ہے اُنہیں ظنون کا جس سے تمہارے چچا کو گمان ہے مجھ پر جنون کا۔ جاگیردار میں تھا کہ ایک جاگیردار
مجکو بلاتا۔ گویا میں تھا کہ اپنا ساز و سامان لیکر چلا جاتا۔ دوجانہ جا کر شادی کماؤں اور پھر اُس
فصل میں کہ دُنیا کرۂ نار ہو لوہارو جائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں در پھر اُس موسم میں کہ جاڑے کی
گرمی بازار ہو۔ کل اُستاد میرن جان صاحب نے تمہارا خط مجکو دکھایا ہے میں نے اُن کو جانے نجانے میں
متردد پایا ہے جائیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا غلام حسن خاں
اگر کسی وقت آجائینگے تو اُن کو تمہاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کرونگا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اُن دونوں
صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے یا مجکو طاقت یا تمکو انصاف کہ میرے نہ آنے کو دلی کی
دلبستگی پر محمول نہ کرو مجکو رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیس فرخ آباد پر خصوصاً کہ
جہاز سے اُتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا۔ اہاہاہا ہے

	پڑے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار		اور اگر مر جایے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو	

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زیست میں مجکو نظر نہیں آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہو گیا
حق التصنیف کی ایک جلد میری پاس آگئی وہ تمہارے عم نامدار کے نذر ہوئی۔ باقی جلدیں جنکا میں
خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جبتک قیمت نہ بھیجدوں کیونکر آئیں روپیہ کی
تدبیر میں ہوں اگر بہم پہنچ جائے تو بھیجدوں۔ تمہارے پاس جو قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے کی
ہے تو صحیح ہے جہاں تردد ہو غلطنامہ میں دیکھ لو۔ زیادہ انکشاف منظور ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اگر قلمی ہے
تو درجہ اعتبار سے ساقط ہے اسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مول لے لو اور اُسکو پھاڑ ڈالو۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون
المبارک بارہ پر تین بجے تمہارا خط آیا اُدھر پڑھا اِدھر جواب لکھنے بیٹھا یہاں تک لکھ چکا تھا کہ شیخ
شہاب الدین [illegible] تمہارا خط اُنکو دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم لکھ رہے ہیں ابر آیا ہوا ہے ہوا سرد چل رہی ہے

تم سمجھ تو گئے ہوگے کہ صاحبین مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہیں بھائی صاحب کی رضا جوئی مجھکو منظور۔ اور یہ غزل معروض ہے میری طرف سے سلام کہو ؎

ازمن غزلے گیر و بفرمائے کہ مطرب		درپے بگوید از روے نوازش دو سہ دم را	

غزل

جز دفع غم ز بادہ نبود است کام ما	گوئی چراغ روز سیاہ است جام ما
در خلوتش گزر نبود باد را اگر	صرصر بخاک راہ رساند پیام ما
ای باد صبح عطرے ازان پیرہن بیار	تسکین ز بوئے گل نہ پذیرد مشام ما
ہر بار دانہ بہر ہما افگنیم و مور	آید بدام و دانہ رباید ز دام ما
گفتی چو حالِ دل شنود مہرباں شود	مشکل کہ پیشِ دوست تواں برد نامِ ما
ازما بما پیام دہیم ازما بما سلام	رنجِ دلی مباد پیام و سلامِ ما
مقصودِ ما ز دہر ہر آئینہ نیستی است	یارب کہ ہیچ دوست مبادا بکامِ ما
غالب بقولِ حضرتِ حافظ زفیضِ عشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ایضاً۔ میاں چلتے وقت تمھارے چچا نے غلیل کی فرمایش کی تھی رامپور پہنچ کر وہ بے سعی و تلاش ہاتھ آگئی بنوا رکھی۔ لڑکوں نے۔ ملازموں نے سب نے مجھسے سُن لیا کہ یہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب کے واسطے ہے اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں ہم نہ پہنچی دس روپیہ تک مول کو نہ ملی۔ نواب صاحب سے مانگی توشہ خانہ میں بھی نتھی ایک امیر کے ہاں پتہ لگا۔ دوڑا ہوا گیا کھچی موجود پائی لیکن کیا کھچی جیسے نجف خاں کے عہد کے تورانیوں میں ہماری تمھاری ہڈی۔ بنوانے کی فرصت کہاں۔ آج لی کل چلدیا۔ ان بانس کی قدر کرتا اور اسکو اچھی طرح بنوا لیتا۔ بادشاہ فرخ سیر اور اُسکے اخوان خوش و خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے

چنانچہ اُسکی تحریر سے تمکو معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان دنوں علّتِ مشائخ کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں ؎

کسانے کہ یزداں پرستی کنند	بآوازِ دولاب مستی کنند

خدا مبارک کرے۔ غالب

ایضاً صبح یکشنبہ یکم مارچ ۱۸۶۳ء صاحب پرسوں تمھارا خط آیا۔ کل جمعہ کے دن نواب کا مسہل تھا ۱۱ بجے وہاں سے آیا۔ چونکہ جوب میں کرب و دائیں تھیں بہت بے چین رہے آٹھ دس دست آئے آخر دن مزاج بحال ہوگیا فتفیۃ اچھا ہوا۔ اب بفضل آلٰہی اچھے ہیں اور یقین ہے کہ مرض عود نہ کرے۔ دلّی کی اقامت کی مدت اپنے والد کی راے پر رہنے دو۔ بقدر مناسب وقت عزم خیر خواہانہ کچھ کہو لگا ضرور نہ بابرام۔ میں تم سے زیادہ ان کا مزاج داں ہوں یہ خود پسند اور معہذا سپارش کا دشمن ہے منجلیوں کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑ دو میں دخل نہ کروں گا۔ ہاں اگر خود مجھ سے پوچھیں گے یا میرے سامنے ذکر آجائیگا تو میں اچھی کہوں گا ؎ بریدہ باد زبانے کہ ناسزا گوید ۔ برا نہ ماننا اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک فیق ہوگیا۔ یوں تمام عمر بخوشی گزر جاے لیکن تم کئے برس۔ کئے مہینے۔ کئے ہفتہ کا اگریمنٹ لکھتے ہو۔ غالب ✦

ایضاً۔ میرزا علائی پہلے اُستاد میر جان صاحب کے قہر و غضب سے مجکو بچاؤ تاکہ میرے حواس جو منتشر ہوگئے ہیں جمع ہوجائیں۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا۔ جھگڑا ان کیطرف سے ہے تم اُس کو یوں چکاؤ یعنی اگر ان کو صرف آشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست ہیں شفیق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی ہیں مگر عمر میں چھوٹے میری دُعا قبول فرمائیں۔ صاحبین کی راے کا اختلاف مشہور ہے۔ مجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا مگر ہر ایک قول جُدا جُدا لکھوں۔ آج نہ لکھا نہ سہی دو چار دن کے بعد لکھوں گا

کل اُن کی چھٹی ہوگئی آپ شریک ہوئے ۔ اے وائے زمحرومیٔ دیدار وگر ہیچ ٭ میاں خدا جانے کس طرح پر یہ چار سطریں تجکو لکھی ہیں ۔ شہاب الدین خاں کی بیماری نے میری زیست کا مزا کھو دیا ۔ مَیں کہتا ہُوں کہ اُس کی عوض میں مَر جاؤں اللہ اُسکو جیتا رکھے ۔ اُس کا داغ مجکو نہ دکھاوے یارب اس کو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ ۔ نجات کا طالب غالب ۔ ٭

ایضًا مولانا نسیمی کیوں خفا ہوتے ہو ہمیشہ سے اسلاف واخلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر میر خلیفۂ اوّل ہے تم خلیفۂ ثانی ہو اُس کو عمر میں تم پر تقدم زمانی ہے جانشین دونوں مگر ایک اوّل ہے اور ایک ثانی ہے ۔ شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے ۔ طریق صید افگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے ہیں آپ شکار کر کھاتے ہیں تم سخنور ہو گئے ۔ حسنِ طبع خداداد رکھتے ہو ۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو اسم تاریخی کیوں نہ نکال لو کہ مجھ پیر غمزدہ دل مُردہ کو تکلیف دو ۔ علاؤالدین خاں تیری جان کی قسم مَیں نے پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجکو اس وہم نے گھیر لیا ہے کہ میری نحوست طالع کی تاثیر ہے میرا ممدوح جیتا نہیں ۔ نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ ایک ایک قصیدہ میں چل دیئے ۔ واجد علیشاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے ۔ جس کی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے وہ عدم سے بھی پرے پہنچا ۔ صاحب ! دہائی خدا کی مَیں نہ تاریخ ولادت کہونگا نہ نام تاریخی ڈھونڈونگا حق تعالیٰ تمکو اور تمھاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے ۔ سُنو صاحب حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں ۔ جانتے ہیں کہ جوان ہے لیکن بچہ سمجھتے ہیں ۔ یہ حال تمھاری قوم کا ہے ۔ قسم شرعی کھا کر کہتا ہُوں کہ ایک شخص ہے کہ اسکی عزت اور نام آوری جمہور کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو مگر جب تک اس سے قطع نظر نہ کرو ۔ اور اس مسخرے کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تم کو چین نہ آئے گا ۔ پچاس برس سے دلّی میں رہتا ہُوں ۔ ہزار ہا خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ نہیں لکھتے ۔

باجرے کا حلوا سوہاں کھلایا۔ نجات کا طالب غالبؔ۔ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳ جنوری +

ایضاً۔ جانِ غالبؔ خط متواتر تمھارے پہنچے۔ مغربی عرفا میں سے ہے۔ بیشتر اُس کے کلام میں مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن دامان گلہ دارد و گریباں گلہ دارد۔ اس زمین میں مَیں نے اُس کی غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے ؎

در بزمِ وصالِ تو بہنگامِ تماشا — نظارہ ز جنبیدنِ مژگاں گلہ دارد

یہ ایک شعر اُس کا مجھے یاد ہے۔ بھائی تمھارا باپ بدگمان ہے یعنے مجکو زندہ سمجھتا ہے میرا سلام کہو اور یہ شعر میرا پڑھ سُناؤ ؎

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی — بدست مرگ ولے بدتر از گمانِ تو نیست

مجھے کافور و کفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ ستمگر شعر و سخن کا طالب ہے زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا — مجھ پر سے یہ تکلیف اُٹھا لو اور تم اس زمین میں چند شعر لکھ کر بھیج دو۔ مَیں اصلاح دیکر بھیجدوں گا۔ عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہوں **غزل**

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست — در امرِ خاص حجتِ دستورِ عام چیست
مستم ز خونِ دل کہ دو چشمم ازاں پُر است — گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست
با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام — داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست
باخستۂ غمیم و بود مے دوائے ما — با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست
از کاسۂ کرام نصیب است خاک را — تا از فلک نصیبۂ کاسِ کرام چیست
غالبؔ اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت — پرسد چرا کہ نرخ مئے لعل فام چیست

ایضاً۔ صاحب وہ مرزا رجب بیگ مرے اُنکی تعزیت آپنے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے

۱۴ دن یہ اور ۱۵ دن اگست کے اور نہیں جاسکتا۔ تنخواہ لیکر بانٹ بونٹ کر ایک دن ٹھیروں گا لوہارو کی راہ لوں گا۔ مرزا شمشاد علی بیگ سے تمھارا پیام کہا گیا بعید ہے جو غلام حسن خاں کے ہم سفر ہو جائیں بھائی کی طرف سے منشی امداد حسین خاں کو لکھوا بھیجو کہ میاں جان وغیرہ کے ساتھ اُستاد کو ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خاں کو بحوالہ میری تحریر کے عیادت اور اوائل اگست میں روانگی کی تاکید لکھ بھیجو ؎ در بزمِ وصالِ تو بہنگامِ تماشا ٭ نظّارہ ز جنبیدنِ مژگاں گلہ دارد ٭ یہ زمین قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ میں آگئی ہے میں اس میں کیوں کر تخم ریزی کروں اور اگر بیحیائی سے کچھ ہاتھ پاؤں ہلاؤں تو اس شعر کا جواب کہاں سے لاؤں ؎ ہرگز نتواں گفت دریں قافیہ اشعار ٭ بیجاست برادر اگر از من گلہ دارد ٭۔ التوائے شرب شراب ۲۲ جون شروع شراب ۲ جولائی ؎ المنۃ للہ کہ در میکدہ باز است ٭

ایضاً شنبہ ۱۰ جولائی ۱۸۶۴ع۔ علائی مولائی غالب کو اپنا دعاگو اور خیرخواہ تصور کریں مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ قالب نظم میں لائیں اور نہ اوروں کو اس امر منکر کی تکلیف دیں۔ بھائی مجھ کو یزید پر لعن منجملہ عبادت سہی لیکن تقریباً کہہ دیتے ہیں کہ بر یزید لعنت کسی مومن نے اس کی ہجو میں قصیدہ نہیں لکھا۔ ابداع مادہ ہائے تاریخ تمھارے حسنات میں لکھا گیا مثاب تم ہو چکے اجر پاؤ گے ان شاء اللہ اب اپنے کو بدنام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہو تو محکم نہ کرو۔ علی بخش خاں مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا۔ میں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوا ہوں اب جو رجب کے مہینے سے اونترواں برس شروع ہوا ہے اُس نے ۶۶ برس کی عمر پائی۔ نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اکبر آباد میں میور صاحب سے ملے اثنائے مکالمت میں کہنے لگے کہ میں چچا جان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہیں اُس میں شامل رہا ہوں۔ بے ادبی ہوتی ہے ورنہ اگر قبا و پیراہن اوتار کر دکھاؤں تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے

بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھ دیتے ہیں۔ حکّام کے خطوط فارسی انگریزی یہانتک کہ ولایت سے آئے ہوئے صرف شہر کا نام اور میرا نام یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا۔ اگر مَیں تمھارے نزدیک امیر نہیں نہ سہی۔ اہلِ حرفہ میں سے بھی نہیں ہوں کہ جب تک محلّہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہرکارہ میرا پتہ نہ پائے آپ صرف دہلی لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجیے خط کے پہنچنے کا مَیں ضامن۔ پنجشنبہ۔ ۴۔ ماہ اپریل۔

ایضاً میری جان ناسازیٔ روزگار و نلے رطلی طوار و لطریق دراغ بالائے داغ آرزوے دیدار وہ دو آتش شرار دبار اور یہ ایک دریاے ناپیدا کنار رو قنار ربنا عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین خاں کے بڑھاپے پر اور میری بیکسی پر رحم فرمایا۔ میر شہاب الدین خاں بچگیا۔ امراضِ مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ بواسیرِ خونی۔ زحیر۔ تپ۔ صداع۔ بارے اب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے ضعف جاتے ہی جائیگا آگے کون سے قوی تھے کہ اب اُن کو ضعف کہا جائے ایک بڈھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا کہنے لگا ہاے بڑھاپا اِدھر اُدھر دیکھا جب جانا کہ کوئی نہیں ہے کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے والسّلام غالب ستہام۔

ایضاً لو صاحب پرسوں تمھارا خط آیا اور کل دوپہر کو اُستاد میر جان آئے جب اُن سے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ مَیں مدت سے آمادہ سفرِ لوہارو بیٹھا ہوں حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت مَیں نے اپنی گٹھری بھیجی تھی وہ پھری آئی اس مرادے کہ گاڑی میں جگہ نہ گٹھری کی نہ سواری کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گٹھری ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے جب میاں خاں اور وزیر خاں روانہ ہوں گے اور منشی امداد حسین مجکو اطلاع دیں گے تو مَیں فوراً چلدوں گا۔ پابرکاب ہوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے۔ کل اُنہوں نے چوتھے دن کھانا کھایا تھا ہیضہ ہو گیا تھا۔ قے متواتر دست پے درپے غرض بچ گئے۔ کہتے تھے کہ آج جولائی کی ۲ تاریخ ہے

بغیر اوکر دونت بیٹھے بات نہیں بنتی۔ پاخانہ کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاؤں مگر جاؤں تو سہی یہ سبب موقع خیال میں لا کر سوچ لو کہ کیا گزرتی ہوگی آغازِ فتق فرید علیہ یا مستزاد ؎ پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ☙ اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں ؎ اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے ☙ مرگ اب ناگہانی کہاں رہی اسبابِ و آثار سب فراہم ہیں۔ ہائے الٰہی بخش خاں مغفور کا کیا مصرع ہے ؎ آج ہی جاؤں نکل جائے اگر جان کہیں ☙ زائدہ بیفائدہ مرگ کا طالب غالب جمعہ ۳ جولائی سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً ولیعہدی میں شاہی ہو مبارک ☙ عنایاتِ الٰہی ہو مبارک ☙ اس امر فرخ دہمایوں کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اس کے اخفا میں مبالغہ خفقانیت تم اپنی زبان پر نہ لاؤ اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دورہ ہوا اگر مدتِ معینہ کے بعد اور پھر بھاگ کا نہ آنا اور تمہارے پکارنے سے متنبہ ہو جانا مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں شدت میں جسقدر خفت ہو غنیمت ہے۔ میرے خطوط اُردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا تمہارے حسنِ طبع پر تم سے بعید تھا میں سخت بیمزہ ہوا اگر بیمزگی کے وجوہ لکھوں تو شاید ایک تختہ کاغذ سیاہ کرنا پڑے اب ایک بات موجز و مختصر لکھتا ہوں سُنو بھائی اگر ان خطوط کا تمکو اخفا منظور ہو اور شہرت تمہارے منافی طبع ہے تو ہرگز نہ بھیجو۔ قصہ تمام ہوا۔ اور اگر ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے تو میری دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو۔ اور کسی متصدی سے نقل اُترو اکر چاہو کسی کے ہاتھ۔ چاہو بسبیل پارسل ارسال کرو۔ لیکن خدا کے واسطے کہیں غصہ میں آ کر عطائے تو بہ لقائے تو کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا کہ یہ امر میرے مخالف مقصود ہے بھلا صاحب ڈرتا ہوں میں تم سے ادھر خط پڑھا۔ اُدھر جواب لکھ کر ڈاک میں بھیجا۔ تمہارا خط رہنے دیا ہے جب آغا شمشاد علی بیگ آئیں گے پڑھ لیں گے۔ ☙

ایضاً میری جان کیا کہتے ہو کیا چاہتے ہو۔ ہوا ٹھنڈی ہو گئی۔ پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ فصل اچھی ہو گئی اناج بہت پیدا ہو گیا۔ توقع جانشینی مجھ سے تم کو پہنچا۔ خرقہ پایا سجہ و سجادہ کا یہاں پتہ نہیں ورنہ

جابجا تلوار اور برچھی کے زخم میں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی اُن کو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرنیل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہو گے۔ یہ سُن کر آپ نے کہا کہ درست و بجا ارشاد ہوتا ہے خدایش بیامرزاد و بدین روغنہاے بے نمک مگیراد۔ غالب ٭

ایضاً یکشنبہ ۴ فروری ۱۸۶۶ء صاحب صبح جمعہ کو میں نے تم کو خط لکھا اُسی وقت بھیجا پہر ڈیڑھ پہر سُنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اُن سے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ بہ نسبت دورہ ہاے سابق خفیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا۔ کل مرزا شمشاد علی بیگ ناقل تھے کہ مجھ سے علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہارو چلو گے اور ہماری دال روٹی قبول کرو گے میں نے کہا کہ میں دال روٹی چاہتا ہوں گر پیٹ بھر کے۔ غالب کہتا ہے کہ ان بیان سے یہ معلوم ہوا کہ سالک سے سلوک منظور نہیں تنہائی ہواے شمشاد در سرہست ع

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند	گداے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب میں از کار رفتہ و درماندہ ہوں آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خُسر کے باب میں اتنی توضیح کیا ضرور تھی میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق الیقین جانتا ہوں کہ خُسر لغت فارسی نہیں سُسرے کی تفریس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجب ہے تم سے اُس کی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل نہ ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہے اور یہی تھا میرا عقیدہ۔ علی حسین خاں آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آسکتے ہیں نہ میں جا سکتا ہوں نصیبِ دشمناں وہ لنگڑے میں لولا۔ اُنکے پاؤں کا حال مفصل تمکو معلوم ہوگا جونکیں لگیں کیا ہوا کہاں تک نوبت پہنچی میری حقیقت سُنو۔ مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا بائیں پاؤں میں ورم کفِ پاے و پشتِ پا کو گھیرتا ہوا پنڈلی تک آگیا۔ بس کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی رگیں پھٹنے لگتی ہیں خیر اُٹھا روٹی کھانے محل سرا نہ گیا کھانا یہیں منگا لیا پیشاب کو کیونکر نہ اُٹھوں حاجتی رکھ لی

کہ میں اب اس بوجھ کا متحمل نہیں سکتا اُنہوں نے بھی بشرطان لوگوں کے لوہارو جانے کی اس خواہش کو قبول کیا۔ میرا قصد سیاحت کا ہی۔ پنشن اگر کھل جائیگا تو وہ اپنے صرف میں لایا کرونگا۔ جہاں جی لگا وہاں رہ گیا جہاں سے دل اُکھڑا چل دیا ع تا درمیانہ خواستہ کردگار چیست ٭

غالب دوشنبہ ۱۳ محرم ۱۲۷۰ ہجری مطابق ۲ہر اگست ۱۸۵۳ع ٭

ایضاً مرزا علائی مولائی نہ لاہور سے خط لکھا نہ لوہارو سے۔ بقدر مادہ حمق محو انتظار بلکہ امیدوار رہا۔ اب جو کسی طرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں کہ ایک شکوہ کے دفع میں طوطی نامہ برابر ایک رسالہ لکھو گے اور ہزار وجہیں موجّہ بیان کرو گے میں اُس تصوّر کا مزہ اُٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا پھوپھی صاحبہ سے لکھوانا غالب سے لکھوانا بعد حصولِ اجازت نہ آنا۔ اس کے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میرا میاں کچھ اس سبب میں لکھ۔ چُھٹری اور دودو۔ ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک۔ بچّوں کو میری دُعا کہنا۔ اور اُن کی خیر و عافیت لکھنا۔ اُستاد میر جان صاحب کو سلام۔ مزا تو جب ملیگا کہ تم دلّی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور کے ہنگامہ انجمن کا حال بیان کرو۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۳ نومبر ۱۸۶۴ع۔

ایضاً صبح یکشنبہ ۹ ستمبر ۱۸۶۳ع۔ جانِ عالیشانا پہلے خط اور پھر توسط برخوردار علی حسین خان مجلد کلیات فارسی پہنچی۔ حیرت ہو کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور ہر محصول ڈاک غالب انطباع میں آکر پانچ روپیہ قیمت اور ہ محصول قرار پاوے خیر جہاں سو وہاں سوا نے۔ میرا حال تجھے اور تمھارا حال مجھے معلوم ہے ع اینہم اندر عاشقی بالاے غمہاے دگر ٭ اب کے جاڑے میں شاید دیکھوں۔ نومبر سنہ حال میں ضرور تمھارے پاس پہنچ جائیں گے انشاء اللہ العلی العظیم۔ میں بے حیا تھا نہ مرا اچّھا ہونے لگا۔ عوارض میں تخفیف ہے۔ طاقت آتی چلی ہے مختصر مفید ع در نامہ جزایں مصرع شاعر چہ نویسم ٭ اے واے ز محرومی دیدار دگر ہیچ ٭ نجات کا طالب غالب ٭

وہ بھی عزیز رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ بھائی نے شفا پائی استاد میر جان پہنچ گئے۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں تیر رخشاں کو بھی دیکھ لو۔ پھر عقرب و قوس کے آفتاب کا کیا ذکر۔ آبان ماہ و آذر ماہ سے کیا غرض ہے

	بسے تیر و دہ ماہ و اردی بہشت		برآید کہ ماہ خاک باشیم و خشت	

استاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی ان کی چچی تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں دعا اور اس رو سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی بیشی سن و سال کی رعایت نہیں کرتے سلام اور اس سبب سے کہ استاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ یہ سید ہیں درود۔ اور موافق مضمون اس مصرع کے ع سوے اللہ و اللہ ما فی الوجود۔ سجود۔ حضرت وہ شرفنامہ نہیں ہے کسی احمق نے شرفنامہ میں سے کچھ لغات اکثر غلط کمتر صحیح چن کر جمع کئے ہیں نہ دیباچہ ہے کہ اس سے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ ہے کہ عہد و عصر کا حال کھلے۔ بایں ہمہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو ان سے کہدوں گا اگر وہ لا دیں گے تو ان کو قیمت دیکر علائی مولائی کو بھیج دوں گا خصی بکروں کے گوشت کے قلیے دو پیازے۔ پلاؤ۔ کباب جو کچھ تم کھا رہے ہو۔ مجھکو خدا کی قسم اگر اس کا کچھ خیال بھی آتا ہو خدا کرے بیکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا تم کو میسر نہ آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اس مصری کے ٹکڑے چبا رہے ہونگے تو یہاں میں رشک سے اپنا کلیجہ چبانے لگتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب شنبہ ۱۰ ماہ اکتوبر ۱۸۶۴ء

ایضاً	خاک نمناکم و تو باد بہار ہاں نسیمے ز من چہ میخواہی		نہ توانی مرا ز جا بردن زحمتِ خویشتن چہ میخواہی	

خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے تم نے مجھے تہنیت دی تو مبارک اور میں نے تمھیں تہنیت دی تو مناسب للہ الحمد للہ الشکر۔ بھائی سچ یہ ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر بیرنگ بھیجوں تو کہاں ماندہ اٹھ نہیں سکتا ڈاک گھر تک جائے کون۔ اپنا مقصود تمھارے والد ماجد سے اور تمھاری جدہ ماجدہ اور تمھارے عم عالی مقدار سے کہہ چکا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ میری بی بی اور بچوں کو یہ تمھاری قوم کے ہیں مجھ سے دلیل

جو علی حسین خاں بہادر کے بعد میاں آئے وہ کیا کرے اور کیا کہے - مرزا قانع و متوکل ہیں پندرہ
مانگتے ہیں نہ دیں - اللہ بس ما سوا ہوس - جناب ترولین صاحب بھائی کے دوست دلی وتی آئے
لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سنتا ہوں کہ کل اکبرآباد جاتے ہیں - بھائی علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے
رات کو ۱۲ بجے پر دو بجے مرگئے - انا للہ و انا الیہ راجعون - تمہارے عم نامدار آج دن کو بارہ بجے
سلطان جی گئے ہیں - میں نہ جاسکا - تجہیز و تکفین اُن کی طرف سے عمل میں آئیگی - بارہ پر تین بجے
یہ خط میں نے تمہیں لکھا ہے - کل شنبہ ۲ جنوری صبح کو ڈاک گھر بھیجدوں گا - مشفقی شفیقی
میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام - نجات کا طالب غالب ؛

ایضاً صبح شنبہ ۳۰ مئی ۱۸۶۳ء لا موجود الا اللہ - اُس خدا کی قسم جس کو میں نے ایسا مانا ہے
اور اُس کے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کو کم، نہ لکھنا از راہِ ملال نہ تھا - طالب کے
ذوق سُست پا کر میں متوقع ہوگیا - متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالبِ کتب کا سوداگر ہے اپنا نفع نقصان
سوچے گا - لاگت بجبت کو جانچے گا - میں متوسط کو مہتمم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائے گا
۳ - رقعہ ایک جگہ سے لیکر اُنکو بھیجے اُسکی رسید میں تقریباً اُنھوں نے طلبِ تجارت بتکلف سوداگر لکھی اور اُس
سوداگر کو مفقود الخبر لکھا - ظاہراً کتابیں لیکر کہیں گیا ہو گا - کتابیں لیئے گیا ہو گا یہ ۲۲ لفافے اور ۴۲ خط
بدستور میرے بکس میں موجود و محفوظ رہیں گے - اگر متوسط بتقاضا طلب کیگا ان خطوط کی نقلیں اُس کو
اور اصل تم کو بھیجدونگا ورنہ تمہارے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو پہنچ جائیں گے - میاں ان خطوں کے ارسال
میں تم نے مجھ سے وہ کیا جو میں نے تم سے دوجانہ میں کیا تھا - بھلا میں تو پیر خرف ہوں اور سن خرافت
کو نسیان لازم ہے - تم نے کیا سمجھ کے کپڑا لپیٹ کر اور مختم کر کے بھیجا خطوں پر ایک قلیل العرض کاغذ
لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا اگر منشی بہاری لال میرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پچاس روپیہ کا مجکو
دھبا لگتا ~ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت ؛ غالب ؛ -

ایضاً دوشنبہ ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۲ھ۔ ای میری جان مثنوی ابر گہربار کونسی فکر تازہ تھی کہ میں تجکو بھیجتا کلیات میں موجود ہے معہذا شہاب الدین خاں نے بھیجدی میں مکرر کیا بھیجتا۔ تب محرق کے دیکھنے سے انکار کیوں کرتے ہو۔ اگر منافی طبع تحریر کو بسبب انزجار نہ دیکھا کرتے تو فریقین کی کتب مبسوط کہاں سے موجود ہوتیں افسوس کہ میں نے عربی جانا عربی نہیں ہے جاب مانا کہ ایک سہو طبیعت تھا میرا اعتراض تو غلط بحث بیجا ہے افسوس و فسوس ایک کیوں ہو جاے یہاں کے اطوار مجھ سے باوجود قرب مخفی اور تم باینہمہ بعد آشکار دوران باخبر در حضور و نزدیکان بے بصر دور۔ روپیہ آگیا دل سے نکلا۔ مخزن سے نکلا۔ ہاتھ سے نہیں نکلا۔ جب ہاتھ سے نکل جائیگا اور جنس مول لیجائیگی اور یہ گنڈ کٹ جائیگا تب ترساں ترساں بیٹھکا نادری میں تمھارے یہاں آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائیگا انھیں دنوں میں وہ بھی ہو۔ والسلام

صبحدم با ابوالبشر گفتم
پارۂ زر بدہ کہ زر داری

حیف باشد کہ از چو من پسرے
خاک رنگیں عزیز تر داری

گفت حیف ست از تو خواہش زر
کہ تو گنجینۂ گہر داری

گنجدان سخن حوالۂ تست
خود بہ بیں تا چہ ای پسر داری

جنس من زر کجاست جان پدر
بہری ہرچہ در نظر داری

گفتم اینک بہ بند ہمیانی
زر بمن میدہی اگر داری

سر زنبیل آن عمر عیار
گر ز عیارلیش خبر داری

بکشا زود و زر بریز و بگوے
کہ ہمیں مدعا مگر داری

گفت بابا فسانہ بودہ است
چہ فرو ریزم و چہ بر داری

ایضاً یکم جنوری سنہ ۱۸۶۳ء۔ علائی مولائی کو غالب طالب کی دعا۔ بیچارہ مرزا بہا علی حسین خاں کی معرفت طے ہو گیا۔ یہاں پندرہ کا سوال وہاں دس میں سے تین کم کرنے کا خیال۔ بتوسط دوسرا

منعم ہوں۔ ایک کتب ہے۔ مسلمان اہلِ حرفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ۔ باقی سراسر ہنود معزول بادشاہ کے ذکور جو بقیۃ السیف ہیں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہیں۔ اناث میں سے جو پیرزن ہیں وہ کٹنیاں اور جوان ہیں کسبیاں۔ امرائے اسلام میں سے اموات گنو۔ حسن علیخاں بہت بڑے باپ کا بیٹا سو روپیہ روز کا پنشندار سو روپیہ مہینے کا روزینہ دار بنکر نامرادانہ مر گیا۔ میر نصیر الدین باپ کی طرف سے پیرزادہ۔ نانا اور نانی کی طرف سے امیرزادہ مظلوم مارا گیا۔ آغا سلطان بخشی محمد علیخاں کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے بیمار پڑا نہ دوا نہ غذا انجام کار مر گیا۔ تمھارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی۔ احبا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جس کا بڑا بھائی مقتولوں میں آگیا اُسکے پاس ایک پیسا نہیں۔ ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو مل گیا ہے مگر دیکھیے چھٹا رہے یا ضبط ہو جائے۔ بڈھے صاحب ساری املاک بیچکر نوش جان کر کے بیک بینی و دو گوش بھرت پور چلے گئے ضیاء الدولہ کے پانسو روپیہ کرایہ کی املاک واگذاشت ہو کر پھر قرق ہو گئی۔ تباہ خراب لاہور گیا وہاں پڑا ہوا ہے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجر اور بہادر گڈھ اور بلبگڈہ اور فرخ نگر۔ کم و بیش تیس لاکھ روپے کی ریاستیں مٹ گئیں۔ شہر کی عمارتیں خاک میں مل گئیں۔ ہنرمند آدمی یہاں کیوں پایا جائے جو حکما کا حال لکھا ہے وہ بیانِ واقع ہے۔ صلحا اور زہاد کے باب میں جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اُسکو بھی سچ جانو اپنے والد ماجد کی طرف سے خاطر جمع رکھو۔ سحر آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو اعتدال ایام بہار کے بعد بالکل اچھے ہو جائیں گے اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھے ہیں۔ عافیت کا طالب غالب ٭

ایضاً۔ اجی مولانا علائی نواب صاحب دو مہینے تک کی اجازت دے چکے اور یہ میں خبر تراشی نہیں کرتا مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤ الدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم شوق سے دلی جاؤ۔ دو ہفتہ سے لیکر دو مہینے تک کی تم کو رخصت ہے۔ پھر تم کیوں نہ آئے خدا نے دعا۔ خداوند نے استدعا قبول کی۔ تمھاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ۔ اگر حاکم کی حکایت جھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علیخاں عزیز تمھارے بلائے ہوئے اندر

ایضاً دستِ مرگ وُ لے بدتر از گمانِ تو نیست۔ مکرر لکھ چکا ہُوں کہ قصیدہ کا مسودہ میں نے نہیں رکھا مکرر لکھ چکا ہُوں کہ مجھے یاد نہیں کون سی رباعیاں مانگتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج قصیدہ بھیج۔ معنے اسکے یہ کہ تو جھُوٹا ہے اب تو مقرر بھیجے گا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم۔ توریت کی قسم۔ زبور کی قسم۔ ہنود کے چار بید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ ژند کی قسم۔ پاژند کی قسم۔ اُستاد کی قسم۔ گرو کے قسم۔ گرنتھ کی قسم۔ نہ میرے پاس وہ قصیدہ نہ مجھے وہ رباعیاں یاد۔ کلیات کے باب میں جو عرض کر چکا ہُوں ع بر ہمانیم کہ ہستیم وہماں خواہد بود ۔ جب چھپ جائیں دس پندرہ جلدیں منگا لونگا ایک بھائی کو اور ایک تم کو ارمغاں بھیجونگا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ میں اودھ اخبار کا مطبع مالک اُس کا منشی نولکشور مشہور جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگالیں۔ میں بہر حال دو جلدیں جس وقت متمتع ہوگا بھیج دونگا۔ ۱۱ جون ۱۸۶۳ء

نجات کا طالب غالب

ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۸۶۲ء ہنگام نیمروز۔ صاحب کل تمہارے خط کا جواب بھیج چکا ہُوں پہنچا ہوگا آج صبحکو بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدینخاں اور بھائی شہاب الدینخاں بھی وہیں تھے۔ مولوی صدرالدین میرے سامنے آئے۔ حکیم محمود خاں کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے یعنی اُنہوں نے نسخہ لکھ دیا ہے سو اُسکے موافق جوب بنگئی ہیں۔ نقوع کی دوائیں آج آکر بھیگیں گی کل جوب کے اوپر وہ نقوع پیا جائیگا مگر انداز و ادا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور اُنکے ہوا خواہوں کی رائے میں قصدِ استعلاج کا مذبذب ہے۔ نسخہ کی حقیقت کو میزانِ نظر میں تول رہے ہیں اُستاد میر جان بھی تھے نیم نامعقول مرزا اسد بیگ بھی تھے۔ سب طرح خیریت ہے۔ کل تمہارے خط میں دو بار یہ کلمہ مرقوم دیکھا کہ دلی بڑا شہر ہے ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہونگے اے میری جان یہ وہ دلی نہیں ہے جس میں تم پیدا ہوئے ہو وہ دلی نہیں ہے جس میں تم نے علم تحصیل کیا ہے وہ دلی نہیں ہے جس میں تم شعبان بیگ کے حویلی میں مجھ سے پڑھنے آتے تھے وہ دلی نہیں ہے جس میں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہُوں وہ دلی نہیں ہے جس میں اکیاون برس سے

مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال بسبیل ہنڈوی دشوار ہے۔ خیر اب جس طرح ہوگا حصار پر ہنڈوی لکھوا کر تم کو بھیجدوں گا۔ تم حصار پہنچکر روپیہ منگوا لیجیو۔ خدا چاہے تو ستمبر میں روپیہ تمھارے پاس پہنچ جائے۔ اُستاد میر جان صاحب کو قدمبوس کہکر مجکو فرعون بننا پڑا۔ دوہائی خدا کی اب ایسا نہ کرونگا میر اسلام بلکہ دُعا اُنکو کہدینا۔ پرسوں مولوی صدر الدینخاں صاحب کو فالج ہو گیا سیدھا ہاتھ رہ گیا ہے زبان موٹی ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے۔ مَیں اپاہج ہوں جا نہیں سکتا جو اُن کو دیکھ آتا اُس سے اُن کا حال پُوچھا جاتا ہے۔ دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان لو۔

ایضاً آج بدھ کے دن ۲۰ رمضان کو پہر دن چڑھے جو وقت مَیں کھانا کھاکر باہر آیا تھا ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط اور شہاب الدین خاں کا خط معاً لایا مضمون دونوں کا ایک۔ واہ کیا مضمون ان دنوں میں کہ سب طرح رنج و عذاب فراہم ہیں ایک داغ جگرسوز یہ بھی ضرور تھا۔ سبحان اللہ مَیں نے اوسکی صورت بھی نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ کہنی تھی یا اب رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی۔ پروردگار تمکو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے۔ میاں اس کو سب جانتے ہیں کہ مَیں مادہ تاریخ نکالنے میں عاجز ہوں لوگوں کے مادّے دیئے ہوئے نظم کر دیتا ہوں اور جو مادّہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادّہ دردریغ دیوانہ نکالا پھر اُس میں سے آہ کے عدد گھٹائے تمام دوپہر اسی فکر میں رہا یہ سمجھا کہ مادّہ ڈھونڈھا تمھارے نکالے ہوئے دو لفظوں کو تاکا کیا کہ کسی طرح سات اسپر بڑھاؤں بارے ایک قطعہ درست ہوا مگر تمھاری زبان سے یعنی گویا تمنے کہا ہے پانچ شعر میں تین شعر زائد دو موضع مدعا لیکن مَیں نہیں جانتا کہ تعمیہ اچھا ہے یا بُرا ہے ہاں اخلاق تو البتہ ہے تامل سے سمجھ میں آتا ہے اور شاید لوح مزار پر کھدوانے کے قابل نہ ہو

قطعہ

در گریہ اگر دعوے ہمچشمی ما کرد
بینی کہ شود ابر بہاری خجل از ما

مہدی حسین بھائی صاحب کے مطلوب مرزا عبدالقادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ لوہارو ہوئے ہیں شنبہ ۱۰ ستمبر ۱۸۶۶ع - نجات کا طالب - غالب ◆

ایضاً - میاں میر احمد علی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ اگر کل کمیٹی میں گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھے جانیکا حال لکھو ضمناً ذکر ایک مدبر کا لکھا جاتا ہے - جو تم نے اس مدبر کے صفات لکھے سب سچ ہیں - احمق - خبیث النفس - حاسد - طبیعت بُری - سمجھ بُری - قسمت بُری - ایکبار میں نے دکنی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں - ایکبار بنارسی کی دوستی میں گالیاں کھاؤنگا - میں نے جو تمہیں اسکے باب میں لکھا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ میں نے سنا تھا کہ تم نے اپنے سائیسوں سے کہدیا ہی یا کہا چاہتے ہو کہ اسکو بازار میں بے حرمت کریں - یہ خلاف شیوۂ مومنین ہے خلاصہ یہ کہ قصد نہ کرنا یہ مؤید اُس قول کا ہے جو میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم یوں تصور کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ میں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں - غالب ◆

ایضاً مولانا علائی - واللہ علی حسین خاں کا بیان بمقتضائے محبت تھا - ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق بجانب اُن کے ہے نہ کوئی ہم سخن نہ کوئی ہم نفس نہ سیر نہ شکار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و بے شغلی اور جی کیونکر نہ گھبرائے خفقان کیوں نہ ہو جائے نہ دن یاد نہ تاریخ آج چوتھا یا پانچواں دن ہے کہ منشی نولکشور بسواری ڈاک رہگرائے لکھنؤ ہوئے - کل تک پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدین خاں بھی تھا میں نے ثاقب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں دنیادار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہوں ساڑھے باسٹھ روپے یعنی لمالعہ سال سرکار انگریزی سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال رامپور سے اور چوبیس روپیہ سال ان مہاراج سے - توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار مجکو پہنچتے ہیں قیمت نہیں لیتے - مگر ہاں اڑتالیس ٹکٹ قیمت مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں عہ جو میں نے پوچھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں

ہیں تماشائی محض ہونگا۔ اگر بھائی صاحب مجھ سے کچھ ذکر کریں گے تو بھلی کہونگا۔ آپکے عم عالی مقدار جو فرماتے
ہیں کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزارہا تسویلات وخیالات دکھلائی دیتے ہیں یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری
طبیعت کو طرح کیا ہی اور یوں سمجھتے ہیں کہ جس طرح مَیں مبتلاے وساوس داوہام ہوں اور لوگ بھی اسیطرح
بخاراتِ مراقی میں گرفتار ہونگے۔ قیاس مع الفارق ہے۔ نہ تخیل صادق۔ یہاں لاموجود الا اللہ
کی بادۂ ناب کا رطلِ گراں چڑہائے ہوئے اور کفر واسلام وکفر وزنار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں ؏
کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر ؎ سواے اللہ واللہ ما فی الوجود خیمران بروزن دُر گران لغت عربی ہے نہ
معرب۔ مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان میں ہوتا ہی یا نہیں اس کی تحقیقات ازروے
الفاظ الادویہ ممکن ہے۔ آج اُس نے جلاب لیا۔ دس دست آئے۔ مواد خوب اخراج ہوا **فارسی غیر**
فصیح امروز فلانے مسہل گرفت دہ دست آمد مواد خوب برآمد **فارسی فصیح** امروز فلانی بگاہ
داروے مسہل آشامید تا شام دہ بار نشست یا دہ بار بمتراح رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت مادۂ فاسد
چنانکہ باید اخراج یافت۔ معلوم ہے کہ لوطیوں کے منطق میں خصوصاً اور اہلِ پارس کے روزمرہ میں
عموماً نشستن استعارہ ہر یدن کا چنانچہ ایک تذکرہ میں مرقوم ہے کہ اصفہان میں ایک امیر نے شعرا کی
دعوت اپنے باغ میں کی۔ مرزا صائب اور اُس عصر کے کئی شعرا جمع ہوے ایک شاعر کہ تذکرہ میں اسکا
نام مندرج ہے اور مَیں بھول گیا ہوں اکول تھا مگر معدہ اُس کا ضعیف تھا۔ حرص وشرہ کے سبب سے
بہت کھا جاتا تھا ہضم نہ کر سکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازۂ باغ کو مقفل کرکے سب سو رہے
اُس مردِ اکول فضول نے رات بھر میں سارا باغ ہگ بھرا۔ نہ ایک جگہ بلکہ کبھی اس کیاری میں اور کبھی
اُس روش پر کبھی اُس درخت کے تلے۔ کبھی اُس دیوار کی جڑ میں۔ قصہ مختصر غایت شرم وحیا سے
دو چار گھڑی رات رہے دیوار سے کود کر چلا گیا۔ صبح کو جب جاگے اُسکو ادھر اُدھر ڈھونڈھا
کہیں نہ پایا مگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا۔ مرزا صاحب نے ہنس کر فرمایا یاران شمارا چہ فتادہ است

ناچار گریم شب و روز کہ زیں سیل	باشد کہ بَرَد کالبد آب و گِل ازما
گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم	خود کرد برآورد غم جاں گسل ازما
یحییٰ شد و از شعلۂ سوز غم ہجرش	چوں شمع دود دود لبسر متصل ازما
غم دیدہ نسیمے پئے تاریخ وفاتش	بنوشت کہ و داغ بسر سوختہ دل ازما

ما کے عدد ۴۱ ۔ دل کے عدد ۳۴ ۔ ما میں سے دل گیا۔ گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے۔ باقی رہے۔ سات وہ داغ پسر پر بڑھائے ۱۲۷۴ ہاتھ آئے ۔ ❊

ایضاً سبحان اللہ ہزار برس تک پیام بھیجنا نہ خط لکھنا اور پھر لکھنا تو سراسر غلط لکھنا مجھ سے کتاب مستعار مانگتے ہو یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں ازانجملہ برہان قاطع تمکو دے چکا ہوں ۔ دساتیر میرا ایمان و حرز جان ہے ۔ اشعار تازہ مانگتے ہو کہاں سے لاؤں ۔ عاشقانہ اشعار سے مجکو وہ بُعد ہے جو ایمان سے کفر کو ۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹی کرتا تھا خلعت پاتا تھا ۔ خلعت موقوف ۔ بھٹی متروک نہ غزل نہ مدح ۔ ہزل و ہجو میرا آئین نہیں پھر کہو کیا لکھوں ۔ بوڑھے پہلوان کیسے پیچ بتانے کو رہ گیا ہوں اکثر اطراف و جوانب سے اشعار آجاتے ہیں اصلاح پا جاتے ہیں ۔ باور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا ۔ تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمہارا موقوف اسپر ہے کہ تم یہاں آؤ کاش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجکو دیکھ جاتے اردو کا دیوان میرٹھ سے لایا ہوں اور وہ آگرہ گیا ہے وہاں منطبع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائیگا تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو مرقومہ روز دوشنبہ ۲ جولائی سنہ ۱۲۷۶ھ مقام

ایضاً صاحب میرا برادر عالیقدر اور تمہارا والد ماجد اب اچھا ہے ازروے عقل اعادہ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے ۔ رہا درہم اسکی وُہ والقمان کے پاس بھی نہیں مرزا قربان علی بیگ و مرزا تمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اور آیندہ جو کچھ لکھو گے میری طرف سے وہی جواب ہوگا جو آگے لکھ چکا ہوں یعنی

چُپ ہو رہا۔ مگر تمھاری خاطر عاطر جمع رہے کہ اسبابِ وحشت و خوف و خطر اب نہ رہے۔ مینھ کھل گیا۔ ہر مکان کے مالکوں کی طرف سے مرمت شروع ہو گئی ہے۔ نہ لڑکا ڈرتا ہے نہ بی بی گھبراتی ہے۔ نہ میں بے آرام ہوں۔ کھلا ہوا کوٹھا۔ چاندنی رات۔ ہوا سرد۔ تمام رات فلک پر مریخ پیشِ نظر۔ دو گھڑی کے تڑکے زہرہ جلوہ گر۔ ادھر چاند مغرب میں ڈوبا۔ ادھر مشرق سے زہرہ نکلی۔ صبوحی کا وہ لطف روشنی کا وہ عالم۔ ۲۰ ماہ اگست سنہ ۱۸۶۲ء +

ایضاً صبح شنبہ نہم ستمبر سنہ ۱۸۶۲ء۔ جانِ غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع ہے۔ خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمھاری کشش کے مجذوب کیوں بنتے وہ تو خود سالک ہیں مگر ہاں یہ صاحبزادہ سعادتمند رضوان سوا اسکے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب کا ہم مطبخ اور آپکا ہم مائدہ ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہرہ کیا مقرر ہوا۔ اثنا عشری ایک تم ہو سو تمھیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرۂ مبشرہ کی اولویت پر مدار ہے۔ بابا تمھارا خلاف قاعدۂ اہل سنت جماعت عشرۂ مبشرہ سے ثلثہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکر مانتا وہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا۔ تہوّر خاں صاحب کے باب میں بندہ جویا اس خبر کا ہے کہ اب لوہارو سے انکا ارادہ کدھر کا ہے۔ رضوان کو دعا پہنچے۔ نواب صاحب کی عنایت اور مولانا علائی کی صحبت مبارک ہو۔ میرجی سے جب پوچھتا ہوں تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے اور میں پوچھتا ہوں کس کا تو وہ فرماتے ہیں شمشاد علی بیگ کا اپنے اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے دیکھو یوسف علیخاں بیٹھے ہیں۔ میر سنگھ موجود ہے۔ واہ صاحب میں کیا خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں۔ میرا شیوہ حفظ الغیب ہے۔ غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔ ہاں صاحب آپ ایسے ہی وضعدار ہیں اس میں کیا ریب ہے۔ +

ایضاً۔ جانا عالیشانا خط پہنچا۔ حظ اٹھایا۔ تمھاری آشفتہ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں۔ قبائل کہیں وائے تنہا ساز گار انجام کار ناپائدار۔ ایک دل اور سو آزار۔ اللہ تمھارا یاور۔ علی تمھارا مددگار۔ یعنی پا در گل بلکہ نعل در آتش۔ کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں۔ ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا جواب آ گیا۔ روہیلا پھوڑے پھنسی میں مبتلا ہے۔ خدا اسکو صحت دے۔ شمشاد علی بیگ کہاں الور پہنچا اور کس طرح گیا کہ

کہ میگوئید غلامے در باغ نیست مے بینم کہ مخدوم ہمدرین باغ چند جا نشستہ است جمعہ در رمضان وعدہ مارچ۔ سال تو شاخنر۔ رباعی خط میں لکھنی بھول گیا۔ یہ مَیں نے بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی **رباعی**

اے کردہ بہ زرفشانی تعلیم	پیدا ز کلاہِ تو شکوہِ دیہیم
بادا بتو فرخندہ ز یزدانِ کریم	پروانگیٔ جدید اقطاعِ قدیم

ایضاً مولانا علائی نہ مجھے خوفِ مرگ نہ دعویٔ صبر ہے۔ میرا مذہب بخلافِ عقیدۂ قدریہ جبر ہے۔ تم نے میاں بخی گری کی۔ بھائی نے برادر پروری کی۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں۔ ہم اسی حویلی میں تاقیامت رہیں۔ اس ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا اُسکی دادی بھی گھبرائی۔ مجکو خلوتخانہ کا دروازہ غرب رُویہ اور اُسکے آگے ایک چھوٹا سا درہ یاد تھا جب تمہارے پاؤں میں چوٹ لگی ہے تو مَیں اسی دروازہ سے تمکو دیکھنے آیا تھا یہ سمجھ کر خلوتخانہ کو محلسرا بنایا جاتا تھا کہ گاڑی ڈولی لونڈی ٹہل کا چمن تیلن تنبولن کہاری پنہاری۔ ان فرقوں کا ممر دروازہ رہیگا۔ میری اور میرے بچوں کی آمدورفت دیوانخانہ میں سے رہیگی۔ عیاذاً باللہ وہ لوگ دیوانخانہ میں سے آئیں جائیں اپنے بیگانے کو ہر وقت جھلپائیاں نظر آئیں۔ بی وفادار جن کو تم مجھ اور بھائی خوب جانتے ہیں۔ اب تمہاری پھوپی نے انھیں وفادار بیگ بنا دیا ہے باہر نکلتی ہیں سودا تو کیا لائیں گی مگر خلیق اور ملنسار ہیں رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں جب وہ محل سے نکلیں گی ممکن نہیں کہ اطرافِ نہر کی سیر نہ کرینگی۔ ممکن نہیں کہ دروازہ کے سپاہیوں سے باتیں نہ کرینگی۔ ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑیں اور بالی کو لیجا کر نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ یہ پھول تمہارے چچا کے بیٹے کی کمائی کے ہیں شرح۔ تمہارے چچا کے بیٹے کی کیاری کے ہیں۔ ہی ہی۔ ایسے عالیشان دیوانخانہ کی یہ قسمت اور مجھ سے نازک مزاج دیوانے کی یہ شامت معہذا اُس سہ دری کو اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے مکتب کے لئے ہرگز کافی نہ جانا تنور اور کبوتر اور دُنبہ اور بکری باہر گھوڑوں کے پاس رہ سکتے تھے عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ پڑا اور

رکھ لئے ہیں دو سطریں لکھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کروں تمھارے خط کا جواب ضرور لو سنتے جاؤ مرزا شمشاد علی بیگ کو تمھارا خط پڑھوا دیا۔ اُنھوں نے کہا کہ غلام حسن خان کی صحت پر کیا موقوف ہے مجھے آج سواری ملجائے کل چل نکلوں۔ اب مَیں کہتا ہُوں کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہیں گاڑی کی تدبیر ہوجائے بس بچپن کی بات ہے کہ الٰہی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی مَیں نے حسب الحکم غزل لکھی بیت الغزل یہ ہے ؎ پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے ✤ پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے ✤ مقطع یہ ہے ؎ اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے ✤ کہا جو اُس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے ✤ اب مَیں دیکھتا ہُوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے لکھکر اس مقطع اور اس بیت الغزل کو شامل ان اشعار کے کرکے غزل بنا لی ہے اور اسکو لوگ گاتے پھرتے ہیں مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی اُلّو کے۔ جب شاعر کی زندگی میں گانے والے شاعر کے کلام کو مسخ کردیں تو کیا بعید ہے کہ وہ شاعر متوفی کے کلام میں مُطربوں نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک مولانا مغربی کا ہے اور وہ شعر جو مَیں نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جواب لکھتا ہُوں ؎

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حُسنِ تو بسیار گُلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد ✤

یہ دونوں شعر قدسی کے ہیں۔ مغربی قدما میں اور عُرفا میں ہے جیسا عراقی ان کا کلام دقایق حقایق تصوّف سے لبریز۔ قدسی شاہجہانی شعرا میں صائب و کلیم کا ہم عصر اور ہم چشم۔ ان کا کلام شور انگیز ان بزرگوں کی طرز و روش میں زمین و آسمان کا فرق۔ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ نہیں کہ اُدھر متھرا داس سے قرض لیا اُدھر درباری مل کو مارا۔ اِدھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی ہر ایک پاس تمسک مُہری موجود۔ شہد لگاؤ چاٹو۔ نہ مول نہ سود۔ اس سے بڑھکر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل بھیّا کے سر۔ باایں ہمہ کبھی خان نے کچھ دیدیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا۔ کبھی ماں نے کچھ آگرہ سے بھیج دیا اب مَیں اور باسٹھ روپے آٹھ آنے۔ کلکٹری کے سو روپیہ رامپور کے قرض دینے والا ایک مختارکار

کہ شہاب الدین خاں سے مل کر بھی نہ گیا۔ خیر ع رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔ یہاں جشن کے وہ سامان ہوئے ہیں کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا۔ شہر سے دو کوس پر آغا پور نامی ایک بستی ہے۔ آٹھ دس دن سے وہاں خیام برپا تھے۔ پرسوں صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبوں اور میموں کے آئے اور خیموں میں اُترے کچھ کم سو صاحب لوگ اور میم جمع ہوئے۔ سب سرکار رامپور کے مہمان۔ کل سہ شنبہ ۵ دسمبر حضور پر نور بڑے تجمل سے آغا پور تشریف لیگئے۔ بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہن کر آئے۔ وزیر علی خاں نسالی خواصی میں سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا۔ دو کوس کے عرصہ میں دو ہزار روپیہ سے کم نہ نثار ہوا ہوگا۔ آج صاحب عالیشان کی دعوت ہے۔ ہم تم شام کا کھانا یہیں کھائیں گے۔ روشنی آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کر گئی۔ طوائف کا وہ ہجوم۔ حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاہیئے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کے کل جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے پرسوں۔ رئیس کی تصویر کھینچتا ہوں۔ قد۔ رنگ۔ شکل۔ شمائل بعینہ بھائی ضیاء الدین خاں۔ عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لہجہ متفاوت۔ حلیم و خلیق۔ باذل۔ کریم۔ متواضع۔ متشرع۔ متورع۔ شعر فہم۔ سینکڑوں شعر یاد۔ نظم کی طرف توجہ نہیں۔ نثر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ جلالائے طباطبائی کی طرز پر رہتے ہیں۔ شگفتہ جبین ایسے کہ اُنکے دیکھنے سے غم کوسوں بھاگ جائے۔ فصیح بیان ایسے کہ اُنکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب میں آئے۔ اللّٰہم دام اقبالہٗ و زاد اجلالہٗ۔ بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا۔ بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا بھائی صاحب کی خدمت میں بشرط رسائی و تاب گویائی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تم کو معلوم ہوئی ہے وہ مجھکو لکھنا۔ ۶ دسمبر ۱۸۶۵ع کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بجا چاہتے ہیں۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہوگے۔

ایضاً ۔ یکشنبہ ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ء۔ میری جان۔ سن۔ پنجشنبہ۔ پنجشنبہ۔ جمعہ ۹۔ ہفتہ دس۔ اتوار گیارہ۔ ایک قطرہ بہر دن مینہ نہیں تھا۔ اس وقت شدت سے برس رہا ہے۔ رنگیٹھی میں کوئلے دہکا کر پاس

سمجھتا ہوں اگر مجھکو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا بلکہ میں دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کرونگا تاکہ مشرکین و منکرینِ نبوّتِ مصطفوی و امامتِ مرتضوی اُسمیں جلیں سُنو مولوی صاحب اگر ہٹ دھرمی نکروگے اور کتمانِ حق کو گناہ جانوگے تو البتہ تمکو یاد ہوگا اور کہوگے کہ ہاں یاد ہے جن روزوں میں تم علاؤالدین خاں کو گلستان و بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایکدن غریب کے دو تین طمانچے مارے ہیں فرما بین الدین خاں اُن دنوں میں لوہارو ہیں - علاؤالدینخاں کی والدہ نے تم کو ڈیوڑھی پر سے اُٹھا دیا تم با چشمِ پُر آب میرے پاس آئے۔ میں نے تم سے کہا بھائی شریفزادوں کو اور سردارزادوں کو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں مارتے نہیں تم نے بیجا کیا آیندہ یہ حرکت نہ کرنا تم نادم ہوئے اب وہ مکتب نشین طفل سے گذر کر پیرِ ہفتاد سالہ کے واعظ بنے تم نے کئی فاقوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہے ؎ چوں پیر شدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اُسکے سامنے کہ اُس کی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان سے دو چند سہ چند ہے - مجموعۂ نثر جُداگانہ اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا ہے اور ہزار شعر اس کے مخالف ہیں ؎

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را	[illegible]	تا بنگری صفائے مے لعل فام را
شراب خور و روی مہ جبیناں بیں ÷	[illegible]	خلافِ مذہبِ آنان جمالِ اینان بیں ÷
ترسم کہ صرفہ نبرد روزِ بازخواست	[illegible]	نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما
ساقی بگو وظیفۂ حافظ زیادہ داد ÷	[illegible]	کاشفتہ گشت طرۂ دستارِ مولوی

میاں میں بڑی مصیبت میں ہوں محلسرا کی دیواریں گر گئی ہیں پاخانہ ڈھ گیا - چھتیں ٹپک رہی ہیں تمھاری پھوپھی کہتی ہیں ہائے دبی ہائے مری - دیوانخانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے - میں مرنے سے نہیں ڈرتا - فقدانِ راحت سے گھبرا گیا ہوں - چھت چھلنی ہے ابر دو گھنٹہ برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے - مینہ کھُلے تو سب کچھ ہو اور پھر اثنائے مرمت میں

وہ سُود ماہ بماہ لیا چاہیں مُول میں قسط اُسکو دینی پڑے انکم ٹکس جُدا۔ چوکیدار جُدا۔ سُود جُدا۔ مول جُدا۔ بی بی جُدا بچے جُدا۔ شاگرد پیشہ جُدا۔ آمد وہی ایک سو باسٹھ۔ تنگ آگیا۔ گزارا مشکل ہوگیا روزمرہ کا کام بند رہنے لگا۔ سوچا کہ کیا کروں کہاں سے گنجایش نکالوں۔ قہرِ درویش بر جانِ درویش۔ صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھا۔ رات کی شراب و گلاب موقوف۔ بیس بائیس روپیہ مہینا بچا۔ روزمرہ کا خرچ چلایا۔ یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کب تک نہ پیوگے کہا گیا کہ جبتک وہ نہ پلائینگے پوچھا کہ نہ پیوگے تو کس طرح جیوگے جواب دیا کہ جسطرح وہ جلائیں گے۔ بارے مہینا پورا نہیں گزرا تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری اور روپیہ آگیا قرض مقسط ادا ہوگیا متفرق رہا خیر رہو صبح کی تبرید۔ رات کی شراب جاری ہوگئی۔ گوشت پورا آنے لگا چونکہ بھائی صاحب نے وجہ موقوفی اور بحالی پوچھی تھی اُن کو یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا ع ای بیخبر ز لذتِ شُربِ مدام ما دیکھا ہمکو یُوں پلاتے ہیں۔ دربچے بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا۔ اور مسائل ابوحنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارنا اور ہے اور عُرفا کے کلام سے حقیقتِ حقّہ وحدتِ وجود کو اپنے دلنشین کرنا اور ہے۔ مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں مشرک وہ ہیں جو مسیلمہ کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو نومسلموں کو ابوالائمہ کا ہمسر مانتے ہیں دوزخ ان لوگوں کے واسطے ہے۔ میں موحد خالص اور مومن کامل ہوں زبان سے لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ۔ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہوں۔ انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے وقت میں سب مفترض الطاعت تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی۔ یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہیں مقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حسن ثم حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام ع بریں زیستم ہم بریں بگزرم ٭ ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی

بامن از جہل معارض شدنا منفعلے		کہ گرش ہجو کنم ایں بودش مدح عظیم	

یہ رسالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو شاقب نے تم کو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس ارسال سے میرا مدعا یہ ہے کہ اس کے معائنہ کیوقت اس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت عدیدہ پر نظر نہ کرو۔ بیگانہ وار دیکھو۔ اور از روے انصاف حکم بنو۔ بے حیف دمیل اُس نے جو مجھے گالیاں دی ہیں اس پر غصہ نہ کرو۔ غلطیاں عبارت کی شدت اطناب مل کی صورت سوال و جواب دیگر ان باتوں کو مطمح نظر کرو بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو اُن مراتب کو الگ ایک کاغذ پر لکھو اور بعد اتمام میرے پاس بھیجدو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ منجملہ رجال الغیب ہے ان ہفوات کا خاکا اُڑا رہا ہے۔ نیر رخشاں نے اُسکو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو۔ اور وہ امر مبہم کہ جو تمھارے والد کی تقریر سے دل نشین نہیں ہوا یعنی قصہ چکّ جانا اور دلّی آنا اس کا ماجرا مفصل و مشرح لکھ۔ دن تاریخ اپنا نام آغاز کتاب میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط ٭

ایضاً میاں میں تمھارے باپ کا تابع تمھارا مطیع فرخ مرزا کا فرمانبردار گنہ ابھی اُٹھا ہوں اپنے کو بھی نہیں سمجھا کہ میں کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائیگا۔ چہ جزو تمھارے دئیے ہوے میر مہدی حسین صاحب کو دیئے اور باقی دن چڑھے عیاں مطبع جمع ہوائیں تو وہ اوراق بھی منگا دونگا۔ غالب ٭

ایضاً شنبہ ۱۵ شعبان ۷ فروری وقت نماز ظہر نیر اصغر سپہر سخن سرائی مولانا علائی کی خاطر نشان و دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے۔ میں گیا اور ملا علی حسین خاں کو بھی دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے۔ میں گھر آیا کھانا کھایا۔ دوپہر کو تمھارا خط پایا۔ دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوایا۔ یہ مرض جو بھائی کو ہے اس راہ سے کہ ضد صحت ہے مکروہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجب خوف و خطر نہیں میں تو بھول گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آگیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایک دن ناگاہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی

میں بیٹھا کس طرح رہوں اگر تم سے ہو سکے تو برسات تک بھائی سے مجھکو وہ حویلی جسمیں میر حسن رہتے تھے اپنی پھوپھی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے وہ بالاخانہ مع دالان زیریں جو الٰہی بخش خاں مرحوم کا مسکن تھا میرے رہنے کو دلوادو۔ برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائیگی۔ پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن میں آ رہینگے۔ تمھارے والد کی ایثار و عطا کے جہاں مجھپر احسان ہیں ایک یہ مروت کا احسان میرے پایانِ عمر میں اَور بھی سہی۔ غالب ۔

ایضاً چارشنبہ ۱۳ر مئی ۱۸۶۳ء بقولِ عوام باسی عیدکا دن صبح کا وقت۔ میری جان غالبِ کثیر المطالب کی کہانی سُن۔ میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں جہاں ایک امر کی ابتدا دیکھی یہ جان لیا کہ اب امر مطابق اس بدایت کے نہایت پذیر ہوگا۔ یہاں خلاف طبائع کا وہ حال کہ آغاز مغشوش انجام مخدوش مبتا خبر سے بیگانہ بشر جزا سے محروم سُنا اور متواتر سُنا کہ قصہ طے ہو گیا اب علاؤالدینخان مع قبائل آئیں گے دل خوش ہوا کہ اپنے محبوب کی شکل مع اُسکے نتائج کے دیکھونگا۔ پرسوں آخر بھائی پاس گیا اثناے اختلاط و انبساط میں میں نے پوچھا کہ کہو بھئی علاؤالدینخاں کب آئیں گے جواب کچھ نہیں ملا وہ قصہ تو طے ہو گیا ہاں وہ تو روپیہ میں نے دے بھی دیا میں نے کہا تو اب چاہیے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید ابھی آئے معلوم ہوا کہ خیر ٹھیگا باجا ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب وہ لکھکر بھیجوں۔ پرسوں تو شام ہو گئی تھی کل بغلگیر ہونیوالوں نے دم لینے دیا اس پر طرہ یہ کہ ثاقب نے کہا کہ بھائی تم سے شاکی ہیں اب ضرور آپڑا کہ گزارش مدعا سے پہلے تمھارے رفع گلہ میں کلام کروں بھائی تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو۔ اگر میرا صلبی بیٹا اس بد ودانست و تحریر و تقریر کا ہوتا میں اُسکو اپنا یار وفادار اور ذریعۂ افتخار جانتا۔ میرے خطوط کے نہ پہنچنے کا گلہ غلط۔ بھلا کونسا خط آیا کہ اُسکا جواب یہاں سے نہ لکھا گیا۔ میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم تھے وہ میں نے اس نظر سے نہ لکھے کہ جب تم آتے ہو زبانی گفت و شنید ہو جائیگی ثاقب نے جلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا تب مجھے تو طیہ تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا ورنہ آغاز نگارش یہاں سے ہوتا۔ یا اسداللہ الغالب ؎

ایضاً اقبال نشان والاشان صدرہ عزیز تر از جان مرزا علاؤالدین خاں کو دُعائے درویشانہ غالب دیوانہ پہنچے۔ سال نگارش تم کو یاد ہوگا۔ میں نے دلستان فارسی کا تم کو جانشین و خلیفہ قرار دے کر ایک سجل لکھ دیا ہے۔ اب جو چار کم اسی برس کی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی برسوں کیا بلکہ مہینوں کی نہ رہی۔ شاید بارہ مہینے جس کو ایک برس کہتے ہیں اُور جیوں۔ ورنہ دو چار مہینے پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے اپنی ثبات حواس میں اپنے دستخط سے یہ توقیع تم کو لکھ دیتا ہوں کہ فن اُردو میں نظماً و نثراً تم میرے جانشین ہو چاہیئے کہ میرے جاننے والے جیسا مجھکو جانتے تھے ویسا تمکو جانیں اور جسطرح مجھکو مانتے تھے تمکو مانیں "کُلُّ شَیۡءٍ ھَالِکٌ وَّیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُوالۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَامِ"۔ یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۴ھ ہجری۔ ۳۰ جون ۱۸۶۷ء مقام دہلی ؎

بنام مرزا امیرالدین احمد خاں المدعو بہ فرخ مرزا

اے مردم چشم جہاں بین غالب۔ پہلے القاب کے معنی سمجھو یعنی چشم جہاں بین غالب کی تپلی چشم جہاں بین تمہارا باپ مرزا علاؤالدین خاں بہادر اور تپلی تم۔ آج میں نے تمہارا خط دیکھا۔ مجھکو بہت پسند آیا۔ اُستاد کامل نہ ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا۔ آفریں صد آفریں میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دُعا مانگتا ہوں کہ تم کو زیادہ نہیں تو تمہارے باپ کی برابر علم و فضل اور تمہارے پردادا حضرت فخرالدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر جنت آرامگاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے۔ یہاں تمہارے دادا نواب امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تو تمہارا دلدادہ ہوں۔ خبردار جمعہ کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو۔ والدُعا۔ دیدار کا طالب غالب ؎

بنام میر احمد حسین المتخلص بہ میکش

بھائی میکش آفریں۔ ہزار آفریں۔ تاریخ نے مزا دیا۔ خدا جانے وہ خُرمے کس مزے کے

وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ فیون نہ تھے تنقیہ بہت کیے فوراً اور بہ اسہال بعد چند روز عمل میں آیا۔ اب سن کہولت استعمال افیون مزید علیہ دورہ جلد متواتر ہوا۔ اضطراب از راہِ محبت ہے از روئے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہیں یکتا میں نظری میں یکتا حکیم امام الدین خاں وہ ٹونک عملی میں چالاک حکیم احسن اللہ خاں وہ کرولی۔ رہے حکیم محمود خاں وہ ہمسایہ دیوار بدیوار حکیم غلام نجف خاں وہ دوست قدیم صادق الولا۔ حکیم بقا کے خاندان میں دو صاحب موجود۔ تیسرے حکیم منجھلے وہ بھی شریک ہو جائیں گے۔ اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے۔ ہاں دو ایک ڈاکٹر باعتبار ہمقومی حکام نامور یا کوئی ایک آدھ بید منزوی اور گمنام۔ بہر حال خاطر جمع رکھو۔ خدا کے فضل پر نظر رکھو۔ سبحان اللہ تم مجھ سے سپارش کرو۔ امین الدین خاں کی کیا میرے پہلو میں دل یا میرے دل میں ایمان جسکو محبت بھی کہتے ہیں بقدر پرشتہ و سر مو رہی نہیں معالجہ حکماء کی راہ پر رہے گا۔ ندیمی اور غمخواری میں اگر قصور کروں تو گناہگار۔ میاں ایسے موقع میں رائے اطبا میں خلاف کم واقع ہوتا ہے مرض مشخص۔ دوا معین۔ سوء مزاج سافج نہیں مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب سوائے تنقیہ کے کوئی تدبیر نہ سوچے گا۔ تنقیہ میں سوائے مخرجاتِ بلغم اور کچھ تجویز نہ کرے گا تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایارج کا مسہل دیا جائے۔ اسماء و آیات شفابخش مقرر ہیں۔ ردِ سحر و دفع بلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان مُلّاؤں اور عزائم خوانوں نے نہ توڑ دی ہے کچھ نہیں جانتے اور باتیں بگھاتے ہیں۔ تمھارے باپ پر کوئی سحر کیوں کرے گا بیچارہ الگ ایک گوشہ میں رہتا ہے کہ جب تک خاص وہاں کا قصد نہ کرے کبھی کوئی وہاں نہ جائے۔ یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و مساکین سے طلب دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔ شہر میں مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد العزیز با بخیر شما بسلامت۔ نجات کا طالب غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔ +

کوئی منصب کوئی عہدہ دلوادو گے تو میں یہ جانوں گا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوا دیا ہے بڑا احسان مند ہوں گا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۱۳ر شوال ۱۲۸۲ھ ہجری ٭

بنام جناب حکیم غلام رضا خاں صاحب

نورِ دیدہ و سرورِ دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو غالب نیم جاں کی دُعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمھیں خدا کو سونپ کر روانہ رام پور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ جابجا۔ آرام سے رام پور پہنچا۔ نواب صاحب حال بمقتضائے الولد سرلابیہ حسنِ اخلاق میں نواب فردوس آرامگاہ کی برابر بلکہ بعض شیوہ و روش میں اُن سے بہتر ہیں بجرد مسند نشینی کے غلہ کا محصول یک قلم معاف کیا۔ علی بخش خاں نا ماں کو تیس ہزار روپیہ بابت مطالبہ سرکاری بخش دیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہوں گا سنو صاحب میں فقیر آزادہ کیش ہوں۔ دنیا دار نہیں۔ مکار نہیں۔ خوشامد میرا شعار نہیں۔ جس میں جو صفات دیکھتا ہوں وہ بیان کرتا ہوں۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے مجھے سو روپیہ مہینا دیتے ہیں تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمھارے باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بمثل میرا کوئی صلبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو میں اُس کو اپنا فخر و شرف جانتا۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع۔ تورع و زہد و تقوے کے حاوی۔ علم اخلاق میں حکمائے روحانی نے سعادت کے جو مدارج لکھے ہیں وہ سب تم میں پائے جاتے ہیں۔ پروردگار تم کو عمر طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے زیادہ دے ۵ ان شاء اللہ کہ ہمچنیں خواہد بود ٭ غالب ٭

ہوں گے۔ جن کی تاریخ ایسی ہے دیکھو صاحب سے قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید ٭ تاریخ دیکھی اکی تعریف کے خرمے کھائیں گے۔ اُن کی تعریف کریں گے۔ کہیں یہ تمہارے خیال میں نہ آوے کہ یہ حسنِ طلب ہے کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو۔ ابھی رقعہ لے کر آیا ہے ابھی خرمے لے کر آوے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اگر بفرضِ محال تم یُوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے بھجواؤ گے تو ہم بھی کہیں گے تازہ شے بہتر باره سے بہتر ٭

ایضًا۔ میاں عجیب اتفاق ہے نہ میں تمہارے دیکھنے کو آسکتا ہوں نہ تم میرے دیکھنے کو قدم رنجہ فرماسکتے ہو وہ قدم رنجہ کہاں سے کر دسرا پا رنجہ ہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ یہ تعطیل کے دن کیا ناخوش گزرے۔ یوسف مرزا سے میر سرفراز حسین سے تمہارا حال سُن لیتا ہوں اور رنج کھاتا ہوں۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا دے۔ خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ والدعا ٭ اسد

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب

خانصاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب کو غالب دردمند کا سلام خوب یاد کیجئے۔ کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی۔ اب ایک طرح کی عنایت کا سائل ہوں حامل ہذا المکتوب پنڈت بے زاین یہ خط لے کر حاضر ہوتے ہیں ان کے بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکار میں مناصبِ عالیہ اور عہدہ ہائے جلیلہ رکھتے تھے۔ اب موقع یہ آیا ہے کہ جستجوئے نوکری میں پٹیالے آتے ہیں۔ آپ کو میرے سر کی قسم جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے

صورت کے تم اچھے۔ سیرت کے تم اچھے۔ شیوہ وروش کے تم اچھے۔ خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھردی ہیں۔ اگر میرا صُلبی فرزند ایسا ہوتا تو میں اُسکو اپنا فخرِ خاندان سمجھتا اور اب تم جس قوم اور جس خاندان میں ہو۔ اُس قوم اور اُس خاندان کے ذریعۂ افتخار ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبالُ جاہ و جلال عطا کرے۔ میاں تم کو یاد ہے کہ میں نے تم کو سابق میں اس سے نورِ چشم مرزا یوسف علی خاں کے باب میں کچھ لکھا ہے میرے اختلالِ حواس کا حال تم جانتے ہو۔ خدا جانے اُس وقت کس خیال میں تھا اور میں کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا وہ سہل انگاری تھی اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ یعنی مرزا یوسف علی خاں عزیز بڑے عالی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہیں۔ شاعر بھی بہت اچھے ہیں۔ شعر خوب لکھتے ہیں۔ صاحبِ استعداد ہیں۔ علم اُن کو اچھا ہے یہ بھی گویا زمرۂ اہلِ علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں۔ نورِ چشم مولوی نصیر الدین کو میری دُعا کہنا۔ محررہ ۲۰ر جنوری ۱۸۶۱ع

بنام منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگھ کو بعد دُعائے دوامِ عمر و دولت معلوم ہو۔ خط تمھارا پہنچا۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ قطعے جو تم کو مطلوب تھے اُس کے حصول میں جو کوشش ہیرا سنگھ نے کی ہے۔ میں تم سے کہہ نہیں سکتا۔ نری کوشش نہیں۔ روپیہ صرف کیا ہے۔ روپیہ جو تم نے بھیجے تھے وہ اور پچیس تیس روپیہ اور صرف کیے پانچ پانچ اور چار چار اور دو دو روپیہ کو قطعے مول لیے اور بنوائے۔ خرید میں روپیہ جُدا دیے اور بنوانے میں روپیہ جُدا لگائے۔ دوڑتا پھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب

بنام جناب ماسٹر پیارے لال صاحب

شفیق مکرّم بابو پیارے لال صاحب کو سلام۔ کل قصہ مع سودہ بابو چندو لال صاحب کے پاس پہنچ گیا یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔ اور آپ سودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہوں گے۔ جلدی نہیں آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھئے۔ جب صاف ہو جائے گا۔ مجھے دیجئے گا۔ میں اپنی مہر کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ ابھی ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس سے آیا ہوں وہ کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئیں گے اور پرسوں شملے کو تشریف لے جائیں گے بطریق اطلاع آپ کو لکھا ہے یہ منظور نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل میں آپ دوں۔ ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے۔ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۳۰ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً کیوں صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ ملنا بھی چھوڑا۔ خیر میری تقصیر معاف کرو اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کرو تاکہ میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں۔ برخوردار ہیرا سنگھ تمہارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تمہارا دست گرفتہ ہے۔ رہتک میں تم نے اسے نوکر رکھوا دیا تھا۔ خیر وہاں کی صورت بگڑ گئی۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امور معاش میں سخت دلتنگ۔ تمہیں دستگیری کرو۔ تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا نقشِ ہستی صفحۂ دہر سے مٹ جائے گا

والسّلام۔ عنایت کا طالب۔ غالب۔

ایضاً فرزند ارجمند اقبال بلند بابو ماسٹر پیارے لال کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا پہنچے۔ لاہور پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا اس کی میں جتنی شکایت کروں بجا ہے تم نہیں جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ میں تمہارا عاشق ہوں اور کیونکر عاشق ہوں

بارے تمام ہوا اب جاڑوں کے دن آرام سے کاٹو۔ گھبراؤ نہیں۔ سال بھر پڑھائے جاؤ۔ جب لڑکا شُدوبُد سے آگاہ ہو جائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو نوکر نہیں ہو جو بابو پیارے لال کو تمہاری بدلی کا اختیار ہو۔ زنہار میں اس باب میں بابو جی سے نہ کہوں گا۔ اور نہ یہ خط تمہارا منشی جواہر سنگھ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق اُلجھو کیوں۔ اس اُلجھنے سے فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو کہ رحم گر نہ کند مدعی خدا بکند ؎ میں ویسا ہی ہوں جیسا تم چھوڑ گئے ہو۔ اور جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب۔ ۱۴ جنوری ۱۸۶۶ء ؎

بنام منشی بہاری لال المتخلص بہ مشتاق

سعادتمند باکمال منشی بہاری لال کو بہین تاثیر دعاے غالب خستہ حال عمر و دولت و اقبال فراواں ہو۔ منشی من بھاون لال تمہارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اُس ہنرور وجادۂ فنا سے میری ملاقات تھی لیکن تمہارے تنہا اور بے مربی رہ جانے کا میں نے بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب ۲۶ فروری ۱۸۶۶ء ؎

ایضاً برخوردار بہاری لال مجکو تم سے جو محبت ہے اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ تمہارے خال فرخ فال منشی مکند لال بہت بڑے پرانے یار ہیں خوش خو۔ شگفتہ رو۔ بذلہ گو۔ دوسرے تمہاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اُردو نظم و نثر میں تمہاری طبع کی روانی اور تمہاری قلم کی گل فشانی مگر چونکہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے بہ تقلید اُن انشا پردازوں کے تمہاری عبارت میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جا بجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو

دوڑ رہا ہے۔ ولیعہد بہادر کے دستخطی قطعہ کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آئے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو یکجا کر کے تمھارے پاس بھیجدے گا مدد میں بھی اُس کی کر رہا ہوں لیکن اُس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین۔ پندرہ روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور ماں کو عاجز کر کے اُس سے بہت روپیہ لیئے جب سب قطعہ تمھارے پاس پہنچیں گے تب اُس کا حسنِ خدمت تم پر ظاہر ہوگا کیوں صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی۔ بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔ والدعا۔ اسد اللہ ۔

ایضاً برخوردار کامگار سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈھ کی تحصیلداری مبارک ہو۔ پہپلی سے نوح آئے نوح سے بلب گڈھ گئے اب بلب گڈھ سے دلی آؤ گے انشاء اللہ۔ سنو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمھارے علاقہ تحصیلداری میں بصیغۂ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں ان کے والد ماجد میرے پچاس برس کے دوست ہیں میں اُن کو اپنے بھائی کی برابر جانتا ہوں اس صورت میں حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ اُن سے یکدل و یک رنگ رہو اور اُن کے مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بصیغۂ دوام ہے۔ تم کو کوئی نئی بات پیش کرنی نہ ہوگی۔ صرف اسی امر میں کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے۔ سرکار کی خاطر نشان رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کارگزار آدمی ہے۔ ۲ فروری ۱۸۶۲ء

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

نورچشم غالب غمدیدہ منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے تمہارا خط محررہ ۱۱ جنوری پہنچا۔ دورہ کا سفر

شہسوارِ عرصۂ نکتہ دانی یکّہ تازِ میدانِ جادو بیانی فرمانرواے کشورِ نازک خیالی۔ زینت افزاے اورنگِ بیمثالی ناثر نثری رفعت بیشاعر شعری رتبت چمن آراے گلستانِ فصاحت۔ حدیقہ پیراے خیابانِ بلاغت۔ فروغِ بزمِ آفرینش۔ نورِ دیدۂ بینش۔ اُستادِ یگانہ مسلّم الثبوتِ زمانہ۔ رشکِ عرفی و غیرتِ طالب جناب اُستادی نجم الدولہ

دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب۔

کی زبانِ معجز بیان پر آیا ہو اور خامۂ پروین افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفینۂ بے نظیر و مجموعۂ دلپذیر جس کا ہر حرف باعث نظارتِ چشمِ نظارگیاں اور ہر لفظ سببِ تازگیٔ دیدۂ مشتاقاں ہے۔ ہر سطر کو دریاے موج خیزِ معانی اور ہر فقرہ کو گلزار ہمیشہ بہار رنگیں بیانی کہنا چاہیے۔ عبارت سے سلسبیل کی سلاست پیدا۔ مضامین سے آبِ کوثر کی لطافت ہویدا۔ کمند انداز رسا میں گردنِ معانی شکار شیرینیٔ ادا پر اداے شیریں لباں نثار۔ غور کیجیے کہ فراہم آنا اس نسخۂ بے بدل کا اور طبع ہونا اس کتاب بے مثل کا کیونکر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطف افزائی و شائقین کو مذاقِ سخن کی فراوانی مبارک۔ کیونکر شکر فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ ہاں اے سالکِ اندوہ گلیں گیا شکر یہ کیا کلام ہے لے بے خبر گریہ و ہنگام ماتم عام ہے

باید چو شمع در دلِ شبہا گریستن	سرگرم بودن از تہِ دل ہا گریستن
ناساز گار جسم مرا تا گداختن	ناخوش گوار چشم مرا تا گریستن
این ست اگر زاوش سرچشمۂ حیات	باید بعمرِ خضر و مسیحا گریستن

ہنوز یہ نامۂ لاویز تمام کمال تشریف طبع نہ پایا تھا کہ سپہر بے مہر نے بتاریخ ۲ ذیقعدہ ۱۲۸۵ ہجری جامۂ حیات جناب مغفور و مرحوم کو چاک کیا۔ ہے ہے آفتاب علم و کمال کا

املا کی غلطی کا ملکہ بالکل زائل ہو جائے۔ مگر ہماری لال اس نونہالِ باغِ دولت یعنی حکیم غلام رضا خاں کے دوامِ صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو۔ یہ دانشمند ستودہ خو ہے امیرِ نامور ہونیوالا اور مراتبِ علی کو پہنچنے والا ہے۔ اس کی ترقی کے ضمن میں تمھاری بھی ترقی ہونے والی ہے ؎

بیا داماں صاحب دولتے گیر کہ در دا صاحب دولت شود پیر

میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطابع اجمل المطابع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجملہ خوبان روزگار ہیں نکوخوے اور نیکو کردار ہیں۔ میر فخرالدین آزاد منش اور سعادتمند نوجوان ہیں کم گفتار اور مرنج و مرنجان ہیں تم چاروں شخص بیکر صدق و صفا و مہر و ولا کے چار عنصر ہو بہماں آ گئے ہیں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطابع کو بارونق اور آباد رکھے۔ غالب ، رجون ۱۸۶۶ء +

خاتمہ کتاب اُردوے معلی رینختہ کلک بلاغت انتما سخندان بیمثال سخن سنج نازک خیال شاعرِ نغز گوے دلاویز بیان ناثر جادو طراز و شیریں بیان مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم

شیدایان شاہد لفریب سخن ہر وقت اسکے خریدار اور شیفتگان حسن معانی ہر دم اسکے خواستگار رہتے ہیں کہ اچھا کلام جو مطبوع طبائع ناظرین خردمند اور پسند خاطر شائقین درست اندیشہ ہو میسر آئے صاحب نظران دیدہ ور جنکی آنکھیں شبستان معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں مشاہدہ ماہ پیکراں مہر تمثال سے تسلی نہیں پاتے۔ اور رنگین مشامان نکتہ پرور جنکی دماغ میں گلستانِ سخن کی بو بھر جاتی ہے۔ ریاحین باغ ارم کے سونگھنے کو نہیں جاتے۔ اور پھر وہ کلام اور وہ سخن جو نیر اعظم سپہر سخنوری و ماہ منیر آسمان معنی گستری

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL

رنج خسوف دکھایا۔ ماہتاب فضل و ہنر کو ہستہ کسوف میں پھنسایا ہے

اس ستمگار سے کوئی پوچھے   ہاتھ اس واقعہ سے کیا آیا

یہ سوجھا کہ عالم میں تاریکی چھاگئی زمانہ کو تسکین نہ ہاتھ آئیگی۔ آنکھیں اشکبار دل بیقرار ہوں گے مگر

نیش عقرب نہ از پئے کین است   مقتضائے طبیعتش این است

اپنی عادت سے ناچار ہے۔ دشمنی اہل کمال اس کا شعار ہے۔ کوئی مبتلائے آفت ہو۔ خواہ گرفتار مصیبت ہو اسکو اپنی گردش کا رنگ دکھانا۔ کسی نہ کسی یگانۂ آفاق کو نقش ہستی صفحۂ روزگار سے مٹانا۔ سخن آرائے نوحہ سرائی سے کیونکر بدل ہو۔ سخن سنجی کے عوض کبھی نالۂ پُر درد اور کبھی آہ سرد لب پر ہے۔ کہیئے جب یہ بار گران اندوہ دل پر آئے۔ دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جای کیسی تاریخ خاتمہ کتاب۔ کیسا سال وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قطعہ لکھتا ہوں قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا	لب پہ نالوں کا اژدحام ہوا
صدمۂ مرگ حضرت غالب	سبب رنج خاص و عام ہوا
ہے یہی سال طبع سال وفات	آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصۂ اول اردوی معلی
طبعزاد منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص

(112)

چو اردوے معلی گشت تالیف	ہمانا یک جہان گردید طالب
پئے سال مسیحائی طبعش	بگو جوہر خجے اردوے غالب

اعلان   کاپی رائٹ محفوظ ہے

العبد سید عبدالسلام ابن سید محمد معظم پروپرائٹر مطبع فاروقی دہلی

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
New Delhi

OFFICE OF THE DIRECTOR GENERAL OF ARCHAEOLOGY
Library Regr No
INDIA.

Central Archaeological Library,
NEW DELHI. 14843.

Call No. 928·91431/ Gha

Author— Asadul-lah-Khan (Ghalib)

Title— Urdu-i-mualla. A Collection of Urdu letters

Borrower No.	Date of Issue	Date of Return

"A book that is shut is but a block"

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI.

Please help us to keep the book clean and moving.

S. B., 148. N. DELHI.